خصوصی اشاعت

"اسلام میں خواتین کا مقام"

ڈاکٹر اسرار احمد کا ایک اہم خطاب

مئی 82

وقد اخذ میثاقکم ان کنتم مؤمنین

ماہنامہ

میثاق

لاہور

مدیر مسئول
ڈاکٹر اسرار احمد

مکتبہ تنظیم اسلامی لاہور

مقام اشاعت :- ۳۶-کے- ماڈل ٹاؤن - لاہور

قیمت : چھ روپے

اظہار لمیٹڈ
کے
تیّار چھتیں

(پریکاسٹ کنکریٹ۔ پریسٹرسیڈ کنکریٹ کی مصنوعات)

گارڈر بالے اور سلیب وغیرہ

مندرجہ ذیل مقامات سے دستیاب ہیں

صدر دفتر ٦۔ کوثر روڈ، اسلام پورہ (کرشن نگر) لاہور۔ فون:۔ ٦٩٥٢٢ / ٦١٥١٤

فیکٹری واقع پچیسواں کلومیٹر لاہور شیخوپورہ روڈ

لاہور ڈپو ١٤٧۔اے 1 فیروزپور روڈ (نزد جامعہ اشرفیہ) فون ٤١٣٥٦٩

فیصل آباد شیخوپورہ روڈ۔ نزد نیشنل ہوزری۔ فون معرفت:۔ ٥٠٧٤٤

گجرات جی ٹی روڈ۔ کھٹالہ (نزد ریلوے پھاٹک)

راولپنڈی جی ٹی روڈ۔ سواں کیمپ فون:۔ ٦٨١٢٧

تیارکردہ:۔ کنکریٹ پری کاسٹنگ لمیٹڈ

(سی۔ پی۔ ایل)

آپکو تیار چھت درکار ہے تو اطمینان کر لیجئے کہ وہ سی۔ پی۔ ایل کی بنی ہوئی ہو

وَلَقَدْ اَخَذَ مِیْثَاقَکُمْ اِنْ کُنْتُمْ مُؤْمِنِیْن

ماہنامہ

میثاق

لاہور

خصوصی اشاعت

جلد ۳۱ ؛ رجب المرجب ۱۴۰۲ھ / مئی ۱۹۸۲ء ؛ شمارہ ۵

سالانہ زرِ تعاون
-/۳۰ روپے
اس شمارے کی قیمت

طابع : چوہدری رشید احمد
مطبع : مکتبہ جدید، شارع فاطمہ جناح لاہور
خوشنویس: محمد رمضان ، قمر الحسن
مقام اشاعت: ۳۶ ، کے ، ماڈل ٹاؤن ، لاہور ۱۴
فون : ۸۵۲۲۱۱ ، ۸۵۲۶۸۳

مدیر مسئول و ناشر :
ڈاکٹر اسرار احمد

ادارہ تحریر :
جمیل الرحمٰن
عاکف سعید

مشمولات

● عرضِ احوال	جمیل الرحمٰن	٣
● انجمن خدام القرآن کی مجلس منتظمہ کا انتخاب	محمد بشیر ملک	١٦
● اسلام میں عورت کا مقام (خطاب)	ڈاکٹر اسرار احمد	١٧
● اسلام اور عورت	جمیل الرحمٰن	٩٧
● مساوات مرد و زن کا حقیقی مفہوم	مولانا وصی مظہر ندوی	١٠٩
● پاکستانی عورت کے لئے لمحہ فکریہ	بیگم نجم منور علی	١١٥
● حسن انتخاب : میدان عمل میں اختلاطِ مرد و زن کے خطرناک نتائج	شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز (سعودی عرب)	١٢١
● موقر دینی جرائد کا ردِّ عمل	ادارہ	١٣١
● افکار و آراء	〃	١٤٥
● آزادیٔ نسواں (نظم)	منظر وارثی	١٧٣
● معروف روزناموں کے اداریے تبصرے اور تراشے	ادارہ	١٧٥

● ضمیمہ

(i) ڈاکٹر اسرار احمد کا وفاقی کونسل سے استعفاء

(ii) موصوف کی وفاقی کونسل میں آخری تقریر کا ابتدائی حصہ

... کے درس خطابات کے

...

جمیل الرحمٰن

عرضِ احوال

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ط

ماہنامہ میثاق کا ماہ رجب المرجب ۱۴۰۲ھ مطابق مئی ۱۹۸۲ء کا شمارہ ایک "خصوصی اشاعت" کی حیثیت سے پیشِ خدمت ہے - اس ماہ کا شمارہ معمول کے مطابق تیاری کے مراحل سے گزر رہا تھا کہ ۱۱ اپریل ۸۲ء کو جب راقم الحروف کراچی میں بارہ یوم قیام کے بعد واپس لاہور آیا تو محترم قاضی عبدالقادر صاحب ناظم اعلیٰ انجمن خدام القرآن وقیم تنظیم اسلامی نے راقم اور میرے نوجوان رفیق کار میاں عاکف سعید ایم اے (فلسفہ) کے سامنے جن کے سپرد محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے میثاق کی ترتیب تدوین کی ذمہ داری کی ہوئی ہے یہ تجویز رکھی کہ مئی کے شمارے کو خصوصی اشاعت کے طور پر شائع ہونا چاہیئے جس میں ان امور پر اظہارِ خیال ہونا چاہیئے جو ڈاکٹر صاحب کے ایک انٹرویو میں خواتین کے اصل مقام کے متعلق اسلامی نقطہ ہائے نظر کے مطابق پیش کردہ تعلیمات ونظریات کے خلاف چند مٹھی بھر آزاد خیال خواتین کی جانب سے کراچی ٹی وی اسٹیشن پر مارشل لاء کے قوانین کی صریح خلاف ورزی کرتے ہوئے ڈاکٹر صاحب کے ٹی وی پروگرام "الہُدیٰ" کے بند کرنے کے مطالبے کی صورت میں مظاہرہ ہوا تھا — پھر ان خواتین کی تائید میں ایک قلیل لیکن موثر تعلیم یافتہ طبقے کی طرف سے ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کو ہدف بنا کر ستر وحجاب اور عورتوں کے لئے اسلام کے مقرر کردہ اصل دائرہ کار سے متعلق شریعت کے احکام وتعلیمات کے خلاف اخباری مراسلات، بیانات اور مضامین کی صورت میں جس دیدہ دلیری سے طوفانِ بے تمیزی اٹھا ہے اور اس ردّعمل کا جو ردّعمل ہمارے علمائے حق، اہل دانش وبینش اور اسی جدید تعلیم یافتہ طبقہ کے خدا پرست وخدا ترس کثیر حضرات وخواتین کی جانب سے ہوا ہے - ان کوائف کو بھی میثاق کی اس خصوصی اشاعت میں شامل ہونا چاہیئے - ڈاکٹر صاحب اُس وقت وفاقی مجلس شوریٰ کے اجلاس میں شرکت

کے لئے اسلام آباد گئے ہوئے تھے، ان سے ہدایت حاصل کرنے کا موقع نہیں تھا لہٰذا ہم نے محترم قاضی صاحب کی اس تجویز سے اتفاق کرتے ہوئے اللہ کا نام لے کر تیاری شروع کر دی "اسلام میں عورت کا مقام" کے موضوع پر ڈاکٹر صاحب نے ۲۳ر مارچ کو انجمن کے سالانہ اجلاس پھر ۲ر اپریل کے اجتماع جمعہ میں مسجد دارالسلام باغ جناح لاہور میں جو تقاریر کی تھیں، ان کو عزیزم ڈاکٹر عارف رشید سلمہٗ کے تعاون سے ٹیپ سے منتقل کرنے اور ان کو یکجا ایک ہی تقریر میں ہونے کا کام ہو رہا تھا - مزید طے ہوا کہ اس تقریر کے ساتھ ہی میثاق میں زیادہ سے زیادہ وہ MATTER بھی شائع کر دیا جائے جو اس قلیل مدت میں دستیاب ہو سکے - چنانچہ عاکف میاں محترم قاضی عبدالقادر صاحب کے تعاون سے اس کام میں لگ گئے -

جب جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ الحمدللہ، ثم الحمدللہ ہمارے ملک کے جدید تعلیم یافتہ بہت بڑے طبقے بالخصوص ان کی خواتین میں اپنے صحیح اسلامی فرائض و حقوق کا شعور، یقین و اطمینان اور ان پر بالفعل عمل کرنے کا داعیہ موجود ہے - فرق ہے تو اتنا کہ یہ طبقہ کثیر التعداد ہوتے ہوئے بھی مؤثر اس لئے نہیں ہے کہ ان کے مقابلے میں ایک طبقہ انتہائی اقلیت میں ہونے کے باوجود بڑی کثیر تعداد میں ذرائع ابلاغ عامہ مثلاً ریڈیو، ٹی وی، اخبارات و رسائل، تعلیم و تدریس صحافت اور شعر و ادب کے میدان میں بھی چھایا ہوا ہے اور حکومت کے اکثر کلیدی مناصب بھی جن میں شعبۂ اطلاعات و نشریات (ٹیلیویژن ریڈیو، اخبار و رسائل) شعبہ تعلیمات (کالج اور یونیورسٹیاں) خاص طور پر شامل ہیں پر فائز ہے پھر ہمارے ملک کی آزاد صحافت شعبہ تصنیف و تالیف (شعر و ادب) پر بھی یہی طبقہ چھایا ہوا ہے ہمارے اکثر کثیر الاشاعت روزنامے، ہفت روزہ جریدے اور ماہنامے بالخصوص

لہ اس اجتماع میں حاضری کا یہ عالم تھا کہ اس مسجد میں عیدین کے جو اجتماع ہوتے رہے ہیں اس سے بھی بہت زیادہ تھی - نیز اس میں لاہور کے علاوہ پنجاب کے دوسرے شہروں سے بھی کثیر تعداد میں لوگوں شریک ہوتے تھے چونکہ اس کا اعلان ایک روز اخبارات میں کر دیا

حشرات الارض کی طرح شائع ہونے والے ڈائجسٹ اور ناول، افسانے، ڈرامے غزل و نظم کے مجموعے صحوتی اور سبائی طور طریقوں پر عمل کرتے ہوئے ہمارے ملک کے رہنے والوں بالخصوص نئی نسل کے نوجوانوں اور خواتین میں جدید تکنیک اور غیر محسوس انداز سے وسیع پیمانے اور اعلیٰ و جاذب نظر معیارات کے ساتھ ان ذرائع ابلاغ عامہ کے توسط سے اسلامی عقائد و نظریات، اسلامی اخلاق و کردار اور اسلامی معاشرت کی بنیادوں میں سرنگ لگا رہے ہیں - اور شیطان کے ایجنٹ اور سفیر کی حیثیت سے انسان کے سفلی جذبات، شہوانی داعیات، مفاد پرستی کے محرکات کو مشتعل کرنے، اکسانے اور شہ دینے کا کام کر رہے ہیں - انسان میں شر کو قبول کرنے کے میلانات و رجحانات موجود ہیں - اس شر کے راستے میں نفس کے لئے لذت ہے - دلکشی و دلربائی ہے - نفع نقد ہے - پھر صدیوں کے انحطاط و زوال اور مروجہ نصاب اور نظام تعلیم کی وجہ سے ہماری ملک کی عظیم اکثریت کا دین کی حقیقی علم و عمل سے جو بُعد ہے، وہ بھی اظہر من الشمس ہے - چنانچہ اس طرح اباحیت پسند اور مغربی تہذیب کے غلاموں کا یہ طبقہ خلقِ خدا کو گمراہ کر رہا ہے اور اپنا الّو اس طرح سیدھا کر رہا ہے کہ ایسے اخبارات و رسائل کے مالکان میں سے اکثر آپکو کروڑپتیوں کے قریب قریب صاحب ثروت نظر آئیں گے اور اس پیشے سے متعلق کارکنان بھی مالی حیثیت سے معاشرے کے اونچے مقام پر فائز ملیں گے - پھر ہمارے ہاں جو چند مرفہ الحال خاندان دنیوی جاہ و حشمت کے لحاظ سے بہت اونچے مقام پر پہنچ گئے ہیں ان میں سے اکثر خاندانوں کو دولت کی ریل پیل نے لذت کوش اور عیش پسند بنا دیا ہے - جس کی وجہ سے وہ حُبِ عاجلہ میں اس طرح گرفتار ہو گئے ہیں کہ آخرت کا یقین و ایمان ہی نہیں تصور ہی سے ان کے اذہان یکسر خالی ہو چکے ہیں ایسے خاندانوں کی خواتین کی بود و باش اور طرز معاشرت اور مجالس مغربی تہذیب کا مکمل چربہ بنی ہوئی ہے اور اس طبقے کے اثرات شعوری اور غیر شعوری طور پر ہمارے معاشرے کے کثیر التعداد اوسط طبقہ (MIDDLE CLASS) میں نفوذ کر رہے ہیں اور یہ طبقہ انکی نقالی کرنے کی کوشش میں لگا ہوا ہے - اس طرح ہمارے معاشرے میں فساد اور

بگاڑ کا فعل اصلاحی سعی و کوشش کے مقابلے میں اثرات کے اعتبار سے کئی گنا بڑا ہوا ہے۔

ستر و حجاب اور اسلام میں عورت کے اصل مقام اور دائرے کار کے متعلق ڈاکٹر صاحب کے خیالات، نظریات اور آراء کے خلاف ہماری بہنوں اور بھائیوں نے جس ردِّ عمل کا اظہار کیا اور ہمارے بعض مفاد پرست نام نہاد علماء نے جس طرح خواتین کے اس رویے کی حمایت کی، اس کے ذکر کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ البتہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی فکر رکھنے والے اخبارات و جرائد اور خواتین و حضرات نے اس ردِّ عمل پر غیرت و حمیّت دینی کے تقاضوں کے مطابق غم و غصّہ کا جو اظہار رائے کیا ہے اس کا کچھ حصّہ پیش کر دیا جائے تاکہ اس تجدّد پسند اور مغربی تہذیب کے دلدادہ طبقے کو معلوم ہو جائے کہ یہ ایسا معاملہ نہیں ہے کہ جس کو اس مملکت خداداد میں جس کو اسلامی نظام کے نفاذ کیلئے حاصل کیا گیا تھا۔ اس جسارت اور گستاخی کو برداشت کر لیا جائے گا۔ چنانچہ اس موضوع پر ہمیں جو چیزیں حاصل ہوئی ہیں ان میں سے بعض اس شمارے میں شامل کی جا رہی ہیں۔

اگرچہ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس ضمن میں اخبارات و رسائل میں یہی کچھ شائع ہوا ہے وہ جو سب کا سب اس خصوصی اشاعت میں آگیا ہے۔ صحیح صورتِ حال یہ ہے کہ اگر یہ تمام مواد اکٹھا کر کے شائع کیا جائے تو میثاق کی اس اشاعتِ خصوصی کی جو ضخامت رکھی گئی ہے اس سے سات آٹھ گنا ضخامت بھی اس Matter کے لئے ناکافی ثابت ہوگی۔ البتہ یہاں اس بات کا ذکر نہایت ضروری ہے کہ ہر شعبہ زندگی (Walk of Life) سے تعلق رکھنے والے حضرات و خواتین نے خدا ناآشنا مغربی تہذیب سے مرعوب اس طبقے کے گستاخانہ اقدام کا سختی سے محاسبہ کیا ہے جس نے ڈاکٹر اسرار احمد کو سامنے رکھ کر اسلامی شریعت کے احکام و شعائر کے خلاف شور و غوغا بلند کرنے کی صورت میں ارتکاب کیا ہے — اس محاسبہ اور احتجاج کرنے والوں میں ہزاروں علمائے دین بھی ہیں اور مشائخ

بھی، آئمہ بھی ہیں اور خطبا مساجد بھی ۔ سیاسی زعما بھی ہیں سماجی کارکن بھی وکلا بھی ہیں اور پروفیسرز، لیکچرز اور مدرسین بھی، ڈاکٹرز بھی ہیں اور انجینئرز بھی، دانشور بھی ہیں اور صحافی بھی، تاجر بھی ہیں، صنعت کار بھی، طلبہ بھی ہیں طالبات بھی ۔ عوام بھی ہیں، خواص بھی ۔

اس ضمن میں البتہ یہ بات تشویش ناک اور قابلِ توجہ ہے کہ ہمارے اکثر انگریزی اخبارات نے اس معاملے میں اباحیت اور تجدد پسند طبقے کے خیالات، نظریات، مراسلات کو نمایاں طور پر شائع کرنے میں تو بھرپور حصہ لیا ہے لیکن ایسے مراسلات اور مضامین کی اشاعت کو نظرانداز کیا ہے جو ڈاکٹر اسرار احمد کے نظریات (جو اسلامی احکام پر مبنی ہیں) کی تائید میں ان کو بھیجے گئے ہیں، ان میں سے صرف قدرے قلیل چیزیں شائع کی گئی ہیں ۔ یہی رویّہ ہمارے اکثر مشہور اردو اخبارات کا رہا ہے ۔ یہ بات اس بنیاد پر کہی جا رہی ہے کہ اکثر مراسلہ نگاروں نے ان مراسلات کی نقول ہمیں بھی ارسال کی تھیں جو مختلف اخبارات کو بھیجی گئی تھیں ۔ جن میں سے کثیر تعداد میں مراسلات ان اخبارات میں شائع نہیں کئے گئے ۔

مارشل لاء کے قوانین وضوابط کی صریح خلاف ورزی کرتے ہوئے ایک صوبے کے گورنر صاحب کی بیگم صاحبہ کی زیرِ قیادت جلوس کی شکل میں کراچی ٹی وی اسٹیشن پر ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے خلاف جو مظاہرہ ہوا تھا، اس پر ہماری معلومات کے مطابق مشہور اخبارات میں سے جسارت کراچی وہ موقر روزنامہ ہے جس نے اس پر بھرپور گرفت اور تنقید کی تھی یا نوائے وقت لاہور نے اپنے ادارتی کالم میں اس پر موثر احتجاج کیا تھا ۔ اس ادارتی کالم کا یہ متعلقہ حصہ قارئین "الاعتصام لاہور" کے اداریے میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں جو اسی شمارے میں شامل ہے ۔ باقی رہا دوسرے مشہور روزناموں کا معاملہ! تو جیسا کہ عرض کیا گیا ہماری معلومات کی حد تک اس معاملے میں کسی نے بھی نوٹس نہیں لیا ۔ یہ صورتِ حال نہایت افسوس ناک ہے ۔

جب روزناموں کے کردار کا تذکرہ ہوا ہے تو اس بات کا اظہار قطعی برمحل

ہوگا کہ اس معاملے میں روزنامہ جسارت کراچی نے فی الواقع ایک اسلامی اقدار کے علمبردار اور بیباک اخبار کا کردار نہایت ہی اعلیٰ سطح پر انجام دیا ہے۔ اس نے جس غیرت و حمیت دینی کا ثبوت دیا ہے اس اخبار کیلئے باعث افتخار ہے اگر یہی جذبہ عشر عشیر کی حد تک ہی سہی، ہمارے ملک کے دوسرے کثیر الاشاعت روزناموں میں پیدا ہو جائے تو ہمارے معاشرے کی تطہیر افکار اور تعمیر سیرت و کردار میں بڑی مدد مل سکتی ہے۔ ہمیں یہ عرض کرتے ہوئے بڑا دکھ ہے کہ اس وقت دینی و اخلاقی اور معاشرتی سطح پر ہمارا معاشرہ جس تیزی کے ساتھ زوال و انحطاط پذیر ہے، اس میں بہت سے عوامل کے ساتھ ان اخبارات کا بھی کافی حصہ ہے جن کا مطمح نظر محض حُبِّ عاجلہ ہے۔

کراچی ٹی وی اسٹیشن پر خواتین کے مظاہرے اور 'الھُدیٰ' پروگرام کو رُکنے کے مطالبے پر تحریکِ اسلامی کے قائد جناب میاں طفیل محمد صاحب نے حیدر آباد میں ۱۸ تا ۲۰، مارچ کو منعقدہ سہ روزہ سیرت کانفرنس میں اس واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے جو کچھ ارشاد فرمایا تھا، اس کی رپورٹ روزنامہ جسارت کراچی نے ان الفاظ میں کی ہے :

> " یہ ملک کروڑوں مسلمانوں کی جانی و مالی قربانیوں اور عصمت مآب بہنوں کے صدقے میں قائم ہوا ہے۔ یہاں جو بھی خدا کے قانون اور شریعت کو نیچا دکھانے کی کوشش کرے گا۔ اس کا حشر غلام محمد، اسکندر مرزا، یحییٰ، بھٹو سے مختلف نہیں ہوگا۔۔۔۔
> میاں طفیل نے ٹی وی پر درس قرآن کے پروگرام کے خلاف چند بیگمات کے مظاہرے پر شدید غم و غصے کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ یہ صورت حال نہ ہم برداشت کریں گے نہ قوم برداشت کرے گی۔"

ؔلہ مزاحیہ و طنزیہ لیکن فکر یہ کلام پیش کرنے والے ملک کے نامور شاعر دہلوی کا ایک قطعہ "تعریض" اس مفہوم کو خوب ادا کرتا ہے۔ قطعہ یہ ہے۔

سیکھو کسی عورت سے یہاں طنز کے انداز — کس طرح رُلا دیتی ہے وہ اپنے عدو کو
سوکن کے عوض کوستی ہے اپنے تئیں کو — کہتی تو ہے بیٹی کو، سناتی ہے بہو کو

مزید براں اس سیرت کانفرنس میں ایک قرارداد بھی منظور ہوئی۔ جس میں مطالبہ کیا گیا کہ مظاہرے میں شریک خواتین کے خلاف مارشل لاء کے ضوابط کے تحت کارروائی کی جائے اور ڈاکٹر اسرار احمد کا ٹی وی پر "الہدیٰ" کا پروگرام جاری رکھا جائے۔

تحریکِ اسلامی کے قابلِ ذکر زعماء نے مختلف بیانات اور رسائل میں خواتین کے مظاہرے اور "الہدیٰ" کے پروگرام کو بند کرنے کے مطالبے کی پرزور مذمت کرتے ہوئے اس بات کا اظہار کیا ہے کہ اگر "الہدیٰ" جیسا موثر و مفید پروگرام بند کیا گیا تو اس کا ردِعمل حکومت کے لئے نہایت تشویش ناک ہوگا۔ اس ملک میں اسلام کے والہ و شیدا ہزاروں اور لاکھوں مسلمان (مرد و خواتین) اس پر احتجاج کے لئے سڑکوں پر نکل آئیں گے۔ اس طرح حکومت کے لئے لاء اینڈ آرڈر کا ایسا مسئلہ کھڑا ہو سکتا ہے کہ جو اس کے قابو سے باہر ہو جائے اور ملک کو ایک المیہ سے دوچار ہونا پڑے

ایک معتبر ذریعے سے معلوم ہوا ہے کہ مولانا اصلاحی صاحب نے ڈاکٹر صاحب کے موقف کی تصویب فرمائی ہے اور مبارک باد دی ہے۔ مزید معلوم ہوا ہے کہ مولانا فضل الرحمٰن صاحب خلف اکبر مولانا مفتی محمود مرحوم و مغفور نے بھی پُرزور طریقہ پر ڈاکٹر صاحب کے نظریات کی حمایت کی ہے۔ اسی ضمن میں مولانا حامد میاں اور مفتی محمد حسین نعیمی مدظلہما جیسے جید علماء نے بھی ڈاکٹر صاحب کے خیالات کی تائید و توثیق کی ہے۔

بے شمار حضرات و خواتین نے اس کا اظہار کیا ہے کہ جب "نیلام گھر" جیسا محض تفریحی پروگرام چھ سات سال تک ٹی وی پر دکھایا جاتا رہا ہے۔ جس کے ایک پروگرام پر لاکھوں روپے صرف ہوتے رہے ہیں۔ جب "سارے دوست ہمارے" جیسا پروگرام برسوں سے باقاعدگی سے چلتا آرہا ہے۔ جو ہر لحاظ سے ایک تخریبی پروگرام ہے جو ملت اسلامیہ پاکستان کے بچے اور بچیوں کو گویا بجانے کی شیطانی تعلیم پر مشتمل ہوتا ہے۔ مزید براں ہر ہفتے تین چار مختلف ناموں سے موسیقی کے پروگرام ہوتے ہیں جن میں سوائے

تخریبی عنصر کے افادیت کا کوئی پہلو نہیں ہوتا۔ پھر ہر ہفتے دو تین ایسے انگریزی پروگرام ہوتے ہیں۔ جن میں نہ کوئی تعلیمی و معلوماتی عنصر ہوتا ہے نہ تفریحی۔ ایک ایسے ملک میں جو اسلامی نظام اور اسلامی اقدار و نظریات کے لئے حاصل کیا گیا ہے اس کے سب سے زیادہ موثر ذریعہ ابلاغ میں یہ سب کچھ ہو رہا ہے تو 'الہدیٰ' جیسے پروگرام کو بند کرنے کا فیصلہ کسی طرح بھی خلوص اور اسلام دوستی کا ثبوت نہیں ہو سکتا بلکہ یہ سراسر اس کے خلاف جاتا ہے۔

اکثر حضرات و خواتین نے اپنے مراسلات، مضامین اور بیانات میں اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ 'الہدیٰ' سے بہتر، مفید اور موثر شاید ہی کوئی پروگرام ٹی وی پر پیش کیا گیا ہو۔ ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کا اسلوب بیان انداز تخاطب اور طرز استدلال نہایت دلنشین ہوتا ہے اور اس میں بلا کی تاثیر ہوتی ہے۔ ان کی تقریر میں سلاست بھی ہے۔ فصاحت و بلاغت بھی۔ وہ جدید علوم پر بھی عبور رکھتے ہیں اور علوم دینیہ پر بھی۔ ان کا طریقہ تفہیم و تذکیر خواص و عوام سب کو متاثر کیا کرتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے 'الہدیٰ' کے دروس کی ایک انتہائی نمایاں اور قابلِ قدر خوبی یہ ہے کہ وہ فرقہ واریت اور فقہی اختلافی مسائل کو سرے سے چھیڑتے ہی نہیں۔ وہ قرآن حکیم کے ان مقامات کے دروس دے رہے ہیں جن سے مسلمانوں کے سامنے وہ اساسیات آ جاتی ہیں جو ایک بندہ مومن میں اللہ تعالےٰ کو مطلوب اور اس کی ذاتِ تبارک و تعالےٰ کو محبوب ہیں۔ ان حضرات و خواتین نے اس رائے کا شدت سے اظہار کیا ہے کہ اگر ان تمام محاسن کے باوجود مٹھی بھر مغرب زدہ خواتین اور حضرات یا گنتی کے ان نام نہاد علماء (جن کا مقصود و مطلوب فرقہ واریت کو ہوا دینا ہے) کے مطالبے پر یا ان کی خوشنودی کے لئے الہدیٰ کا پروگرام بند کیا گیا تو درحقیقت یہ ایک دردناک المیہ ہو گا۔

ہم ذاتی علم کی بنیاد پر عرض کرتے ہیں کہ 'الہدیٰ' کے پروگرام کے اجرا کے سلسلے میں سیکرٹری شعبہ اطلاعات و نشریات سے

خط وکتابت ہوئی تھی تو ڈاکٹر صاحب کے منتخب قرآنی نصاب کے ۴۸ دروس کی فہرست، مقامات کے حوالے جات اور موضوعات کے ساتھ ارسال کی گئی تھی گو ان ۴۸ دروس کی تکمیل کے لئے باقاعدہ معاہدہ تو نہیں ہوا تھا۔ لیکن "الہدیٰ" کے اجرا کی منظوری سے متعلق سیکرٹری صاحب کے خط سے واضح یہی ہوتا تھا کہ ۴۸ دروس کی منظوری دی جارہی ہے۔ وقت کی کمی کی وجہ اکثر دروس چار یا پانچ نشستوں میں مکمل ہوتے ہیں۔ مارچ میں ختم ہونے والی سہ ماہی تک ان ۴۸ دروس میں سے صرف ۱۳ دروس مکمل ہوتے تھے اب اپریل سے جون تک کے لئے دو دروس کی ریکارڈنگ ہوئی ہے اس طرح ۱۵ دروس مکمل ہوں گے اور ۳۳ دروس باقی رہ جائیں گے۔ جس وقت ڈاکٹر صاحب نے یہ پروگرام شروع کیا ہے تو یہ پیش کش بھی کردی تھی کہ اگر ان کو درس کے لئے ایک گھنٹے کا وقت دیا جائے تو وہ اس سلسلے میں کسی قسم کا کوئی معاوضہ یا آنریریم نہیں لیں گے۔ ڈاکٹر صاحب نے محترم جنرل محمد ضیاء الحق صاحب کو ۱۴ اگست ۸۱ء کو ایک ذاتی خط بھی تحریر کیا تھا۔ جس میں "الہدیٰ" کے پروگرام کے سلسلہ میں یہ پیراگراف بھی شامل تھا۔

"الہدیٰ" کا ٹی وی پروگرام بفضلہ تعالیٰ جس قدر مقبول ہوا ہے۔ اس کا اندازہ آپ کو یقیناً ہو گیا ہوگا۔ کیا آپ اس کے باوجود اس کے وقت میں اضافے کی ہدایت جاری نہ فرمائیں گے؟ فی الوقت ٹی وی والے مجھے اپنے طے شدہ شرح پر معاوضہ دے رہے ہیں اور وہ میں قبول بھی کر رہا ہوں۔ لیکن میری پیش کش پہلے بھی تھی اور اب بھی ہے کہ میں یہ خدمت بالکل بلا معاوضہ کرنے کے لئے تیار ہوں لیکن اس کا وقت کم از کم ایک گھنٹہ ہونا چاہئے۔ چالیس پنتالیس منٹ کا بیان ہو اور پندرہ منٹ کے سوال و جواب"

بہرحال آئندہ سہ ماہی (جولائی ۸۲ئہ) سے یہ پروگرام بند ہوتا ہے یا جاری رہنا ہے اس کا حقیقی علم تو صرف اللہ تعالےٰ کو ہے۔ البتہ ٹی وی کے کارپردازان سے خالصتاً نصح وخیرخواہی کے جذبے سے عرض ہے کہ اگر انہوں نے اس مفید پروگرام کو بند کرنے کا فیصلہ کیا تو اس ملک میں پھر ایک ردِّعمل اور ہیجان پیدا ہونے کا شدید اندیشہ ہے۔ ان کے علم میں آ ہی چکا ہے کہ الہدیٰ کو اپریل سے بند کرنے کے فیصلے کے خلاف پاکستان گیر پیمانے پر ہر مکتبہ فکر اور ہر شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والے اسلام کے شیدائیوں کی طرف سے کتنا شدید احتجاج ہوا ہے۔ ملک کے داخلی اور خارجی حالات اس قسم کے احتجاجات کے متحمل نہیں ہو سکتے لہٰذا دور اندیشی کا تقاضا یہ ہے کہ جو فیصلہ بھی کیا جائے وہ اسلام، نظریہ پاکستان اور امن وامان کے مفادات کو سامنے رکھ کر کیا جائے اسی میں اس ملک اور ہم سب کی فلاح ہے۔

ٹی وی کے ارباب اختیار کی طرف سے اعلان ہوا تھا کہ 'الہدیٰ' کی جگہ 'فہمِ قرآن' کے نام سے ایک نیا پروگرام شروع ہوگا۔ تعجب ہے کہ وہ پروگرام اس سہ ماہی میں کیوں شروع نہیں کیا گیا۔

اگر واقعتاً اور اخلاص کے ساتھ اس ملک میں معاشرے کے افکار کی تطہیر اور سیرت وکردار کی تعمیر، اسلامی تعلیمات کی اساسات پر کرنی مقصود ومطلوب ہے تو 'الہدیٰ' اور 'فہم قرآن' ہی نہیں کتاب وسُنّت کی تعلیمات پر مشتمل روزانہ ایک یا کم از کم ہفتہ میں چار پروگرام ہونے ضروری قرار دیئے جانے چاہئیں۔ جس میں الہدیٰ، فہم قرآن، اور دوسرے عنوانات کے تحت تفہیم وتعلیم القرآن کے لئے ملک کے جیّد علماء کو دعوت دی جانی چاہیئے۔ "بصیرت" اور "فرمانِ الٰہی" کے عنوانات کے تحت جو روزانہ پروگرام ہوتے ہیں وہ اس مقصد کو کما حقہ پورا نہیں کرتے ــــ 'الہدیٰ' کے جاری رہنے یا بند ہونے کے متعلق ڈاکٹر صاحب کی جو رائے ہے وہ ایک اخباری رپورٹر کے حوالے سے اسی شمارے میں کسی جگہ قارئین کی نظر سے گذرے گی۔

آخر میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ روزنامہ جنگ کے جمعہ میگزین (۱۲ار تا ۱۸ مارچ) میں ڈاکٹر صاحب کا جو انٹرویو شائع ہوا تھا۔ اس میں خواتین سے متعلق ضمنی سوالات وجوابات جس انداز سے شائع ہوئے ہیں۔ وہ بھی پیش کر دیئے جائیں۔ اس کی روشنی میں محترم ڈاکٹر صاحب کے "اسلام میں عورت کا مقام" کے موضوع پر اس شمارے میں شائع شدہ خطاب کو سمجھنے میں ان شاء اللہ مدد ملے گی ۔ یہ سوالات وجوابات انٹرویو کے تقریبًا وسط میں ہوئے تھے :۔

س ۔ کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ مختلف موضوعات پر میں پوچھتا جاؤں اوّل یہ کہ عورت کے دائرہ کار کے بارے میں آپ کی رائے ؟ . . . .

ج ۔ اسے تو میں فورًا متعیّن کر دوں گا کہ وہ گھر کے اندر رہے اور جتنی ورکنگ خواتین ہیں ان کو فورًا پنشن پر بھیج دیا جائے ۔ . . .

س ۔ اس کا فائدہ تو ان کو ہوگا جو ملازمت میں ہیں، پنشن ان کو آپ نے دے دی لیکن جو ملازم نہیں ہیں جو آئندہ ملازمت میں نہ آسکیں گی ان کو پنشن نہیں ملے گی ۔ ؟

ج ۔ ہاں جو اس وقت سروس میں ہیں ان کی کوئی صورت کر کے ان کے خرچ کی جو بھی ضروریات ہیں . . . ۔

س ۔ آئندہ خواتین کی سروس کے بارے میں کسی شعبے میں . . . ۔

ج ۔ آئندہ خواتین ملازمت میں نہیں آئیں گی ہاں میڈیکل کے بارے میں کچھ ہو سکتا ہے . . . .

س ۔ اسکولوں اور کالجوں کی تدریس کے لئے . . . .

ج ۔ ان کا علیحدہ نظام ہو ۔ لیکن یہ کہ ہمارے دفاتر میں ہمارے سٹوڈیو میں پی آئی اے میں ہوسٹس قطعًا نہیں، خواتین کا اپنا انتظام ہو اور وہاں یہ پڑھائیں ۔

س ۔ حجاب رُو کے بارے میں . . . . .

ج ۔ ہاں میں اس کا شدّت سے قائل ہوں ۔

س ۔ چہرہ اور ہاتھ مستثنیٰ ہونے کی جو رائے ہے آپ اس کو ...

ج ۔ نہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میں اس کا قائل نہیں ہوں ۔

س ۔ تفریحات کے ضمن میں آپ کیا سمجھتے ہیں مثلاً ٹیلی ویژن ہے، اس میں کس نوعیت کی تبدیلی یا اصلاح آپ تجویز کریں گے ؟ آپنے یہ بھی پچھلے دنوں کہا تھا کہ خواتین نہیں بیٹھ سکتیں تو موقف تو آپ کا واضح ہوگیا ۔

ج ۔ خواتین اناؤنسرز ۔ ۔ ۔ ۔ میں اسکو گوارہ نہیں کرونگا ۔

س ۔ مرد اناؤنسرز کو خواتین دیکھیں گی ۔

ج ۔ اس حد تک مرد کا عورت کو دیکھنا اور عورت کا مرد کو دیکھنے میں فرق ہے ۔

س ۔ مرد پروگرام پیش کریں اور گھروں میں بیٹھی خواتین دیکھ لیں ۔ آپ کوئی حرج نہیں سمجھتے اور یہ جو ڈرامہ ہے اس میں کچھ پہلو رومانس کے بھی ہوتے ہیں ؟

ج ۔ میں قائل نہیں ہوں ۔ ڈرامہ نہیں ہونا چاہیئے ۔

یہ انٹرویو جو جنگ کے تقریباً بارہ کالموں پر محیط ہے اس پورے انٹرویو میں خواتین کے مسئلے سے متعلق ان سوال وجواب کا حصہ بمشکل نصف کالم بنتا ہے۔ اس انٹرویو میں ملک کے سیاسی، معاشی، معاشرتی معاملات، سیاسی جماعتوں کے روز افزوں اختلافات اور ان کے اسباب اور نقصانات، دعوت و تبلیغ کی اہمیت اور اس کی کمی کے مسائل، اسلامی نظام کی پیش رفت میں رکاوٹ اور سست روی کے اسباب اور ایسے ہی بہت سے موضوعات پر مفصل سوالات وجوابات ہوئے ہیں ۔ لیکن جنگ کے اس میگزین پر جو سرخی نمایاں کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ "ٹیلی ویژن پر ڈرامے نہیں ہونے چاہئیں" ڈاکٹر اسرار احمد سے انٹرویو "

یہ بات حاشا وکلا ہم نے کسی معذرت خواہانہ طور پر نہیں کہی گئی ہے ۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنے جوابات میں بہت ہی اختصار کے ساتھ اسلام میں خواتین کے حقیقی مقام اور اس کے دائرہ کار کے متعلق اپنا نقطہ نظر پیش کیا ہے ۔

البتہ اس وقت دلائل و براہین کا موقع نہیں تھا جن کو موصوف نے اپنے خطاب میں پیش کیا ہے جو آپ اسی شمارے میں ملاحظہ فرمائیں گے ۔

اس خصوصی اشاعت کی وجہ سے پرچہ تاخیر سے شائع ہو رہا ہے جس پر ہم معذرت خواہاں ہیں ۔ ساتھ ہی میثاق میں بالاقساط شائع ہونے والے مضامین "الکتاب" اور "اسوۂ رسولؐ" نیز چند دوسرے مضامین شامل نہیں ہو سکے ۔ ان شاء اللہ یہ مضامین آئندہ شمارے میں پیش ہوں گے ۔

مارچ اور اپریل میں ڈاکٹر صاحب کے دعوتی دوروں کی تفصیلات بھی اس شمارے میں شامل نہیں ہو سکیں ۔ جبکہ ان دو مہینوں میں بھی ڈاکٹر صاحب کے بیرونِ لاہور کئی دعوتی دورے ہوئے ۔ ان شاء اللہ اسکی اجمالی رپورٹ بھی آئندہ شمارے میں پیش کی جائے گی ۔

ان محاضرات میں جو مقالات پیش ہوئے تھے وہ ان شاء اللہ ، "حکمت قرآن" میں شائع ہوں گے ۔ جس کی باقاعدہ اشاعت ان شاء اللہ جولائی ۸۲ء سے شروع ہو جائے گی ۔

الحمدللہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کا سالانہ اجلاس ۲۳ مارچ کو منعقد ہوا جس میں قواعد و ضوابط کے مطابق جملہ کاروائی اور دو سال کیلئے مجلسِ منتظمہ کا انتخاب عمل میں آیا ۔ نیز اس اجلاس میں ڈاکٹر صاحب نے انجمن کی دس سالہ کارگزاریوں کے سلسلے میں ایک مفصل تقریر کی ۔ انتخاب اور ناظمین کے تقرر کی رپورٹ جناب محمد بشیر ملک صاحب ، معتمد ، کی جانب سے پیشِ خدمت ہے ۔

(بقیہ صـ ۱۶)

۳ -	ناظم بیت المال	شیخ محمد عقیل صاحب
۴ -	محاسب	شیخ محمد اشرف صاحب
۵ -	ناظم نشر و اشاعت	جناب قمر سعید قریشی صاحب

محمد بشیر ملک (معتمد)

مجلس منتظمہ کا انتخاب

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے دستور کی دفعہ ۳ شق (ک) کیمطابق انجمن کے سالانہ اجلاس عام منعقدہ ۲۳ ر مارچ ۱۹۸۱ء کے موقع پر دیگر امور کی انجام دہی کے علاوہ مجلس منتظمہ کا انتخاب بھی کیا گیا - جس کے نتیجے میں مندرجہ ذیل حضرات آئندہ دو سال کے لئے مجلس منتظمہ کے ارکان منتخب ہوئے —

حلقہ مؤسسین اور محسنین میں سے :-

(۱) جناب قمر سعید قریشی صاحب (۲) شیخ محمد عقیل صاحب (۳) ڈاکٹر ظہیر احمد صاحب (۴) میاں محمد رشید صاحب (۵) قاضی عبدالقادر صاحب (۶) چوہدری نصیر احمد ورک صاحب

حلقہ مستقل ارکان میں سے -

(۱) ڈاکٹر نسیم الدین خواجہ صاحب (۲) محمد بشیر ملک

حلقہ عام ارکان میں سے

(۱) جناب رحمت اللہ بٹر صاحب (۲) ڈاکٹر ابصار احمد صاحب (۳) جناب الطاف حسین صاحب (۴) پروفیسر اختر الحسن بھٹی صاحب

مندرجہ ذیل دو حضرات کو صدر مؤسس نے دستور انجمن کی دفعہ ۳ شق (ھ) کے تحت نامزد کیا -

محسنین میں سے میاں ظہور الحق صاحب اور عام ارکان میں سے شیخ محمد اشرف صاحب

نئی مجلس منتظمہ کا پہلا اجلاس انجمن کے صدر دفتر واقع قرآن اکیڈمی میں یکم اپریل ۱۹۸۲ء کو منعقد کیا گیا جس میں صدر مؤسس نے مجلس منتظمہ کے ارکان میں مندرجہ ذیل اعزازی ناظمین برائے سال ۸۳-۸۲ مقرر کئے -

(۱) ناظم اعلیٰ : قاضی عبدالقادر صاحب

(۲) - معتمد محمد بشیر ملک

اِسلام

میں

عورت کا مقام

ڈاکٹر اسرار احمد (امیر تنظیمِ اسلامی)

کا

ایک اہم خطاب

روزنامہ جنگ لاہور، کراچی، راولپنڈی، کوئٹہ کے جمعہ میگزین (۱۲، تا ۱۸، مارچ ۸۲ء) میں جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کا ایک انٹرویو شائع ہوا تھا جس میں خواتین سے متعلق بھی چند ضمنی سوالات کے جواب میں موصوف نے اسلام کی تعلیمات کے مطابق اپنا فکر اور نظریہ بیان کیا تھا۔ تیز رفتاری سے یکے بعد دیگرے سوالات کی صورت میں دلائل پیش کرنے کا موقع ہی نہیں تھا۔ انٹرویو کے اس حصے پر ملک بھر میں "روشن خیال" خواتین و حضرات کی طرف سے ڈاکٹر صاحب کے خلاف مضامین، مراسلات، بیانات اور تقاریر کا ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا۔ حتیٰ کہ کراچی ٹیلیویژن اسٹیشن پر خوش حال اور اعلیٰ مناصب پر فائز حضرات کی خواتین نے ٹی وی کے پروگرام "الہدیٰ" کو بند کرنے کے مطالبے کے لئے مظاہرہ کیا۔ جس کی خبریں اخبارات میں نمایاں کر کے شائع کی گئیں۔ اس پس منظر میں ڈاکٹر صاحب نے ۲۲، مارچ کو مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے سالانہ اجلاس کے موقع پر اور ۲۶، مارچ کو مسجد دارالسلام لاہور کے خطاب جمعہ میں مندرجہ بالا موضوع پر تقاریر کیں ــــ جمعہ کے اس اجتماع میں لاہور کے علاوہ پنجاب کے دوسرے شہروں سے بھی بہت سے حضرات نے شرکت فرمائی۔ حاضری کا یہ عالم تھا کہ اس مسجد میں عیدین کے جو اجتماعات ہوتے رہے ہیں، ان سے بھی متجاوز تھی۔ ان دو خطابات کو ٹیپ سے منتقل کر کے معمولی حک و اضافے اور ضمنی عنوانات کے ساتھ قارئین میثاق کے استفادہ کے لئے پیش کیا جارہا ہے۔ (ادارہ)

الحمد للہ وکفی والصلوٰۃ والسلام علی عبادہ الذین اصطفی خصوصاً علی افضلھم
وخاتم النبیین محمد الامین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔ اما بعد
فقال اللہ تبارک وتعالی فی سورۃ الاحزاب'
فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ وَبَنٰتِکَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْھِنَّ مِنْ
جَلَابِیْبِھِنَّ ؕ ذٰلِکَ اَدْنٰٓی اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ ؕ وَکَانَ اللّٰہُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ۝ (آیت ۵۹)

حضرات! اخبارات کے اعلانات سے آپ کے علم میں آگیا ہوگا کہ مجھے آج کے اس اجتماعِ جمعہ میں "اسلام میں خواتین کا مقام" کے موضوع پر گفتگو کرنی ہے۔ اس کا سبب بھی آپ کو معلوم ہوگا کہ اس مسئلے سے متعلق میرے نظریات وافکار پر جو درحقیقت قرآن وسنّت سے ماخوذ ہیں اخبارات میں بحث وتمحیص اور بیانات ومراسلات کا ایک سلسلہ چل نکلا ہے اور ابھی خاصی ایک ہلچل سی پیدا ہوگئی ہے۔ اس موضوع پر اظہارِ خیال سے قبل میں چاہوں گا کہ یہ عرض کردوں کہ یہ بات شروع کیسے ہوئی۔ اس ضمن میں پہلے مجھے چند وضاحتیں پیش کرنی ہیں۔

وضاحتیں

پہلی وضاحت یہ ہے کہ میری آراء سے متعلق جو لفظ "بیان" منسوب کیا گیا ہے تو یہ درست نہیں ہے۔ میں نے اس مسئلہ پر نہ کوئی اخباری بیان دیا ہے نہ ہی خاص اس موضوع پر کوئی تقریر کی ہے کہ تمام سرکاری ملازم خواتین کو فوراً پنشن دے کر گھروں میں بند کر دیا جائے اور نہ ہی خاص اس مسئلہ پر کوئی انٹرویو دیا ہے۔ اگرچہ اسی مسجد دارالسلام میں خطبات جمعہ میں "اسلام کے معاشرتی نظام" کے ذیل میں 'اسلام میں عورت کا کیا مقام ہے' کے موضوع پر میں گفتگو کر چکا ہوں لیکن یہ آج سے تقریباً تین چار ماہ قبل کی بات ہے۔ ـــــ اخبارات میں اس موضوع کے زیر بحث آنے کا سبب میرے وہ چند جملے بنے ہیں جو روزنامہ جنگ لاہور میں میرے ایک انٹرویو میں شامل ہیں جو تقریباً دو ماہ قبل لیا گیا تھا اور واقعہ یہ ہے کہ اس کو صحیح طور پر انٹرویو بھی نہیں کہا جاسکتا۔ یہ نجی گفتگو اور انٹرویو کے بین بین کی چیز تھی۔ ہوا یہ تھا کہ روزنامہ جنگ سے جناب ارشاد احمد صاحب حقانی نے مجھ سے ملاقات کا وقت مانگا۔ ان کا ۱۹۵۶ء کے وسط تک جماعتِ اسلامی سے رکنیت کا تعلق رہ چکا ہے اور میری ان سے پرانی راہ ورسم رہ چکی تھی۔ میں نے رضامندی ظاہر کردی تاکہ مراسم کی تجدید ہو جائے۔ اور یہ بات میرے لئے بڑی خوش کن بات تھی۔ مجھے اس بات کا قطعاً اندازہ نہیں تھا کہ اس گفتگو کی شکل ایک انٹرویو کی ہو جائے گی۔ اگر

مجھے پہلے سے معلوم ہوتا کہ ملاقات کا مقصد انٹرویو لینا ہے تو میں ذہناً تیار ہوتا اور محتاط انداز میں بات کرتا۔ اگرچہ ان کی تشریف آوری پر مجھے معلوم ہو گیا تھا کہ یہ گفتگو انٹرویو کی نوعیت کی ہوگی چونکہ ان کیساتھ ٹیپ ریکارڈر بھی تھا اور کیمرہ مین بھی۔ میں نے تصاویر بنوانے سے تو معذرت کر دی البتہ انکے سوالات کے جوابات دیتا رہا جس میں بے تکلفی کا عنصر غالب رہا۔ جیسا کہ میں نے ابھی عرض کیا کہ میں پہلے سے ذہناً انٹرویو کے لئے تیار نہ تھا۔ لہٰذا گفتگو کے اختتام پر میں نے ان سے عرض کیا کہ اس گفتگو کو ٹیپ سے منتقل کر کے مجھے دکھا ضرور دیں۔ انہوں نے اس کا وعدہ نہیں کیا لیکن مجھے اطمینان دلایا کہ کوئی ایسی ویسی بات نہیں ہوگی۔ سب ٹھیک ٹھاک ہوگا' میں خاموش ہو گیا۔ چونکہ حقّانی صاحب جماعت اسلامی میں میرے بزرگوں میں سے تھے۔ لہٰذا میں مروّت کے خیال سے اصرار نہ کر سکا۔ لیکن انہوں نے ستم یہ کیا کہ اس تمام گفتگو کو جوں کا توں نقل کر کے شائع کر دیا۔ اس کی نہ نوک پلک درست کی نہ جہاں تابڑ توڑ سوالات کی وجہ سے جوابات میں جو تشنگی رہ گئی تھی یا بے تکلفی کے ماحول کی وجہ سے کہیں کہیں تیکھا پن آگیا تھا' اس کو درست کیا۔[1] اگرچہ جو باتیں انہوں نے نقل کی ہیں' وہ میری یادداشت کی حد تک درست ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ اس میں انہوں نے کوئی بات اپنی طرف سے شامل کی ہے۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ ایسی بے تکلفانہ اور برجستہ گفتگو کی بعض باتوں کو اگر جوں کا توں نقل کر دیا جائے وہ بھی اخبار میں تو اس کا تاثر مختلف ہو سکتا ہے جیسا کہ ہوا۔ اگر یہی خیالات مرتب ہو کر اور دلائل کے ساتھ آتے تو شاید اس قسم کا فوری ہنگامہ اٹھ کھڑا نہ ہوتا ـــــ میں نے سوچا تھا کہ اس مسئلہ کی وضاحت میں ایک اخباری بیان دے دوں۔ لیکن مجھے اندیشہ ہوا کہ اخبارات میرے بیان میں ترمیم نہ کر دیں یا اس کی ترتیب بدل کر کچھ کا کچھ نہ بنا دیں۔ پھر اس بات کا بھی خیال آیا کہ بیان جاری کرنے میں ایک معذرت خواہانہ انداز ظاہر ہوگا۔ لہٰذا میں نے یہ ارادہ ترک کر دیا۔ میں نے یہ فیصلہ کیا کہ اگر میرے حقیقی خیالات و نظریات اس طور پر سامنے آگئے ہیں تو اسی میں خیر ہوگا۔ یہ من جانب اللہ ہے۔ اب ہرچہ بادا باد۔ بیان بازی سے اس صحیح بات کو ضعف نہیں پہنچانا چاہئے۔

دوسری وضاحت وہ ہے جس کو میں مختلف مواقع پر پیش کرتا رہا ہوں۔ آج اس کا اعادہ کر رہا ہوں کہ مطالعۂ قرآن و سُنّت کے نتیجے میں میری کچھ آراء اور نظریات اسلام کے سیاسی' معاشرتی اور

---

[1] اس پر مستزاد یہ کہ خواتین کے متعلق گفتگو جو محض ضمنی تھی لیکن اسی کو اس انٹرویو کا اصل موضوع قرار دیکر اسی کے مطابق عنوانات اور نمایاں سرخیاں لگائی گئیں۔ (مرتب)

معاشی نظاموں کے بارے میں مستقل طور پر قائم ہیں جن کو تفہیم و تعلیم کے مقصد کے تحت میں تقریباً ڈیڑھ سال سے اجتماعاتِ جمعہ میں کتاب و سنّت کے دلائل کے ساتھ پیش کرتا رہا ہوں ــــــ لیکن میں ان میں سے کسی مسئلہ کو بھی ایشوع (ISSUE) بنا کر کوئی تحریک یا مہم چلانا صحیح نہیں سمجھتا. مثلاً اس وقت بحالیٔ جمہوریت کی تحریک چلائی جائے تو اس سے SECULAR DEMOCRACY کے نام لیوا حضرات کو تقویت حاصل ہوگی۔ اسی طرح اجارہ داری اور غیر اسلامی اصولوں پر چلنے والی مزارعت یا مضاربت کے خلاف کوئی مہم چلائی جائے تو اس کا فائدہ سوشلسٹوں اور کمیونسٹوں کو پہنچے گا۔ اس لئے میرے نزدیک ایسے اقدامات سے اسلام کو فائدہ کے بجائے نقصان پہنچنے کا زیادہ احتمال ہے۔

تیسری وضاحت یہ ہے کہ حقیقی اور واقعی اسلامی نظام کے نفاذ کے ضمن میں میرا نظریہ یہ ہے کہ یہ اوپر سے نیچے ٹھونسنے والا معاملہ نہیں ہے یعنی اگر صاحبِ اقتدار طبقہ چاہے کہ وہ اسلام کو نافذ کر دے تو ایسا اقدام مستحکم اور پائیدار نہیں ہوگا۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ عملی سیاست سے صرفِ نظر کرتے ہوئے خالصتاً نصح و خیر خواہی کے جذبے اور رضائے الٰہی کے نصب العین کو اختیار کر کے ایک مؤثر تحریک بپا ہو اور وہ معاشرے میں عبادتِ ربّ کی دعوت پر اپنی تمام توانائیاں اور توجہات کو مرکوز رکھے ۔ لوگوں میں بحیثیت مسلمان جینے اور مرنے کا جذبۂ صادق پیدا کرے۔ ان کو حقیقی طور پر اللہ کا بندہ بننے کی نصیحت و وصیت کرے اور ان کے دلوں میں ایمان حقیقی کے بیج کی آبیاری کرے۔ ان کو اس مقصد کے لئے تیار کرے کہ وہ اپنے اپنے گھروں میں اور خود اپنے اوپر اپنی انفرادی زندگی کے دائرہ عمل میں اسلام کو نافذ کریں۔ تاکہ پھر ملک میں اجتماعی سطح پر صحیح اسلامی نظام نافذ ہو سکے۔ یہ تحریک جتنی جتنی مضبوط جڑیں پکڑتی رہے گی۔ اسی تناسب سے پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ اور اس کے استحکام کے امکانات روشن ہوتے چلے جائیں گے ــــ اس موقع پر ایک اشکال کا ازالہ ضروری ہے وہ یہ کہ جب میرا نظریہ یہ ہے کہ اسلام مضبوط بنیادوں پر اوپر سے نہیں بلکہ نیچے سے صحیح کام کرنے کے نتیجے میں نافذ ہو سکے گا تو پھر میں صدر محمد ضیاء الحق صاحب سے یہ کیوں مطالبہ کرتا رہتا ہوں کہ وہ پورے کا پورا اسلام نافذ کریں ــــ ان سے میں یہ اس لئے کہتا ہوں کہ ان کا موقف ہی یہ ہے کہ انہوں نے اقتدار سنبھالا ہی اس لئے ہے کہ وہ اس ملک میں اسلام کی جڑوں کو مضبوط کر کے اس کو فی الواقع نافذ کرنا چاہتے ہیں۔ لہٰذا جو شخص اس موقف اور مقصد کے ساتھ ملک کا اقتدار ہاتھ میں رکھنے کا مدعی ہو اور جس کے متعلق رائے بھی یہ ہو کہ وہ ایک مخلص اور پابند شریعت مسلمان ہے تو ایسے شخص سے یہ مطالبہ بالکل جائز اور حق بجانب ہے کہ وہ

اپنے قول اور دعوے کا عملی ثبوت پیش کرے۔ اس کے بغیر اس کا اقتدار ہاتھ میں رکھنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔ پھر یہ کہ اسلام کُل کا کُل نافذ کیا جائے۔ اس کو جُزوی طور پر نافذ کرنے اور تدریج کے فلسفے کو پیشِ نظر رکھنے کا نظریہ صحیح نہیں ہے۔ بلکہ ہو سکتا ہے کہ ایسے جُزوی اقدامات اسلام کو بدنام کرنے کا ذریعہ بنیں — صدر محمد ضیاء الحق صاحب کا ایک جملہ یہ بھی حال ہی میں اخبارات میں نقل ہوا ہے کہ "میں نے سارے اسلام کو نافذ کرنے کا ٹھیکہ نہیں لیا ہے"۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اخبارات میں رپورٹنگ غلط ہوئی ہے یا واقعی صدر صاحب نے یہ بات کہی ہے! بہرحال قرآن حکیم کا حکم تو یہی ہے کہ:

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِى السِّلْمِ كَاۤفَّةً	"اے ایمان والو! اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ"۔

اور احکام دشریعتِ اسلامی کے بعض حصّوں پر ایمان اور بعض حصّوں کے انکار پر بڑی سخت وعید آئی ہے۔

اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَ تَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَاۤءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ ؕ	"تو کیا تم کتاب کے ایک حصے پر ایمان لاتے ہو اور دوسرے حصے کیساتھ کفر کرتے ہو؟ پھر تم میں سے جو لوگ ایسا کریں، ان کی سزا اس کے سوا کیا ہے کہ دنیا کی زندگی میں ذلیل و خوار ہو کر رہیں اور آخرت میں شدید ترین عذاب کی طرف پھیر دیئے جائیں —؟"
سورۃ البقرہ آیت ۸۵	

یہ وعید یہود کے اس طرزِ عمل پر وارد ہوئی ہے کہ انہوں نے شریعت کے احکام کی تقسیم کر رکھی تھی۔ کچھ کو مانتے تھے اور کچھ کا انکار کرتے تھے۔ یعنی ان کو عملی زندگی سے خارج کر رکھا تھا — لیکن اس آیت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جو کوئی بھی اللہ کی شریعت کے ساتھ یہ معاملہ کرے گا وہ بھی اسی وعید کا مستوجب ہوگا چاہے وہ امتِ محمد علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ہی سے تعلق رکھتا ہو —

اکتوبر ۱۹۸۰ء میں قرآن کانفرنس کے موقع پر جو مرکزی انجمن خدام القرآن کے زیرِ اہتمام منعقد ہوئی تھی تو اس کے لئے جناب جنرل محمد ضیاء الحق صاحب نے ایک پیغام بھی ارسال کیا تھا۔ اس

موقع پر میں نے ان کو اجلاس میں موجود متصوّر کر کے کہا تھا کہ "جنرل صاحب! آپ کو اللہ تعالیٰ نے ایک بڑے امتحان میں ڈالا ہے۔ آپ کو چاہئے کہ اللہ کے نام اور اس کے بھروسے پر پورے کے پورے اسلام کو نافذ کریں۔ اس وقت نظامِ مصطفیٰؐ کی تحریک کی وجہ سے ماحول بھی سازگار ہے"۔ میں نے یہ بھی عرض کیا تھا کہ "جنرل صاحب! آپ پورے اسلام کا نفاذ کیجئے۔ اگر یہ معاشرہ اس وجہ سے آپ کو اٹھا کر پھینک دے تو کوئی بات نہیں۔ اس معاشرے نے تو بڑے بڑوں کو دوسرے اسباب سے اٹھا کر پھینک دیا ہے۔ اگر اسلام کے نفاذ کی وجہ سے کوئی شخص اقتدار اور منصب سے ہٹا دیا جائے تو اس سے بڑی سعادت اور کوئی نہیں"۔ اب بھی میں ان سے یہی کہتا ہوں اور کہتا رہوں گا۔ ماننا نہ ماننا ان کا کام ہے۔ حال ہی میں خواتین کے قضیئے کے سلسلے میں ان کی یہ بات بھی اخبارات میں نقل ہوئی ہے کہ "اتھارٹی ڈاکٹر اسرار کے پاس نہیں میرے پاس ہے"۔ قطع نظر اس کے کہ حقیقی اتھارٹی تو اللہ کے ہاتھ میں ہے لیکن اس عالمِ تشریعی میں اس وقت امرِ واقعہ یہی ہے کہ اتھارٹی ان ہی کے ہاتھ میں ہے۔ اب اگر وہ اس کو اسلام کے نفاذ کے لئے استعمال کریں اور معاشرہ اس کو قبول کرلے تو فھو المراد۔ لیکن اگر معاشرہ رد کر دے تو بھی ان شاء اللہ آخرت میں وہ سُرخرو ہوں گے۔ لیکن اگر معاملہ اس کے برعکس رہا جیسا کہ اب تک چلا آ رہا ہے تو اس کی جوابدہی بھی ان کو خود ہی کرنی ہوگی۔ میں یا کوئی اور اس ضمن میں ان کے کام نہیں آسکے گا۔
وَاتَّقُوا يَوْمًا لَّا تَجْزِي نَفْسٌ عَن نَّفْسٍ شَيْئًا وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَلَا تَنفَعُهَا شَفَاعَةٌ

—— صدر صاحب کے اس جملے پر بعض اخبار والوں نے چاہا کہ میں کوئی تبصرہ کروں اور اس طرح وہ مجھ سے کوئی تیز و تند جملہ کہلوالیں۔ میں نے کہا کہ صدر صاحب نے حقیقت کا اظہار کیا ہے۔ اس پر میں کیا تبصرہ کروں۔ ایک رپورٹر نے کہا آپ تو مجلسِ شوریٰ کے رکن ہیں۔ میں نے جواب میں عرض کیا کہ اس مجلسِ شوریٰ کے پاس بھی کوئی اختیار نہیں ہے۔ جو لوگ ایسا سمجھتے ہیں، وہ مغالطے میں ہیں یہ تو صرف مشورہ دینے کا ایک اجتماعی PLATEFORM ہے۔

میرا اصل موقف

جیسا کہ آپ میں سے اکثر حضرات کے علم میں ہے کہ موجودہ مسلم معاشرے کے متعلق میرا تجزیہ اور میری تشخیص یہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں جو اعتقادی اور عملی گمراہیاں اور بے راہ روی پوری طرح مسلّط ہے اس کا اصل سبب صدیوں کے بتدریج انحطاط و اضمحلال اور خاص طور پر انگریزوں کے دورِ غلامی اور خدانا آشنا مغربی افکار و نظریات اور تہذیب کے ذہنی استیلا کی وجہ سے ہمارے ایمان میں ضعف کا پیدا ہو جانا اور دین

کی حقیقی تعلیم و حکمت سے دور ہو جاتا ہے۔ یہی ضعفِ ایمان اور دین سے بُعد ہی ہماری تمام خرابیوں کی اصل جڑ ہے۔ اسی جڑ سے خرابیوں کی بے شمار شاخیں پھوٹی ہوئی ہیں۔ ان شاخوں سے الجھنے اور ان سے کشتی لڑنے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ اصل میں ہدف اس جڑ کو بنانا ہوگا۔ چنانچہ میں ان ہی اجتماعاتِ جمعہ میں اپنا یہ مؤقف آپ کے سامنے بیان کر چکا ہوں کہ میری جو عملی جدوجہد ہے اور میری جتنی حقیر توانائیاں اور قوتیں، صلاحیتیں اور اوقات ہیں وہ دو کاموں میں صرف ہو رہے ہیں ــــ پہلا کام یہ ہے کہ قرآن حکیم کے پیغام کی زیادہ سے زیادہ وسیع پیمانے اور اعلیٰ علمی سطح پر نشر و اشاعت کرنے کی ہر امکانی کوشش کرنا ــــ اسے آپ دعوتِ رجوع الی القرآن کہہ لیں۔ اسے آپ تعلیم و تعلّم قرآن کہہ لیں۔ بہر حال میری ان مساعی میں پیش نظر یہ ہے کہ قرآن مجید ہی دراصل ایمان کا حقیقی منبع اور سرچشمہ ہے لہٰذا ایمان کے ضعف اور اضمحلال کا اگر ازالہ ہو سکتا ہے تو اسی قرآن کے ذریعے ہو سکتا ہے۔ اس مقصد کے لئے **مَرکَزِی اَنجُمَن خُدّامُ القُرآن** قائم ہوئی ہے۔ پھر جب حقیقی ایمان پیدا ہو جائے اور اپنے حقیقی دینی فرائض کا احساس ابھرے تو جدوجہد کی دوسری سطح یہ ہے کہ ایسے لوگوں کو منظم کیا جائے تاکہ جماعتی شکل اختیار کر کے یہ لوگ کوشش کریں کہ معاشرے میں دعوتِ عبادتِ رب وسیع پیمانے اور محکم بنیادوں پر برپا ہو۔ اس کے لئے **تنظیمِ اسلامی** کا قیام عمل میں آیا ہے۔ جو ابھی ایک بہت ہی مختصر سا قافلہ ہے۔ لیکن بہر حال میری توانائیاں اس میں بھی لگ رہی ہیں ــــ تو یہ دو اصل کام ہیں، جن میں، میں ہمہ تن و ہمہ وقت لگا ہوا ہوں۔ باقی میرے دوسرے سارے کام ضمنی ہیں۔ اگر مجلسِ شوریٰ میں میری شمولیت ہے تو یہ ایک ضمنی مصروفیت ہے، بنیادی نہیں ہے۔ اس کی گواہی ہر وہ شخص دے گا جو مجھ سے کسی درجے میں بھی واقف ہو۔ سولہ سال سے تو میں لاہور ہی میں ہوں اور یہاں ان سولہ سالوں میں قرآن حکیم کے پیغام کی نشر و اشاعت میں اپنی میری حقیر مساعی سے میرا حسنِ ظن ہے کہ لاہور کا تعلیم یافتہ طبقہ بخوبی واقف ہوگا۔

مساعی کا اصل ہدف

میں نے گذشتہ خطابِ جمعہ میں عرض کیا تھا کہ میری ان دونوں سطحوں پر مساعی کا اصل ہدف ہے ایک "اسلامی انقلاب" اصلاحی طرز یا سیاسی نوع کی سعی و کوشش کے ذریعے اقامتِ دین کے فرض کی ادائیگی میرے نزدیک اگر ناممکن نہیں تو بھی محال کے درجے میں ضرور ہے۔ اس کے لئے ایک انقلابی نوعیت کی جدوجہد کی ضرورت ہے۔ اس ضمن میں، میں نے چونکہ ایرانی انقلاب کا بھی نام لے دیا تھا۔ لہٰذا اس پر اخبارات میں آگیا کہ ڈاکٹر

اسرار انتہا پسند ہے اور وہ یہاں ایرانی طرز کا انقلاب لانا چاہتا ہے' حالانکہ میں نے بڑی صراحت سے اس موقع پر عرض کیا تھا کہ میں اس انقلاب پر نفیاً یا اثباتاً کوئی تبصرہ کرنا نہیں چاہتا بلکہ صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اس انقلاب نے اس بات کی ایک جھلک دکھا دی ہے کہ 'انقلاب' کسے کہتے ہیں۔ پوری دنیا نے اس کو تسلیم کیا ہے کہ انقلابی عمل اگر کوئی شے ہے تو ایران نے دکھا دیا ہے کہ وہ شے کیا ہے۔ رہا یہ معاملہ کہ اس انقلاب ایران کا کتنا حصہ صحیح ہے کتنا غلط۔ ان کی حکمت عملی پوری کی پوری درست ہے یا اس میں تقصیر ہے۔ پھر یہ کہ وہاں کے حالات کی صحیح اطلاعات ہم تک نہیں پہنچ پا رہیں بلکہ بڑی متضاد قسم کی خبریں آتی رہتی ہیں۔ لہٰذا ہم اس کی تائید یا خلاف کوئی بات کہنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں۔ لیکن جس چیز کا نام 'انقلاب' ہے اس کی جھلک وہاں موجود ہے۔ میں نے ہرگز یہ نہیں کہا کہ بعینہٖ ایران کی طرز کا انقلاب برپا کرنا میرے پیش نظر ہے۔ میں یہ ضرور کہتا ہوں کہ جیسے انقلاب فرانس اور انقلاب روس نے دنیا کو چونکا دیا تھا اسی طرح انقلاب ایران نے دنیا کو ایک بار پھر چونکا دیا ہے۔ اب ہم انقلاب فرانس اور انقلاب روس کو اپنے لئے نمونہ تو نہیں سمجھتے۔ ان میں سے کوئی انقلاب بھی ہمارے لئے قابل پیروی اور اتباع نہیں ہے۔ میرا عرض کرنے کا مقصد یہ تھا کہ یہ بات واضح ہو جائے کہ 'انقلاب' کسی جزوی تبدیلی یا محض حکمران ہاتھوں کی تبدیلی کا نام نہیں ہوتا بلکہ ایک نظام کے مقابلے میں بالکلیہ کوئی دوسرا نظام رائج و نافذ ہونے کے عمل کو انقلاب کہا جاتا ہے۔ لہٰذا میری حقیر سی کوششوں کا ہدف یہ ہے کہ صحیح اسلامی بنیادوں پر انقلاب برپا ہو۔ جس میں لوگوں کے عقائد بدلیں' ان کے اعمال و افعال بدلیں ' ان کی اقدار بدلیں' ان کے شب و روز بدلیں ' ان کو دنیا کے مقابلے میں آخرت عزیز ہو۔ رضائے الٰہی ان کا مقصود و مطلوب بن جائے۔ اور گھر سے لے کر بازار تک اور ایوان حکومت سے لے کر بین الاقوامی سطح تک ان کے تمام معاملات اللہ کے دین کے مطابق انجام پائیں۔

مسئلہ کا پس منظر اور پیش منظر

اسلام میں خواتین کا مقام کیا ہے ؟ یہ مسئلہ اٹھانا میرے پیش نظر نہیں تھا۔ یہ میرے مستقل تجزیے اور مستقل موقف کے مطابق نہیں ہے۔ اس کا پس منظر میں بیان کر چکا ہوں۔ اب پیش نظر پر بھی ایک نگاہ ڈال لیجئے۔ شر میں سے بھی بسا اوقات خیر برآمد ہوتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے۔ اس انٹرویو میں شامل چند جملوں پر ہماری خواتین کے ایک طبقے اور ان کے موئیدین حضرات کی طرف سے جس ردّ عمل' برافروختگی اور غصّے کا اظہار ہوا اور ہمارے بعض مؤقر اخبارات نے ان خواتین اور حضرات کے بیانات کو جس طرح پہلے صفحات پر جلی سرخیوں اور چوکٹوں میں شائع کیا ہے۔ اس سے ہمارے معاشرے

کے رُخ کا ایک واضح پہلو ہمارے سامنے آگیا ہے۔ جس سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ہمارا ماحول، ہماری معاشرت اور ہمارا معاشرہ کس رنگ اور کس نہج پر جارہا ہے اور کیا رجحانات اور میلانات ہمارے تعلیمیافتہ صاحبِ ثروت اور صاحب اقتدار طبقے کے اکثر حضرات و خواتین میں راسخ ہوچکے اور رچ بس چکے ہیں۔ پھر یہ کہ ہمارے ملک کے ایڈمنسٹریشن نے بحیثیت مجموعی ان رجحانات و میلانات کا کس طرح ساتھ دیا ہے۔ مارشل لاء کے ضابطوں کی کھلم کھلا خلاف ورزی سے کس طرح صرفِ نظر کیا گیا ہے۔ چونکہ مظاہرہ کرنے والی خواتین میں بعض اعلیٰ مناصب اور جاہ و حشمت رکھنے والے حضرات کی بیگمات اور خواتین شامل تھیں[1]۔ پھر اخبارات میں مضامین اور مراسلات کے ذریعے قرآن و سنت کے واضح تعلیمات بلکہ نصوصِ قطعیہ کے بالکل برخلاف جو من مانی اور مسخ شدہ تاویلات و تعبیرات سے جس طرح غضِ بصر کیا گیا ہے وہ بھی ملک کے اخباربین طبقے کے سامنے ہے[2]۔ یہ تمام باتیں یقیناً ایسی ہیں کہ ہمارے لئے حالات کے رُخ کو پہچاننے میں ممد ہیں اور اگر ہمیں واقعتاً اس ملک میں اسلام ہی کو نافذ کرنا ہے تو ظاہر ہے کہ ہمارے لئے معاشرے کے میلانات اور رجحانات کے متعلق صحیح معلومات ضروری ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے معاشرے کے بارے میں اگر ایک حُسنِ ظن، خوش گمانی اور اچھی توقع و امید کی کیفیت پیدا ہورہی تھی تو ہمیں اس ردِ عمل کی روشنی میں اس پر نظرِ ثانی کی ضرورت محسوس کرلینی چاہیئے۔ اور اس بات کی تشخیص بھی ہوجانی چاہیئے کہ ہمارے معاشرے کا اصل مرض کیا ہے!

اِسلام میں خواتین کا مقام

آپ کو یاد ہوگا کہ میں نے چار پانچ تقاریر "قرآن کی سیاسی تعلیمات" کے موضوع پر کی تھیں۔ پھر ان کا خلاصہ ایک تقریر میں بیان کیا تھا جو "ماھنامہ میثاق" کے مارچ کے شمارے میں شائع ہوچکا ہے۔ اس کے بعد

---

[1] ۔ مراد ہے وہ مظاہرہ جو اخباری اطلاعات کے مطابق "الھدیٰ" بند کرانے کے مطالبہ کے لئے جناب گورنر سندھ کی اہلیہ بیگم یاسمین عباسی کی زیر قیادت کیا گیا تھا۔ (مرتب)

[2] ۔ اس ضمن میں قابلِ افسوس بات یہ ہے کہ پریس ٹرسٹ کے زیر اہتمام کراچی سے خواتین کے لئے شائع ہونے والے ہفت روزہ میں ایسے مضامین اور مراسلات کثرت سے شائع ہوتے رہے ہیں جن میں ڈاکٹر صاحب کو آڑ بنا کر اسلام کے صریح احکام کے ساتھ استہزاء اور تمسخر کا انداز اختیار کیا گیا ہے۔ جبکہ دنیا جانتی ہے کہ پریس ٹرسٹ حکومت کے تحت چلنے والا ادارہ ہے۔ (مرتب)

میں نے " اسلام کے معاشرتی نظام " کے موضوع پر بھی چار پانچ تقاریر کی ہیں ۔ آج کی تقریر ان تمام تقاریر کا ایک خلاصہ ہو جائے گی اور انشاء اللہ العزیز یہ خلاصہ آئندہ ماہ کے میثاق میں شائع ہو جائے گا تاکہ آپ حضرات کے سامنے اس مسئلے کے اہم گوشے تحریری شکل میں بھی آجائیں پھر جو لوگ ان باتوں سے اتفاق رکھتے ہوں اور اس کو معاشرے میں پھیلانا چاہتے ہوں اور خاص طور پر ہماری بہنوں تک اسلام کی تعلیمات پہنچانے کے خواہشمند ہوں تو وہ لوگ میثاق کے اس شمارے کو اس کام کا ذریعہ بناسکیں تاکہ ہماری بہنیں خود سوچیں کہ اسلام کیا چاہتا ہے ؟ شریعتِ الٰہی کا منشا کیا ہے ؟ اور کن طور طریقوں کو اختیار کرکے ہماری بہنیں اپنی دنیا اور آخرت دونوں سنوار سکتی ہیں ۔۔۔۔ ! ہمارے معاشرے میں ایک طبقہ تو وہ ہے جو جان بوجھ کر اسلامی احکام اور تعلیمات سے روگردانی کر رہا ہے یا جان بوجھ کر اسے مسخ کر رہا ہے ۔ اس طبقے کے لئے تو ہماری گذارشات تقریریں اور تحریریں لاحاصل ہیں ۔ لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے اگرچہ بڑی تلخ ہے کہ ہماری بعض بہنوں اور بھائیوں کو فی الواقع مغالطہ اور انتشار ذہنی (Confusion) لاحق ہے ۔ جب ایک بات بڑے دعویٰ کے ساتھ موقر روزناموں میں آئی ہے کہ " پورے قرآن مجید میں لفظ حجاب کہیں نہیں آیا ہے " یا یہ کہ قرآن میں تو صاف صاف اس بات کا ذکر ہے کہ " جو مرد کمائے وہ اس کے لئے اور جو عورت کمائے وہ اس کے لئے " اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عورت کو معاشی جدوجہد کی قرآن نے کھلی اجازت دی ہے ! یا یہ کہ " فلاں فلاں غزوات میں خواتین نے حصہ لیا تھا لہٰذا عورتوں کو مردوں کے شانہ بشانہ حصہ لینے کی نظیریں موجود ہیں " تو ایسی باتوں سے ایک مرتبہ انسان چونک جاتا ہے کہ جب ان باتوں کو اس زور و شور اور یقین و اعتماد سے کہا گیا ہے اور قابل اعتماد اخبارات نے ان کو شائع کیا ہے تو یقیناً بات ایسی ہی ہوگی ۔ ان وجوہ سے فضا میں غبار کی سی کیفیت پیدا ہوگئی ہے لہٰذا ایسے لوگوں کے لئے یقیناً یہ باتیں عام کی جانی ان کے حق میں مفید ہوں گی ۔ ہوسکتا ہے کہ اس طرح ان کے مغالطے دور ہوں اور اصلاح کی صورت پیدا ہو ۔

آپ آئیے اصل مسئلے کی طرف وہ یہ کہ قرآن اور اسلام کی رُو سے حقیقتاً اور واقعتاً عورت کا مقام کیا ہے ؟ بالخصوص یہ بات کہ عورت کی مرد کے ساتھ مساوات یا عدم مساوات کی ہمارے دین میں کیا کیفیت اور کیا صحیح صورت ہے ؟

عورت کا دینی اور اخلاقی تشخص

اس ضمن میں پہلی بات تو میں یہ عرض کروں گا کہ جہاں تک دینی اور اخلاقی سطح کا تعلق ہے تو قرآن اور اسلام اس اعتبار سے مرد اور عورت میں کوئی فرق نہیں کرتا۔ نیکی اور بدی کے کمانے میں دونوں اصناف کا ایک مکمل اخلاقی تشخص ہے۔ مرد کا اپنا ہے اور عورت کا اپنا۔ مرد جو نیکی کماتا ہے تو اپنے لئے اور بدی کماتا ہے تو اپنے لئے اور عورت نے جو نیکی کمائی ہے تو اس کا اجر اس کے لئے ہے اور بدی کمائی ہے تو اس کا وبال بھی اسی کے اوپر ہوگا۔ عورت دینی اور اخلاقی اعتبار سے مرد کے تابع نہیں ہے۔ چنانچہ سورہ التحریم میں واضح کیا گیا کہ بہترین مردوں کے گھر میں بدترین عورتیں رہیں۔ اس کے لئے حضرت نوح اور حضرت لوط علیہما السلام کی بیویوں کی مثال دی گئی۔ اگر عورت دینی اور اخلاقی اعتبار سے مرد کے تابع ہوتی تو ان دو جلیل القدر رسولوں کی بیویاں عذاب دنیوی اور سزائے اخروی کی مستحق قرار نہ پاتیں لیکن ان رسولوں کی بیویاں ہونا ان کے کچھ کام نہ آیا اور وہ جہنم کی سزاوار قرار پائیں۔

ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ ؕ کَانَتَا تَحْتَ عَبْدَیْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَیْنِ فَخَانَتٰہُمَا فَلَمْ یُغْنِیَا عَنْہُمَا مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا وَّقِیْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِیْنَ ○ (آیت ۱۰)	"اللہ کافروں کے معاملے میں نوحؑ اور لوطؑ کی بیویوں کو بطور مثال پیش کرتا ہے۔ وہ ہمارے دو صالح بندوں کی زوجیت میں تھیں۔ مگر انہوں نے اپنے ان شوہروں سے خیانت کی اور وہ اللہ کے مقابلے میں ان کے کچھ بھی کام نہ آسکے۔ دونوں سے کہہ دیا گیا کہ جاؤ آگ میں جانیوالوں کے ساتھ تم بھی چلی جاؤ۔"

چنانچہ معلوم ہوا کہ دینی اور اخلاقی لحاظ سے مرد اور عورت کا معاملہ بالکل جدا ہے۔ یہاں ایک ضروری بات پیش نظر رہے کہ یہاں خیانت کا لفظ بدکاری کے مفہوم میں ہرگز نہیں ہے جبر اتنا حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا اس آیت کی تفسیر میں ابن جریر نے یہ قول روایت کیا ہے کہ "کسی نبی کی بیوی کبھی بدکار نہیں رہی۔" ان دونوں عورتوں کی خیانت دراصل دین کے معاملے میں تھی۔ وہ اپنے شوہروں پر ایمان نہیں لائی تھیں۔ حضرت نوحؑ کی بیوی اپنی قوم کے

جبّاروں کو ایمان لانے والوں کی خبریں پہنچایا کرتی تھی اور حضرت لوطؑ کی بیوی ان کے ہاں آنے والے لوگوں کی اطلاع اپنی قوم کے بدکاروں کو دیا کرتی تھی"۔ اسی سورۂ التحریم میں دوسری مثال فرعون کی بیوی کی پیش کی گئی جن کا نام روایات میں آسیہ آتا ہے۔ فرعون اللہ کا بدترین دشمن، اللہ کا باغی، انتہائی سرکش، لیکن اس کی بیوی ایسی صاحبِ ایمان، خدا پرست اور خدا ترس خاتون تھیں کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ان کو بطور مثال پیش اور ان کی دعا نقل فرما رہے ہیں۔

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ ۘ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ (آیت ۱۱)

"اور اللہ اہلِ ایمان کے معاملے میں فرعون کی بیوی کی مثال پیش کرتا ہے جبکہ اس نے دعا کی" اے میرے رب میرے لئے اپنے ہاں جنت میں ایک گھر بنا دے اور مجھے فرعون اور اس کے عمل سے بچالے اور ظالم قوم سے مجھے نجات دے"

حضرت آسیہ کے لئے فرعون جیسے طاغی کی بیوی ہونا بھی کسی نقصان کا موجب نہیں ہوا۔ ان دونوں مثالوں سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ عورت دینی اور اخلاقی حیثیت سے مرد کے تابع نہیں ہے بلکہ اس اعتبار سے اس کا ایک علیحدہ اور جداگانہ تشخص ہے۔

اسی بات کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے بھی سمجھئے کہ آں حضرتؐ نے اپنی عزیز ترین بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور آپؐ کی ذاتِ اقدس سے بہت محبت کرنے والی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو خطاب کر کے فرمایا:

يَا فَاطِمَةُ بِنْتَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْقِذِيْ نَفْسَكِ مِنَ النَّارِ فَاِنِّيْ لَا اَمْلِكُ لَكِ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا يَا صَفِيَّةُ عَمَّةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْقِذِيْ نَفْسَكِ مِنَ النَّارِ فَاِنِّيْ لَا اَمْلِكُ لَكِ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا:

"اے فاطمہ! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی لختِ جگر اپنے آپ کو اللہ کی آگ سے بچانے کی فکر کر اس لئے کہ میں اللہ کے ہاں تمہارے کام نہیں آسکوں گا۔ اور اے صفیہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی، اپنے آپ کو اللہ کی آگ سے بچانے کی فکر کر کیونکہ میں اللہ کے

ہاں تمہارے کام نہیں آسکوں گا۔"

وہ مساوات جس کو اسلام تسلیم کرتا ہے

سورۂ آلِ عمران کے آخری حصے میں فرمایا گیا ہے:۔

أَنِّي لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنكُم مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ ۖ بَعْضُكُم مِّن بَعْضٍ ۖ

(آیت ۱۹۵)

"میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کے کسی بھی عمل کو ضائع کرنے والا نہیں ہوں۔ خواہ وہ عمل کرنے والا مرد ہو خواہ عورت۔ تم سب ایک دوسرے ہی میں سے ہو۔"

تمدّن کی گاڑی کے مرد و عورت دو پہیے ہیں۔ ان کی جسمانی ساخت مختلف ہے۔ نفسیاتی کیفیات مختلف ہیں۔ یہ اختلافات تمدّن کی ضرورت کے تحت رکھے گئے ہیں۔ لیکن انسان ہونے کے ناطے سے وہ ایک دوسرے کی جنس ہیں۔ لیکن دینی اور اخلاقی اعتبارات سے دونوں کا جداگانہ اور مستقل تشخّص ہے اور وہ اپنی اپنی شخصیت کے ذمّہ دار ہیں ــــ یہی بات سورہ الاحزاب میں بڑے ہی پیارے انداز میں آئی ہے۔ اس کی آیت نمبر ۳۵ میں جو طویل آیات میں سے ہے فرمایا گیا:

إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْقَانِتِينَ وَالْقَانِتَاتِ وَالصَّادِقِينَ وَالصَّادِقَاتِ وَالصَّابِرِينَ وَالصَّابِرَاتِ وَالْخَاشِعِينَ وَالْخَاشِعَاتِ وَالْمُتَصَدِّقِينَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ وَالصَّائِمِينَ وَالصَّائِمَاتِ وَالْحَافِظِينَ فُرُوجَهُمْ وَالْحَافِظَاتِ وَالذَّاكِرِينَ اللَّهَ كَثِيرًا وَالذَّاكِرَاتِ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا ٥

"بالیقین جو مرد اور جو عورتیں مسلم ہیں، ایمان والے اور ایمان والیاں ہیں، مطیع فرمان ہیں، راست گو اور راست باز ہیں، صبر کرنے والے اور صبر کرنے والیاں ہیں، اللہ کے آگے جھکنے والے اور جھکنے والیاں ہیں اور صدقہ دینے والے اور صدقہ دینے والیاں ہیں اور اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے اور یاد کرنے والیاں ہیں، اللہ نے ان مردوں اور عورتوں کے لئے مغفرت اور بڑا اجر مہیا کر رکھا ہے۔"

اب ذرا غور کیجئے کہ دینی و اخلاقی مساوات کو یہاں کس قدر حسین اور جامع اسلوب سے نمایاں کیا گیا ہے۔ جتنے اور جو بھی اعلیٰ اوصاف مسلمان مرد میں ہو سکتے ہیں اتنے اور وہی اعلیٰ اوصاف مسلمان خاتون میں بھی ہو سکتے ہیں۔ اس لحاظ سے ان میں کوئی فرق و تفاوت نہیں ہے۔ دینی، اخلاقی اور روحانی ترقی اور اعلیٰ مقامات و مدارج تک پہنچنے کے جتنے بھی مواقع مردوں کے لئے ہو سکتے ہیں، اتنے ہی خواتین کے لئے بھی موجود ہیں۔ ان کے لئے کوئی رکاوٹ نہیں ہے کہ وہ ان مقامات عالیہ تک نہ پہنچ سکتی ہوں۔ یا ان اعتبارات سے وہ کم تر درجے کی حامل ہوں۔ پس یہ آیت کریمہ اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ دینی، اخلاقی اور روحانی لحاظ سے عورت کا تشخص بھی کامل ہے اور مرد کے ساتھ وہ مکمل مساوات رکھتی ہے۔ اسی طرح سورۃ النساء کی آیت نمبر ۳۲ میں فرمایا گیا:

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ؕ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ؕ وَاسْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝	"اور اللہ نے مرد و عورت میں سے ایک دوسرے کو جو فضیلت دی ہے اس کے لئے ارمان نہ کرو۔ مرد حصہ پائیں گے اس میں سے جو وہ کمائی کریں گے اور عورتیں حصہ پائیں گی اس میں سے جو وہ کمائی کریں گی۔ اللہ سے اس کی بخشش میں سے حصہ مانگو۔ بالیقین اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے

اس آیت میں بھی درحقیقت دینی، اخلاقی اور روحانی سطح کے موضوع کو زیر بحث لایا گیا ہے۔ اس آیت میں ایک طرف تو یہ بات صاف ہو گئی کہ قدرت کی طرف سے مرد اور عورت، کو جو خصوصیات ودیعت کی گئی ہیں ان میں فضیلت کا پہلو کسی ایک ہی کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ اس لحاظ سے دونوں برابر کے حصہ دار ہیں۔ لیکن فضیلت فضیلت میں فرق ہے۔ لہٰذا یہ تمنا نہ کرو کہ جو فضیلتیں فطرت کے اصول کے مطابق دی گئی ہیں ان میں مساوات اور یکسانیت ہو۔ ایک دوسرے پر رشک کرنے اور ان کی ریس کرنے کے بجائے ہر ایک اپنی اپنی نعمتوں کے حصے پر قانع اور شکر گزار رہے۔ اور ان کا حق ادا کرنے کی کوشش کرے۔ دوسری طرف یہ حقیقت واضح کی گئی کہ نیکی اور بدی کی کمائی کرنے میں مرد اور عورت بالکلیہ آزاد ہیں۔ ہر ایک کو اپنی اپنی کمائی میں سے حصہ ملے گا۔ مرد کی کمائی ہوئی نیکی یا بدی میں عورت حصہ دار نہیں ہوگی اور اسی طرح عورت کی کمائی ہوئی نیکی یا

بدی سے مرد کو کوئی حصہ نہیں ملے گا۔ گویا دینی، اخلاقی اور رُوحانی اعتبار سے مرد و عورت کا مکمل جداگانہ تشخص ہے اور اس لحاظ سے دونوں میں کامل مساوات ہے۔ دونوں اس میدان میں اپنی اپنی محنت اور لگن سے نیکیاں کما سکتے ہیں جس کے اَجر میں کمائی کرنے والے ہی کا حصّہ ہوگا۔ اور جو کوئی ہوائے نفس سے مغلوب ہو کر اور شیطان کے فریب میں آکر بدی کمائے گا تو اس کا وبال اس کمائی کرنے والے کے سَر پر ہی ہوگا ـــــ اِس آیت پر خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے چونکہ ہماری کچھ بہنیں اس آیت میں لفظ "کسب" سے بڑے مغالطے میں مبتلا ہوگئی ہیں اور آج کے دَور کی "جدید مفسرات قرآن" اس لفظ 'کسب' سے، ہماری سادہ لوح بہنوں کو مغالطے میں مبتلا کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہی ہیں۔ یہ جدید مفسرات بڑے دھڑلے سے کہہ رہی ہیں کہ اس آیت میں کسب سے مراد یہ ہے کہ معاش کے لئے جس طرح مرد بھاگ دوڑ کر سکتا ہے۔ کاروبار یا ملازمت کر سکتا ہے اُسی طرح عورت کو بھی معاشی جدوجہد میں حصہ لینے کی پوری آزادی اور کُھلی چھوٹ ہے۔ میں اس مسئلہ پر آگے قدرے تفصیل سے گفتگو کروں گا۔ لیکن یہاں یہ جان لیجئے کہ قرآن مجید میں" لفظ کسب اکثر و بیشتر نیکی یا بدی کمانے کے معنی اور مفہوم میں آیا ہے۔ میرے مطالعے کے مطابق لفظ کسب دنیوی کمائی کے لئے صرف سورہ البقرہ کی آیت نمبر ۲۶۷ میں استعمال ہوا ہے۔ جہاں انفاق فی سبیل اللہ پر زور دیا گیا ہے۔ اور تاکید کی گئی ہے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ

"اے اہل ایمان! جو مال تم نے کمائے ہیں ان میں سے پاکیزہ اور بہتر حصّہ اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔"

دنیوی رزق کو تو اللہ تعالیٰ فضل قرار دیتا ہے۔ انسان جو کچھ دنیوی رزق اور مال حاصل کرتا ہے اس کے لئے قرآن کی اصطلاح "فضل" ہے۔ کسب یعنی کمائی نہیں ہے۔ قرآن مجید کی تعلیم یہ ہے کہ بلاشبہ محنت تم کرتے ہو اور مشقت تم کرتے ہو لیکن کبھی یہ نہ سمجھنا کہ مجھے جو کچھ ملا ہے وہ میری محنت و مشقت کا حاصل اور ثمرہ ہے بلکہ یہی سمجھنا کہ یہ اللہ کا فضل ہے۔ ہو سکتا ہے کہ تم محنت کئے جاؤ اور ہاتھ کچھ بھی نہ آئے۔ مشقت کئے جاؤ اور نتیجہ صفر نکلے ـــــ ہمارا روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ انسان سونے میں ہاتھ ڈالتا ہے اور وہ راکھ بن جاتا ہے۔ حالانکہ ذہانت و فطانت بھی ہے اور محنت و احتیاط بھی۔ اس کے برعکس ایک وہ شخص ہے جو مٹی میں ہاتھ ڈالتا

ہے تو وہ سونا بن جاتی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ رزق کی بہم رسانی، اس کی کشادگی اور تنگی من جانب اللہ تعالیٰ ہوتی ہے اور یہ اصل میں اس کا فضل ہے ــــــ باقی رہا لفظ کسب تو وہ نیکی کمانے اور بدی کمانے دونوں معنوں میں آتا ہے۔ لہٰذا اس آیت ع۳۲ میں بھی دینی اور اخلاقی اعتبار سے بات کہی گئی ہے کہ مردوں کے لئے اس میں سے حصّہ ہے جو انہوں نے (نیکی یا بدی کی) کمائی کی اور عورتوں کے لئے اس میں سے حصّہ ہے جو انہوں نے (نیکی یا بدی کی) کمائی کی۔ مردوں کی کمائی ان کے لئے ہے اس میں عورتوں کا کوئی حصّہ نہیں اسی طرح عورتوں کی کمائی ان کے لئے ہے وہ مردوں کے حساب میں درج نہیں ہوگی ــــــ یہاں خاص طور پر یہ بات نوٹ کیجئے کہ 'نَصِیْبٌ مِّمَّا اکْتَسَبُوْا' اور 'نَصِیْبٌ مِّمَّا اکْتَسَبْنَ' ہے۔ اگر اگر یہاں لفظ کسب دنیوی کمائی کے لئے استعمال ہوتا تو 'نصیب' (حصّہ) نہ کہا جاتا۔ دنیا میں تو کمائی پوری ملتی ہے۔ مثلاً اگر کسی کاریگر یا مزدور نے تیس روپے روزانہ اجرت طے کر کے کام کیا ہے تو اسے پورے تیس روپے ملیں گے۔ نصیبٌ منہ یعنی اس کا کوئی جزو یا حصّہ نہیں ملے گا۔ اس آیت میں لفظ نصیب اس مفہوم کی طرف رہنمائی کر رہا ہے کہ انسان دنیا میں جو نیکی یا بدی کماتا ہے، ضروری نہیں ہے کہ اس کے مطابق اور اسی مقدار میں بدلہ بھی مل جائے۔ ہو سکتا ہے کہ نیکی کمانے میں کہیں حسنِ نیت میں کوئی کمی ہو لہٰذا اس کا اجر کچھ کم ہو جائے۔ ہو سکتا ہے کہ اخلاص پورا ہو تو اسی مناسبت سے اسی نیکی پر اُسے دوسروں کے مقابلے زیادہ اجر مل جائے۔ یہ بھی ہوگا کہ کسی کی نیکی کے اثرات معاشرے میں پھیلیں اور کسی کی اسی نیکی کے اثرات اس کی ذات تک محدود رہیں تو اسی اعتبار سے اجر و ثواب میں تفاوت واقع ہو جائے گا ــــــ ان ہی اصولوں کا بدی کمانے کے معاملے پر بھی انطباق کر لیجئے۔

عورت کا قانونی تشخص آگے چلئے یہ بات اپنی جگہ بالکل صحیح ہے کہ تاریخ انسانی میں اسلام نے پہلی مرتبہ عورت کو مستقل قانونی تشخص عطا کیا ہے۔ Legal Status دیا ہے۔ وہ اپنی ذاتی ملکیت رکھ سکتی ہے۔ اس کو حقِ ملکیت بھی حاصل ہے اور اس پر تصرّف کا اختیار بھی ــــــ یہ جو قانونی تشخص ہے۔ یہ اسلام نے عورت کو اس درجے دیا ہے کہ میرے علم میں نہیں ہے کہ کسی اور مذہب نے عورت کا یہ تشخص تسلیم کیا ہو اور اسے عطا کیا ہو۔ روحانی اعتبار سے تو تقریباً تمام مذاہب میں سمجھا ہی گیا ہے کہ 'عورت' سراپا شر ہی شر ہے، یہ گندگی ہی کی پوٹلی ہے، یہ بس کی گانٹھ ہے،

یہ برائی اور بدی کا سرچشمہ اور منبع ہے۔ انگریزی لفظ 'EVIL' کے متعلق کہا جاتا ہے (جس کے معنی بدی اور برائی، گنہگار اور شیطان و ابلیس لئے جاتے ہیں) کہ یہ لفظ 'EVE' سے بنا ہے۔ جو حضرت حوا کا انگریزی ترجمہ ہے۔ عیسائیت (CHRISTIANITY) میں عورت کے متعلق یہی تصورات ہیں جن کا میں نے ابھی ذکر کیا ہے۔ اسلام کا تصور یہ نہیں ہے بلکہ اسلام نے عورت کو بھرپور دینی و اخلاقی تشخص کے ساتھ بھرپور قانونی تشخص بھی عطا کیا ہے۔ عورت کو پستی کے مقام سے اٹھا کر اسلام نے کس اعلیٰ و ارفع مقام فائز کیا ہے اس پر میں آگے قدرے تفصیل سے گفتگو کروں گا۔ یہاں میں صرف ایک حدیث آپ کو سنانا چاہتا ہوں، جس سے آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ دیگر مذاہب میں عورت کے متعلق جو غلط تصورات ہیں ان کا اسلام میں کس طرح ابطال کیا گیا ہے۔ سنن نسائی میں روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

حُبِّبَ اِلَیَّ مِنَ الدُّنْیَا النِّسَاءُ وَالطِّیْبُ وَجُعِلَ قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ	"دنیا کی چیزوں میں مجھے سب سے زیادہ محبوب عورت اور خوشبو ہے اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز ہے"۔

قانونی تشخص میں مساوات نہیں ہے۔ جو لوگ بھی اسلام کو واقعی ایک مکمل نظام حیات اور زندگی کے ہر معاملے میں کتاب وسنت کو ہی اپنا ہادی اور امام تسلیم کرتے ہیں اور اسی کی رہنمائی کی پیروی کو اپنے لئے دنیا و آخرت کے لئے موجب فوز و فلاح اور سعادت سمجھتے ہیں وہ نوٹ کریں کہ اسلام نے عورت کو ایک مکمل قانونی تشخص ضرور عطا کیا ہے۔ لیکن قانونی سطح پر مرد و عورت کو مساوی اور برابر نہیں رکھا گیا ہے۔ دینی اور اخلاقی سطح پر بالکل برابر، کامل مساوات قانونی طور پر یہ مساوات قائم نہیں رہتی ـــ اس ضمن میں قرآن مجید سے دو باتیں تو ایسی نمایاں طور پر ثابت ہیں کہ جس سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا۔

نمبر ایک یہ کہ اسلام نے عورتوں (بیٹیوں، بیویوں اور ماؤں) کا وراثت میں حق رکھا ہے اور ان کو حصہ دیا ہے۔ لیکن برابر نہیں۔ بیٹے کے مقابلے میں بیٹی کا حصہ آدھا ہے۔

يُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِيٓ أَوْلَادِكُمْ ۖ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ ۚ (النساء ۱۱)

"اللہ تمہاری اولاد کے بارے میں یہ ہدایت کرتا ہے کہ مرد کو دو عورتوں کے برابر حصہ دو۔"

اسی طرح باپ کے مقابلے میں ماں کا حصہ آدھا ہے۔ کون شخص ہے جو مسلمان ہونے کا مدعی ہو، قرآن پر ایمان رکھنے کا دعویدار ہو اور کسی درجے میں قرآن سے واقف ہو اور یہ نہ جانتا ہو کہ کس قدر تفصیل سے قانونِ وراثت قرآن مجید میں آیا ہے۔ پھر یہ کہ عورت کو (بحیثیت بیٹی، بیوی، ماں، بہن، خالہ، پھوپھی) جو حقِ وراثت دیا گیا ہے، وہ مرد کے مقابلے میں آدھا ہے۔ پھر اس کا سبب بھی بآسانی سمجھ میں آجاتا ہے۔ وہ یہ کہ اسلام معاشی کفالت کا تمام بوجھ مرد کے کاندھوں پر ڈالتا ہے۔ اور اپنی جسمانی ساخت، توانائیوں اور صلاحیتوں کے لحاظ سے وہی اس بوجھ کو اٹھانے کے لائق اور قابل بھی ہے۔ لہٰذا وراثت میں عورت کے مقابلے میں اس کا دہرا حصہ رکھا گیا ہے۔ بیٹی کو جو کچھ ملے گا وہ بیوی کی حیثیت سے لے کر شوہر کے گھر چلی جائے گی۔ اور یہ اس کی ذاتی ملکیت ہوگی۔ یا پہلے ہی سے شادی شدہ ہے تو اس کو یہ ورثہ ذاتی طور پر مل جائے گا۔ اس کی اپنی کفالت اپنے شوہر کے ذمے ہے۔ لہٰذا باپ یا ماں کی طرف سے ملنے والا ورثہ اس کی ذاتی ملکیت (Personal Property) کی حیثیت سے رہے گی۔ اس کو شوہر یا اپنے بچوں کی کفالت نہیں کرنی۔ لیکن بیٹے کو ظاہر ہے کہ اپنے خاندان کی کفالت کرنی ہے۔ چنانچہ یہ بالکل منطقی اور عقلی طور پر مربوط اور متعلق چیزیں ہیں۔ ان میں کوئی استبعاد نہیں ہے کہ بیٹی کو بیٹے کے مقابلے میں حصہ نصف دیا جائے۔

نمبر دو یہ کہ آپ کو معلوم ہے کہ قانون میں "شہادت" بڑی اہمیت رکھنے والی چیز ہے۔ شہادت کے بارے میں قرآن سے معمولی شغف رکھنے والا کون شخص ہوگا جو یہ نہیں جانتا ہوگا کہ قرآن کا قانون یہ ہے کہ شہادت کا نصاب یا دو مرد ہیں یا ایک مرد اور دو عورتیں ہیں۔ یعنی ایک مرد کے ساتھ شہادت کے لئے دو عورتیں ہونی ضروری ہیں۔ ان دو عورتوں کی شہادت ایک مرد کی شہادت کے مساوی شمار کی جائے گی۔ یہ قانون قرآن مجید میں صراحتاً مذکور ہے۔ سورہ البقرہ کی آیۃ نمبر ۲۸۲ میں جو بڑی طویل آیت ہے، بہت سے قوانین بیان ہوئے ہیں۔ جن میں قانونِ شہادت بھی شامل ہے۔ جس کے ضمن میں فرمایا گیا ہے:-

وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيْدَيْنِ مِنْ	"اور گواہ بناؤ اپنے مردوں میں سے
رِّجَالِكُمْ فَإِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ	دو، اگر دو مرد موجود نہ ہوں تو پھر ایک
فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ	مرد اور دو عورتیں جن کو تم گواہوں میں
مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰهُمَا	سے پسند کرو تاکہ اگر ایک بھول جائے تو
فَتُذَكِّرَ اِحْدٰهُمَا الْاُخْرٰى	دوسری یاد دلا سکے۔"

ایک مرد کے مقابلے میں دو عورتوں کو بطور گواہ مقرر کرنے کی حکمت بھی بیان فرما دی کہ اگر ایک عورت بھول جائے تو دوسری اسے یاد دلا دے ـــــ اب آپ سوچیے کہ نسیان مرد کو بھی لاحق ہو سکتا ہے۔ مرد بھی بھول سکتا ہے اور عورت بھی۔ لیکن قرآن حکیم کا یہ اسلوب اور انداز بتا رہا ہے کہ نسیان کا زیادہ امکان عورت کے بارے میں ہے۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ مرد و عورت کی تخلیق اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے۔ اس کی فطرت کی ساخت بھی اسی کی بنائی ہوئی ہے۔

اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ؕ وَهُوَ اللَّطِيْفُ	کیا وہی نہیں جانے گا جس نے پیدا
الْخَبِيْرُ ۝	کیا ہے؟ درآں حالیکہ وہ باریک بین
(الملک ۱۴)	اور باخبر ہے"

پس وہی اللہ مرد و عورت کی فطرت کا فاطر ہے۔ وہ عالم الغیب والشہادہ ہے۔ لہٰذا اس سے بڑھ کر جاننے والا تو کوئی اور ہو ہی نہیں سکتا۔ تو عورت کے مزاج میں جذبات کا عنصر غالب رکھا گیا ہے۔ اور جذبات ذہول و نسیان کا زیادہ سبب بنتے ہیں ـــــ جذبات کا عنصر مرد میں بھی ہے لیکن اس کی جو نفسیاتی ساخت ہے اس میں یہ عنصر عورت کے مقابلے میں زیادہ قابو یافتہ نہیں ہوتا۔ اس موقع پر یہ بھی ذہن میں رکھئے کہ ؎

خدا پنج انگشت یکساں نہ کرد! نہ ہر زن زن است و نہ ہر مرد مرد

آپ باقاعدہ جائزہ لینے بیٹھیں تو ہو سکتا ہے کہ بہت سے مرد عورتوں سے بھی زیادہ جذباتی آپ کو نظر آئیں اور بہت سی عورتیں آپ کو مردوں کے مقابلے میں کہیں زیادہ سرد مزاج (Cool Minded) مل جائیں۔ لیکن یہ استثنیٰ (Exception) ہوگا۔ جب آپ اوسط (Average) کو سامنے رکھیں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ مرد زیادہ متحمل مزاج ہے اور عورت میں جذبات کا عنصر غالب ہے ـــــ اور یہ بھی درحقیقت ان فرائض منصبی سے بہت زیادہ مناسبت رکھنے والی چیز ہے۔ جو عورت کے ذمے کئے گئے ہیں۔ لہٰذا اس اعتبار سے نسیان کا امکان و احتمال مرد کے بہ نسبت

عورت میں زیادہ ہے۔ چنانچہ اسی لئے شہادت کا نصاب دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں ہمارے دین نے مقرر کیا ہے۔ گویا اسلامی قانونِ شہادت میں مرد کی گواہی کے مقابلے میں عورت کی گواہی کو آدھا رکھا گیا ہے۔ یہ گواہی پوری ایک اس وقت شمار ہوگی جب دوسری بھی یہی گواہی دینے کے لئے موجود ہو ـــــ عورت کو اسلام نے ایک قانونی تشخص دیا ہے۔ یہ بھی اسلام کا عورت پر بہت بڑا احسان ہے۔ لیکن یہ معاملہ کہ وہ قانونی تشخص میں مرد کے مساوی ہو تو یہ بات نہیں ہے بلکہ اس میں فرق و تفاوت ہے جیسا کہ میں نے قرآن حکیم کے دو احکام کی مثالوں سے آپ کے سامنے واضح کیا ہے۔

قابلِ غور بات

اب معاشرتی و اجتماعی دائرے کے اندر مرد و زن کی بلا قید اور کامل مساوات کے قائلین کو سوچنا چاہئے کہ اس طرح تو ان کے نظریۂ مساوات اور اسلامی قوانین میں قدم قدم پر تصادم ہوگا۔ آپ اسلام کی کچھ پابندیوں کو فقہاء یا مُلّاؤں کا اسلام کہہ کر اس سے پہلوتہی کرنا چاہتے ہیں اور عورتوں کو مَردوں کے مساوی حقوق دینے کا نعرہ بلند کرتے ہیں تو ان قوانینِ صریحیہ اور نصوصِ قطعیہ کے بارے میں آپ کیا رویہ اختیار کریں گے جن سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ وراثت اور قانونِ شہادت میں عورت کا تشخص مرد کے مقابلے میں آدھا کیا گیا ہے۔ ایک مردِ معقول کے لئے دو راستوں میں سے ایک راستہ اختیار کرنا ہوگا یا تو اس غلط نظریے سے تائب ہو کر سیدھے سیدھے خود کو اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت میں دیدے جیسا کہ قرآن ہر مومن مرد اور مومن عورت سے مطالبہ کرتا ہے:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ؕ (الاحزاب ۳۶)	"کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسولؐ کسی معاملے میں کوئی فیصلہ دیدے تو پھر اسے اس معاملے میں خود فیصلہ کرنے کا اختیار حاصل رہے۔ اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی کرے تو وہ صریح گمراہی میں پڑ گیا۔"

مسلم کے معنی (جس سے لفظ مسلمان بنا ہے اور ہمارے ہاں رائج ہے) ہی اللہ اور اس کے رسولؐ کے آگے اپنے آزادانہ اختیار سے دستبرداری کے ہیں۔ امام الہند شاہ ولی اللہ دہلوی

رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن مجید کے فارسی ترجمے میں "اسلام" کا ترجمہ 'گردن نہادن' کیا ہے۔ اب کسی شخص کا ایک طرف یہ اقرار کہ وہ مسلمان ہے دوسری طرف اس کا یہ اصرار کہ مرد و عورت کامل اور بلا قید مساوات کے حامل ہیں باہم متناقض ہیں کوئی ذی عقل انسان ان دو متضاد رویوں کو جمع کرنے کا تصور نہیں کر سکتا۔ مسلمان رہنا ہو تو لازماً اللہ اور رسولؐ کے احکام کے آگے سرِ تسلیم خم کرنا ہوگا۔ دوسرا راستہ یہ ہے کہ جس شخص کے لئے شریعتِ الٰہی کی پابندیاں قابلِ قبول نہیں ہیں تو وہ اسلام کے قلادے کو اپنی گردن سے اتارے اور پھر جس وادی میں چاہے بھٹکتا پھرے۔ ——— دنیا کے چلن کی پیروی اور زمانے کا ساتھ دینے کا رویہ اللہ اور رسولؐ کی اطاعت ہرگز نہیں ہے بلکہ یہ اپنے ہوائے نفس کی بندگی ہے۔ اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے ——— مردانگی یہ نہیں ہے کہ ؎ زمانہ باتو نہ سازد تو با زمانہ بساز! بلکہ اصل جوانمردی تو یہ ہے کہ ؎
زمانہ باتو نہ سازد تو با زمانہ ستیز!

عورت کی اہم حیثیتیں

اب آئیے عورت کی جو مختلف حیثیتیں ہیں، اس کے اعتبار سے دیکھیں کہ اسلامی تعلیمات کیا ہیں! عورت کی ایک حیثیت تو یہ ہے کہ وہ ماں ہے ——— اس معاملے میں تو واقعہ یہ ہے کہ والدین کے ساتھ حسنِ سلوک، ان کے ادب و احترام اور معروف میں ان کی فرمانبرداری کے جو تاکیدی احکام قرآن و سنت نے دیئے ہیں اس کی کوئی نظیر آپ کو کسی بھی دوسرے مذہب یا نظامِ فکر میں نہیں ملے گی۔ سورہ البقرہ میں، سورہ النساء میں، سورہ الانعام میں، سورہ بنی اسرائیل میں، سورہ العنکبوت میں، سورہ الاحقاف میں یہ احکام مختلف اسالیب سے آپ کو ملیں گے۔ متعدد مقامات پر اللہ تعالیٰ کے حق کے فوراً بعد والدین کے حق کا ذکر ہوتا ہے۔ مثلاً سورہ البقرہ میں فرمایا:

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ قف وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا

(البقرۃ ۸۳)

"اور یاد کرو بنی اسرائیل سے ہم نے پختہ عہد لیا تھا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا۔"

سورۃ الانعام میں فرمایا:

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّ

اے نبیؐ! ان سے کہہ دیجئے کہ آؤ میں تمہیں سناؤں کہ تمہارے رب نے تم

بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا ج (۱۵۱)

پر کیا پابندیاں عائد کی ہیں ! یہ کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو۔"

سورہ بنی اسرائیل میں فرمایا:۔

وَقَضٰی رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاهُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا ط (۲۳)

" اور تیرے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تم لوگ کسی کی عبادت نہ کرو مگر صرف اس کی اور والدین کیساتھ نیک سلوک کرو۔"

سورہ لقمان میں شرک کی مذمت کے بعد فرمایا:

وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ ج حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰی وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِیْ عَامَیْنِ اَنِ اشْكُرْ لِیْ وَلِوَالِدَیْكَ ط (۱۴)

اور حقیقت یہ ہے کہ خود ہم نے انسان کو اپنے والدین کے حق کو پہچاننے کی تاکید ہے۔ اس کی ماں نے ضعف پر ضعف اٹھاتے ہوئے اور کمزوری پر کمزوری جھیل کر اسے اپنے پیٹ میں رکھا اور دو سال اس کے دودھ چھوٹنے میں لگے۔ (اسی لئے ہم نے اس کو نصیحت کی کہ میرا شکر کر اور اپنے والدین کا شکر بجالا "

عورت بحیثیت ماں

سورہ لقمان کی اس آیت کے اسلوب سے واضح ہوتا ہے کہ ماں کا حق باپ کے حق پر فائق ہے۔ اس اسلوب میں یہ حقیقت بھی مضمر ہے لہٰذا حدیث نے اس فوقیت کو واضح کر دیا کہ حسن سلوک کا یہ حق باپ کے مقابلے میں ماں کا کم سے کم تین گنا ہے۔ اور اللہ اور رسولؐ کے بعد سب سے زیادہ احترام و تکریم کی مستحق ماں ہے۔ چونکہ آنحضورؐ کا یہ فرض منصبی ہے کہ قرآن مجید کے مضمرات کی تبیین فرمائیں۔ ان کو کھولیں اور واضح کریں:

وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْكَ الذِّكْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ

" (اے نبیؐ) اور اب یہ ذکر (قرآن) آپ پر نازل کیا گیا ہے تاکہ آپ اس

کی تشریح و توضیح کرتے جائیں جو
لوگوں کے لئے اتاری گئی ہے۔

چنانچہ صحیح بخاری کی حدیث ہے:۔

سَأَلَ رَجُلٌ یَارَسُولَ اللّٰہِ مَنْ اَحَقُّ بِحُسْنِ صَحَابَتِیْ قَالَ اُمُّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ اُمُّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ اُمُّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ اَبُوْكَ

"ایک شخص نے پوچھا یارسول اللہ! میرے لئے حُسن سلوک کا سب سے زیادہ حقدار کون ہے؟ فرمایا تیری ماں۔ اس نے پوچھا پھر کون؟ فرمایا: تیری ماں، اس نے پوچھا پھر کون؟ فرمایا تیری ماں۔ اس نے پوچھا پھر کون؟ فرمایا تیرا باپ۔"

پھر یہ حدیث تو بڑی مشہور اور بڑی عام ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْجَنَّۃُ تَحْتَ اَقْدَامِ اُمَّھَاتِکُمْ

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت تمہاری ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔"

صحیحین (بخاری و مسلم) کی ایک مزید روایت بھی سُن لیجئے:۔

عَنِ الْمُغِیْرَۃِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَیْکُمْ عُقُوْقَ الْاُمَّھَاتِ

"حضرت مغیرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلاشبہ اللہ نے تم پر اپنی ماؤں کی نافرمانی اور حق تلفی حرام کر دی ہے۔"

واقعہ یہ ہے کہ دورانِ حمل اور وضع حمل میں جو خاص تکلیف اور خاص مشقت عورت اٹھاتی ہے اور جس درد و کرب سے اسے سابقہ پیش آتا ہے اسکا تصوّر بھی مَردوں کے لئے ممکن نہیں ہے یہیں یہ بات بھی سمجھ لیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے عورت کی جسمانی اور جذباتی و نفسیاتی ساخت میں درد و تکلیف کو جھیلنے اور برداشت کرنے کی مرد کے مقابلے میں صلاحیت و قوت بہت زیادہ رکھی ہے اس معاملے میں عورت مرد پر فضیلت رکھتی ہے۔ یہ جذبات کی شدت ہی مامتا کا روپ دھارتی ہے۔ پھر یہ کہ عورت، ماں کے علاوہ بیوی، بیٹی اور بہن کی حیثیت سے بھی ٹوٹ کر محبت کرتی

ہے۔ پھر بچے کی رضاعت، اس کی نگہداشت اور تربیت میں ماں کو اہم کردار ادا کرنا پڑتا ہے، لہٰذا ان تمام اعتبارات سے احترام و تکریم، فرمانبرداری اور حسنِ سلوک کے معاملے میں ماں کے حقوق باپ کے مقابلے میں تین درجے مقدم رکھے گئے ہیں ـــــ اس موقع پر میں ایک اہم بات کی طرف توجہ دلانا چاہوں گا۔ وہ یہ کہ ہمیں معروضی (Objectively) طور پر سمجھنا چاہیئے کہ اسلام کا منشا کیا ہے۔ شریعت و قانونِ اسلام کا رجحان و میلان کیا ہے! یہ بات جان لیجئے کہ اسلامی قانون کے اعتبار سے اولاد باپ کی ہے، ماں کی نہیں ہے۔ طلاق اگر ہو جائے تو اولاد پر ماں کا کوئی قانونی استحقاق (Claim) نہیں ہے، وہ والد کی ہے۔ بلکہ سورہ البقرہ میں جہاں طلاق کی صورت میں رضاعت کے جو تفصیلی احکام آئے ہیں ان میں یہ بھی ہے کہ اگر کوئی شیرخوار بچہ ہے تو بھی باپ کی مرضی پر موقوف ہے کہ اپنے بچے کی ماں سے جس کو وہ طلاق دے چکا ہے دودھ پلوائے اور رضاعت کے دوران عورت کے نان نفقہ کا پورا انتظام کرے۔ لیکن اگر باپ کی مرضی ماں سے دودھ پلوانے کی نہ ہو تو قانونی طور پر اسے یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ ماں سے بچہ لے لے اور اپنے طور پر اس کی رضاعت کا انتظام کرے۔ تو قانون کا معاملہ یہ ہے۔ اس کو اوّلیت کہہ لیں، اقدمیت کہہ لیں افضلیت کہہ لیں، وہ باپ کی ہے۔ لیکن حسنِ سلوک ادب احترام اور اخلاقی معاملے کو اس طرح متوازن (Balance) کیا گیا ہے کہ ماں کو تین درجے مقدم رکھدیا گیا۔ اور اس طرزِ عمل کے نتیجے میں جنت کی بشارت دی گئی ـــــ واقعہ یہ ہے کہ یہ ان چیزوں میں سے ایک چیز ہے کہ جن پر جب ہم غور کرتے ہیں تو قلبی یقین ہو جاتا ہے کہ شریعت کا مکمل قانون اللہ ہی کا دیا ہوا ہے۔ عقلِ انسانی اس طرح کے معاملات کو حل نہیں کر سکتی ـــــ قانونی اعتبار سے اگر مرد کو تشخص نہ دیا جائے تو خاندانی نظام ہمواری سے اور Smoothly نہیں چل سکتا۔ اس میں خلل واقع ہو گا۔ اس کو مضبوط رکھنا ہے۔ لیکن اگر قانونی اعتبار سے کسی کو زیادہ اختیار دے دیا گیا ہے تو اس کی تلافی کرنے اور متوازن رکھنے کا اخلاقی سطح پر پورا پورا اہتمام کیا گیا ہے۔ لہٰذا تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ یہ نظام عدل و قسط کسی حکیم مطلق ہستی ہی کا تجویز کردہ ہے۔ کسی انسان کے بس کی بات نہیں۔

ہماری بہنوں کے لئے لمحۂ فکریہ

اس موقع پر میں عرض کروں گا کہ ہماری بہنوں کو جو مغربی تہذیب سے مرعوب ہیں اور اس کی نقالی اور کورانہ پیروی ہی کو اپنے حق میں مفید گمان کرتی ہیں، ان کو ٹھنڈے دل اور سنجیدگی سے سوچنا چاہیئے کہ جوانی کے بعد بڑھاپے کا بھی ایک دور آنے والا ہے۔ اگر مغربی تہذیب سے شیفتگی،

اور دلدادگی ہوگئی ہے تو ان کو یورپ اور امریکہ جا کر دیکھنا چاہیئے کہ وہاں بڑھاپے میں والدین کا حشر کیا ہوتا ہے۔ ان کی کسمپرسی کا کیا عالم ہے! وہاں جانے کے وسائل نہ ہوں تو ایسا لٹریچر موجود ہے جس کے مطالعے سے اس ذہنی کرب و اذیت کی تصویر ان کے سامنے آجائے گی جس سے اس معاشرے کے والدین کو سابقہ پیش آتا ہے اور جس سے ان کا بوڑھاپا دوچار ہوتا ہے۔ ان کے سامنے یہ تلخ حقیقت آجائے گی کہ والدین کی تکریم و عزت، ان کی فرمانبرداری اور ان کے ساتھ حسنِ سلوک کی کوئی رمق بھی اس معاشرے میں موجود نہیں ہے اور والدین کی رائے، پسند اور ان کی مرضی کو اس معاشرے میں پرِ کاہ کے برابر بھی وقعت نہیں دی جاتی۔ بیٹا اور بیٹی سینہ تان کر اپنے روز و شب کے بے راہروی کے مشاغل پر بحث و تمحیص (Argue) کرتے ہیں۔ وہاں کوئی باپ یا ماں اپنی اولاد کے بے مہابا معاشقوں (Courtship) اور آزادانہ اختلاط پر کوئی نکیر نہیں کرسکتے۔ اگر کوئی گرفت کریں گے تو منہ کی کھائیں گے۔ پھر ایک دَور وہ بھی آتا ہے کہ والدین اولاد کی شکل دیکھنے کے لئے ترستے اور تڑپتے رہتے ہیں اور ان کا بوڑھاپا اس حسرت میں گزرتا ہے کہ اولاد کبھی آکر ان سے مل ہی لے۔

بوڑھے والدین خاص طور پر بوڑھی ماں کے لئے یہ بات سوہانِ رُوح ہے کہ ان کی اولاد بات کرنا تو دُور کنار صورت دکھانے کی بھی رَوادار نہیں۔ اور احساس تنہائی اس آخری عمر میں ان کی جان کا لاگو بنا رہتا ہے۔ ٹھیک ہے کہ وہاں ایسے بوڑھوں کے لئے جن کا گزارا وقات کے لئے ذاتی طور پر کوئی انتظام نہ ہو حکومت کی سطح پر ہوسٹلوں کا اہتمام کیا گیا ہے، ان کے لئے علیحدہ ادارے قائم کر دیئے گئے ہیں۔ جہاں ان کی دلبستگی کے لئے In door تفریحات مہیا کی جاتی ہیں ریڈیو اور ٹیلیویژن فراہم کئے جاتے ہیں لیکن ان تفریحات سے لُطف اندوز ہونا شے دگر ہے اور اپنے بیٹے یا بیٹی کو دیکھنا ان سے باتیں کرنا بالکل دوسری بات ہے۔ اس کے لئے وہ ترستے اور تڑپتے رہتے ہیں۔ کم و بیش یہی حال خوش حال گھرانوں کے بوڑھے والدین کا ہے۔ کمیت کا فرق ہو تو ہو کیفیت و نوعیت میں کوئی فرق نہیں ــــــ اگر اس تہذیب کو اختیار کرنا ہے تو پھر ان نتائج کے لئے تیار رہنا چاہیے جو وہاں نکل چکے ہیں اور یہاں بھی نکل کر رہیں گے۔ وہاں جو نتائج نکلے ہیں ان کا وہاں جا کر بچشم سر مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ یہ کوئی محض نظری اور خیالی باتیں نہیں ہیں بلکہ حقائق ہیں جن کی تصدیق (Verification) مشکل نہیں ہے ــــــ اسی 'مساواتِ مَرد و زَن' کے نظریے کا ایک دلگداز (Pathetic) منظر آپ کو وہاں یہ نظر آئے گا۔ کہ بسوں، ٹرام گاڑیوں اور ٹرینوں میں بوڑھی عورتیں کھڑے ہو کر سفر کرتی ہیں اور ان کے لئے کوئی

ہٹا کٹا جوان بھی سیٹ چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ اگر "مساوات" ہے تو ٹھیک ہے جو پہلے آگیا اور سیٹ پر قابض ہو گیا تو آخر وہ کس بنیاد پر کسی عورت کے لئے خواہ وہ بوڑھی ہی کیوں نہ ہو اپنی سیٹ چھوڑے! — ہاں اگر کوئی فلرٹ قسم کی نوجوان خاتون ہو تو شاید وہ اس کو اپنی سیٹ دے دے۔ لیکن ظاہر ہے اس کے پیچھے انسانی ہمدردی نہیں ہوگی بلکہ شیطانی جذبہ کارفرما ہوگا۔ ہماری جو بہنیں مغرب سے درآمد شدہ باطل نظریۂ مساواتِ مرد و زن کی چمک دمک سے خیرہ ہو کر اس کی علمبردار بن کر سڑکوں پر مظاہرہ کرنے نکل آئی ہیں۔ ان کو اس فاسد نظریے کے ان نتائج کے لئے بھی تیار رہنا چاہیئے ——— علامہ اقبال مرحوم نے آج سے تقریباً ساٹھ سال قبل اس مغربی تہذیب کو بہت قریب سے دیکھا تھا۔ اُس دَور اور اِس دَور میں نصف صدی سے بھی زیادہ طویل عرصہ حائل ہے۔ اِس وقت تو یہ تہذیب کہیں زیادہ "ترقی یافتہ اور آزاد خیال" ہے۔ اپنے دور کی تہذیب کی عکاسی علامہ مرحوم نے اپنے اشعار میں کی ہے اور ملت اسلامیہ کو اس سے حذر اور اجتناب کا پیغام دیا ہے مسلمان عورت کے لئے ان کے اشعار میں جو پیغام ہے اس کو اپریل کے میثاق کے شمارے میں شائع کر دیا گیا ہے۔ آپ علامہ مرحوم کے پیغام کو اس میں پڑھ سکتے ہیں۔ اشعار کا یہ انتخاب عالمِ اسلام کے جید مفکر و عالم مولانا سید ابو الحسن علی ندوی کی ایک تالیف سے لیا گیا ہے۔ یہاں میں ان کا ایک شعر اور ان کے لیکچرز کا ایک ابتدائی جملہ آپ کو سناتا ہوں۔ علامہ مرحوم کہتے ہیں ؎

نظر کو خیرہ کرتی ہے چمک تہذیبِ حاضر کی ۔۔۔ یہ صناعی مگر جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری ہے

اسی مفہوم کو انہوں نے اپنے lectures کے شروع میں ان الفاظ سے ادا کیا ہے

"THE DAZZLING EXTERIOR OF THE WESTERN CIVILIZATION"

یعنی "مغربی تہذیب کا چکا چوند ظاہر"

عورت بحیثیت بیٹی

اب ذرا دیکھئے کہ اسلام نے بحیثیت 'بیٹی' عورت کو کیا مقام دیا ہے۔! بعثتِ نبویؐ سے قبل کا عرب کا ماحول ذہن میں لائیے کہ بیٹی کی ولادت پر باپ کا کیا حال ہوتا تھا۔! بیٹی کی پیدائش کو وہ اپنے لئے ننگ و عار سمجھتا تھا اور لوگوں سے اپنا چہرہ چھپائے پھرتا تھا — بالآخر اس کا یہ جھوٹا احساسِ شرمندگی و ندامت اس کو اس شقاوت پر آمادہ کر لیتا تھا کہ وہ اس پھول سی بیٹی کو کسی گڑھے میں ڈال کر اسے زندہ درگور کر دیتا تھا پھر اپنے اس بہیمانہ و ظالمانہ فعل پر فخر کرتا تھا۔ اُن کی اس رسم

بدر پر سورۃ التکویر میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس انداز میں نکیر کی گئی ہے :۔

وَاِذَا الْمَوْءُدَةُ سُئِلَتْ ۞ بِاَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ ۞

"(قیامت کے دن کیا حال ہوگا) جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس قصور میں ماری گئی؟"

مزید براں اس وحشت ناک رسم کا چونکا دینے والے اسلوب سے سورۃ النحل میں یوں نقشہ کھینچا گیا:

وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ۞ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِى التُّرَابِ (۵۸-۵۹)

"جب ان میں سے کسی کو بیٹی کے پیدا ہونے کی خوشخبری دی جاتی ہے تو اس کے چہرے پر سیاہی اور کلونس چھا جاتی ہے اور وہ بس خون کا سا گھونٹ پی کر رہ جاتا ہے۔ لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے کہ اس خبر کے بعد کیا کسی کو منہ دکھائے، سوچتا ہے کہ ذلت کے ساتھ بیٹی کو لئے رہے یا مٹی میں دبا دے۔"

بعثت محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے بعد اسلام نے کس طرح اس صورت حال میں انقلاب برپا کیا ہے۔ اس کا نقشہ کتب احادیث و سیر میں دیکھئے۔ نبی اکرمؐ نے یہ تعلیم دی کہ بیٹی کا باپ ہونا ہرگز موجب عار نہیں ہے بلکہ موجب سعادت ہے۔ امام مسلمؒ نے اپنی صحیح میں حضرت انس ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ سے روایت کیا ہے :

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ عَالَ جَارِيَتَيْنِ حَتّٰى تَبْلُغَا جَاءَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَنَا وَهُوَ كَهَاتَيْنِ وَضَمَّ اَصَابِعَهٗ :

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے دو لڑکیوں کی پرورش کی۔ یہانتک کہ وہ بلوغ کو پہنچ گئیں تو قیامت کے روز میں اور وہ اس طرح آئیں گے جیسے میرے ہاتھ کی دو انگلیاں ساتھ ساتھ ہیں۔"

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ نبی اکرمؐ نے اس ارشاد کے موقع پر اپنی انگشت شہادت کو ساتھ والی انگشت سے ملا کر دکھایا ـــــ صحیح مسلم ہی میں یہ روایت بھی ہے :۔

مَنِ ابْتُلِیَ مِنَ الْبَنَاتِ بِشَیْءٍ	"جس کے ہاں لڑکیاں پیدا ہوں اور
فَأَحْسَنَ إِلَيْهِنَّ كُنَّ لَهُ سِتْرًا	وہ ان کی اچھی طرح پرورش کرے تو
مِنَ النَّارِ	یہی لڑکیاں اس کے لئے دوزخ سے
	آڑ بن جائیں گی۔"

کہاں وہ عالم کہ وہ معاشرہ بیٹی کا باپ ہونا باعثِ ننگ و عار اور شرم سمجھتا تھا کہاں یہ عالم کہ اس معاشرے میں یہ بات دلوں میں راسخ ہوگئی کہ اگر بیٹوں کی خوش دلی کے ساتھ شفقت و محبت کے ساتھ پرورش کرتا ہے تو اس کے لئے قیامت میں آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قربت اور نارِ جہنم سے رستگاری کی بشارت اور نوید ہے ـــــ پھر دیکھئے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیٹیاں دیں۔ ایک نہیں چار بیٹیوں کا باپ بنایا۔ بیٹے دیئے بھی ہیں تو ان کو بالکل نوعمری ہی میں لے بھی لیا گیا ہے ـــــ میں سمجھتا ہوں کہ اس میں بھی ایک حکمت ہے وہ یہ کہ نبی اکرمؐ کا اسوہ اس اعتبار سے ان لوگوں کے لئے "مرہم" اور موجبِ اطمینان بن جائے جن کو اللہ تعالیٰ نے بیٹا نہ دیا ہو اور صرف بیٹیاں ہی دی ہوں۔ ان کے دل میں بیٹوں کی حسرت ہو تو وہ دیکھ لے کہ نبی اکرمؐ صلی اللہ علیہ وسلم تو چار بیٹیوں کے باپ تھے

اس میں اور بھی حکمتیں ہوں گی وَاللّٰهُ اَعْلَم۔ یہاں ان کا احاطہ یا استقصاء یا احصار مقصود نہیں ہے ـــــ جب آپ کے صاحبزادے حضرت قاسم کا بچپن میں انتقال ہوگیا اور اولادِ ذکور نہ رہی تو مشرکینِ مکہ نے طعنہ دیا تھا کہ محمدؐ تو (معاذ اللہ) ابتر ہوگئے۔ ان کی تو جڑ کٹ گئی۔ چونکہ خاندان تو بیٹوں ہی سے آگے چلتا ہے۔ اس پر سورۃ الکوثر میں یہ وعید آئی !

اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ	"بلاشبہ تمہارا دشمن ہی جڑ کٹا ہے"

ـــــ آپ کو تو رب نے "الکوثر" خیرِ کثیر عطا کیا ہے۔ جس سے یہ بھی مراد لی جا سکتی ہے کہ نبی اکرمؐ کی معنوی اور روحانی اولاد اتنی ہوگی کہ آسمان کے تاروں اور زمین کے ریت کے ذروں کی طرح گنی نہ جا سکے گی۔ دشمنوں کے اس طعنے کا جواب وہ رویہ ہے کہ چاروں بیٹیوں کو آں حضورؐ نے نہایت محبت و شفقت کے ساتھ پرورش فرمایا ہے اور ان سے آپؐ کو جو انس تھا وہ سیرتِ مطہرہ کا مطالعہ کرنے والے ہر قاری کو معلوم ہوگا۔ خاص طور پر آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت

فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جو محبت تھی اس کا یہ عالم تھا کہ جب وہ شادی کے بعد آنحضورؐ کی خدمت میں آتی تھیں تو نبی اکرمؐ ان کے لئے کھڑے ہو جایا کرتے تھے، ان کے لئے جگہ چھوڑ دیتے تھے، اپنی چادر انؓ کے لئے بچھاتے تھے اور باصرار اس پر ان کو بٹھاتے تھے ـــــ پھر آپؐ اپنی بیٹیوں کے لئے 'بِضْعَةٌ مِّنِّیْ' یعنی میرے جگر کا ٹکڑا، کے الفاظ استعمال فرماتے ہیں ـــــ بیٹیوں کے ساتھ محبت و شفقت اور عزت و احترام کا معاملہ جناب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے عملاً کر کے دکھایا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ اس میں یہ حکمت ہے کہ پوری دنیا کو معلوم ہو جائے کہ بیٹیوں کا وجود ہرگز موجب شرم نہیں ہے۔ نبی اکرمؐ کے اس طرزِ عمل نے بیٹی کو ذلت و عار کے مقام سے اٹھا کر اس عزت و احترام کے مقام بلند پر فائز فرما دیا جس کی نظیر تو درکنار، ہلکی سی جھلک بھی دنیا کے کسی مذہب میں نہیں ہے۔ بلکہ معاملہ اس کے برعکس ہے کہ عورت کو سراپا شر ہی سمجھا گیا ہے، جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں۔ پھر اپنی تین پیاری بیٹیوں کی شادیاں کے لئے ان حضرات کا انتخاب فرمایا جو بنی نوع انسان کے گل سرسبد تھے۔ یعنی حضرات عثمان و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ بڑی بیٹی کا بعثت سے قبل جن صاحب سے نکاح کیا تھا وہ بھی دولت اسلام اور صحابیت کے شرف سے مشرف ہوئے میری مراد حضرت ابوالعاصؓ ابن ربیع لقیط سے ہے ـــــ ہماری وہ بہنیں جو مغربی تہذیب کی چکا چوند سے جس کی اصل حیثیت سراب سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔ ذرا تقابل تو کریں اس مقام کا جو اسلام نے بیٹی کو دیا مغربی تہذیب کے دیئے ہوئے مقام کے ساتھ۔ وہاں جب بیٹیاں بالغ ہو جاتی ہیں تو ان کو عموماً گھر سے نکال دیا جاتا ہے۔ ان سے کوئی سروکار نہیں رکھا جاتا کہ وہ کس حال میں ہیں۔ یہ ان کا ذاتی معاملہ ہے۔ اب وہ خود کمائیں اور کھائیں اپنے لئے خود شوہر تلاش کریں، جتنے چاہیں Courtship کریں، والدین کو اس سے کوئی غرض نہیں۔ جب بیٹیوں کے ساتھ یہ معاملہ ہوتا ہے تو قیاس کر لیجئے کہ بیٹوں کے ساتھ کیا کچھ نہ ہوتا ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ یورپ اور امریکہ میں آزادانہ جنسی اختلاط عام ہے اور معاشقے کی شادیوں کا انجام اکثر طلاق پر منتج ہوتا ہے۔ پھر اسی صورت واقعہ کا نتیجہ اس سلوک کی شکل میں برآمد ہوتا ہے جو اس معاشرے میں بوڑھے والدین کے ساتھ روا رکھا جاتا ہے۔ جس کا میں ذکر کر چکا ہوں۔

عورت بحیثیت بیوی اب آئیے عورت کی تیسری حیثیت کے بارے میں اسلام کے نقطۂ نظر کی طرف جو اس کے بیوی ہونے کے اعتبار سے ہے۔

جس طرح میں نے آپ کو والد اور والدہ کے متعلق بتایا کہ قانون کے معاملے میں والد کو اور حُسنِ سلوک کے معاملے میں والدہ کو فوقیت حاصل ہے۔ یہی صورت حال ہمیں اسلام کے عائلی نظام میں شوہر اور بیوی کے معاملے میں نظر آتی ہے۔ قانونی اعتبار سے مرد کو عورت پر حاکم بنایا گیا اور غلبہ دیا گیا ہے۔ میں نے لفظ حاکم جان بوجھ کر استعمال کیا ہے۔ چونکہ امر واقعہ یہی ہے کہ اسلام نے شوہر کو عائلی نظام میں حاکمیت کے مقام پر فائز کیا ہے اور قرآن نے اس کے لئے لفظ 'قوّام' استعمال کیا ہے۔ ماہرینِ لغتِ عربی نے اس لفظ کو راعی، محافظ، حاکم اور کفیل کے معانی اور مفاہیم کا حامل بتایا ہے۔ لہٰذا اس 'قوّام' کا صحیح مفہوم و مطلب ہوگا وہ شخص جو کسی فرد یا ادارے یا نظام کے معاملات کو صحیح و درست طور پر چلانے اور اس کی حفاظت و نگہداشت کرنے اور اس کی احتیاجات و ضروریات مہیا کرنے کا ذمہ دار ہو۔ ـــــ قرآن نے سورہ النساء کی آیت نمبر ۳۴ میں یہ اٹل، مستقل اور لاتبدّل اصول بیان فرما دیا ہے کہ:۔

اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ "مرد عورتوں پر قوّام ہیں۔"

مراد ہیں شوہر اور بیوی۔ آیت کا سیاق اور سباق اسی پر دلالت کرتا ہے۔ اس اصل اور قانون کی علت اور حکمت کو اسی آیت میں آگے بیان کیا گیا ہے۔ جس پر میں ان شاء اللہ آگے گفتگو کروں گا۔ یہاں میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جہاں قانونی طور پر مرد کو حاکم بتایا گیا ہے وہاں اخلاقی سطح پر اپنی بیویوں کے ساتھ حسنِ سلوک کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنی تاکید فرمائی ہے کہ اس مختصر سے وقت میں تمام احادیث سنانا میرے لئے ممکن نہیں۔ میں چند احادیث پیش کرنے پر اکتفا کروں گا تاکہ آپ کے سامنے وہ توازن آجائے جو اخلاقی حیثیت سے نبی اکرم ﷺ نے قائم فرمایا ہے تاکہ قانونی طور پر حاکم ہونے کی حیثیت سے مرد اپنی بیویوں پر تعدّی اور زیادتی سے اجتناب کر سکیں۔ ایک حدیث مسلم شریف میں ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ عَمْرِو ابْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ "عبد اللہ ابن عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلدُّنْیَا كُلُّهَا مَتَاعٌ وَّخَیْرُ مَتَاعِ الدُّنْیَا اَلْمَرْاَۃُ الصَّالِحَۃُ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا کل کی کل برتنے کی چیز ہے اور اس دنیا کی بہترین متاع نیک عورت (بیوی) ہے۔"

یعنی لوگو! جان لو کہ اس دنیا کی زندگی کے گزارنے اور برتنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں دی ہیں، ان میں سب سے بڑی نعمت نیک بیوی ہے۔ قدر و قیمت کے تعین کا یہ انداز سبحان اللہ! دنیا میں انسان کو بہت سی چیزیں مرغوب ہوتی ہیں اور ان سے دل لگاؤ ہوتا ہے۔ مال ہے، دولت ہے، جائیداد ہے، جاہ و حشمت ہے، وجاہت ہے، بیٹے ہیں، بیٹیاں ہیں۔ ماں باپ اور اعزہ و اقارب ہیں، یہ سب کچھ اپنی جگہ پر لیکن دنیا کی ان تمام چیزوں میں سب سے زیادہ قابل قدر اور قیمتی شے جو اللہ تعالیٰ کسی بندے کو عطا فرمایا ہے وہ نیک اور صالح بیوی ہے۔ ترمذی میں روایت ہے:۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَكْمَلُ الْمُؤْمِنِیْنَ اِیْمَانًا اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا وَّخِیَارُكُمْ خِیَارُكُمْ لِنِسَائِكُمْ

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کامل ایمان والا وہ ہے جو اخلاق میں اچھا ہو اور تم سے بہترین وہ لوگ ہیں جو اپنی عورتوں کے حق میں بہترین ہوں۔"

ترمذی ہی میں ایک روایت آئی ہے۔

عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَیْرُكُمْ خَیْرُكُمْ لِاَهْلِہٖ وَاَنَا خَیْرُكُمْ لِاَهْلِیْ:

"حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ (لوگو! جان لو کہ) تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لئے بہتر ہو (اور جان لو کہ) تم میں سے سب سے بہتر اپنے گھر والوں

سے حُسنِ سلوک کرنیوالا میں خود ہوں۔"

ایک روایت میں جو سنن ابی داؤد میں ہے، اسی بات کو ایک منفی اسلوب سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح فرمایا۔ لوگوں کو جمع ہونے کا حکم دیا اور خطبہ ارشاد فرمایا:

لقد طاف اللیلۃ بآل محمد سبعون امراءۃ کل امراءۃ تشکی زوجھا فلا تجدون اولئک خیارکم	"آج محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے گھر والوں کے پاس ستر عورتوں نے چکر لگایا ہے۔ ہر عورت اپنے شوہر کی شکایت کر رہی تھی (میں تم سے کہہ دینا چاہتا ہوں کہ) جن لوگوں کی شکایت آئی ہے وہ تم میں اچھے لوگ نہیں ہیں۔"

یعنی جن شوہروں نے اپنی بیویوں سے ایسا سلوک روا رکھا ہوا ہے جس پر وہ شاکی ہیں اور جس سے ان کا قلبی اطمینان جاتا رہا ہے تو وہ لوگ اچھے لوگوں میں سے نہیں ہیں۔ اس اصول کی آنحضورؐ نے تعلیم دی۔ ظاہر بات ہے کہ شکایت صحیح ہے یا غلط اس کا فیصلہ تو فریقین کے بیانات کے بعد ہی لگایا جا سکتا ہے اس لئے آنجنابؐ نے تربیت کے لئے بطور سرزنش لوگوں کو متنبہ فرما دیا ——— یہ بات ماننی پڑتی ہے جیسے کہ مجھے آج ہی ایک خاتون کا رقعہ ملا ہے کہ آج ہمارے معاشرے میں بیویوں کے ساتھ حُسنِ سلوک کا پلڑا ہلکا ہو گیا ہے۔ شوہر اپنی قوامیت کے مظاہرے کے لئے تو ہر وقت آمادہ نظر آتے ہیں لیکن حُسنِ سلوک کے معاملے میں تہی دست ہیں۔ یہ معاملہ صحیح نہیں ہے۔ اصلاح طلب ہے۔ اور یہ اصلاح خاندان کے ادارے کو مضبوط اور خوشگوار بنانے کا باعث بنے گی"———

دینی گھرانوں میں یا ان گھرانوں میں جو قدامت پسند ہیں، چاہے دینی نہ بھی ہوں ان کے ہاں قدیم روایات چل رہی ہیں جو دین کی بنیاد پر نہیں بلکہ ان کی خاندانی یا قبائلی روایات پر ایک نظام و رواج چل رہا ہے۔ ایسے خاندانوں میں یہ تقصیر نظر آتی ہے کہ اہل و عیال کے ساتھ جس حُسنِ سلوک کی جناب محمد صلی اللہ نے تلقین فرمائی ہے اس کا فقدان ہے۔ تو اس کمی کا ہمیں اعتراف کرنا چاہیئے اور یہ بھی محسوس کرنا چاہیئے کہ ایسے دینی اور روائتی خاندانوں کے غلط طرزِ عمل کی وجہ سے ان کی خواتین میں اگر کوئی ردِ عمل پیدا ہو جائے تو اس کی

ذمہ داری ان پر آئے گی۔ اگر ایسے لوگوں نے اپنی خواتین پر زیادتی کی ہے۔ ان کے ساتھ نارِ دا سلوک کیا ہے۔ ان کی عزتِ نفس کو ٹھیس پہنچائی ہے۔ ان کے اس قانونی تشخص کی حق تلفی کی ہے۔ ان کے ان اخلاقی حقوق کی جو اللہ نے دیئے ہیں، رعایت اور پاسداری نہیں کی ہے تو ان وجوہ سے خواتین کے ردِّ عمل اور اس سے جو برائی جنم لے گی اللہ کی عدالت میں اس کی ذمہ داری ان لوگوں پر آئے گی جو اپنے طرزِ عمل کو اس تعلیم و تلقین کے مطابق نہیں رکھ رہے ہیں جو کتاب و سنت اور شریعت نے دی ہے ـــــ یہ تو ایک ضمنی گفتگو تھی۔ اب آیئے اصل موضوع کی طرف ـــــ میں عرض کر رہا تھا کہ خاندان کے ادارے کو مستحکم کرنے کے لئے اسلام نے مرد کو برتری اور فضیلت عطا کی ہے۔ اور اس کے لئے قرآن مجید میں لفظ 'قوّام' استعمال ہوا ہے۔ اس سطح پر آ کر مرد اور عورت ہرگز مساوی نہیں ہیں۔ اس معاملے میں مساوات کا تصور عقل کے بھی بالکل خلاف ہے۔ اس لئے کہ خاندان دراصل ایک انتظامی ادارہ (Unit) ہے اور کسی بھی انتظامی ادارے میں مساوی اختیارات کے حامل سربراہ دو نہیں ہو سکتے۔ یہ ممکن ہی نہیں قطعی ناقابلِ عمل بات ہے۔ آپ پورے انسانی تمدن کا جائزہ لے لیجئے۔ بڑے سے بڑے اور چھوٹے سے چھوٹے ادارے کو سامنے رکھ لیجئے اور دیکھ لیجئے کہ کیا کوئی ایسا ادارہ موجود ہے کہ جس کے سربراہ دو ہوں اور بالکل مساوی اختیارات رکھتے ہوں۔ بالفرض کہیں یہ حماقت کی گئی ہو تو پھر وہ ادارہ صحیح طور پر اپنا کام انجام نہیں دے سکتا۔ یہ ناممکن ہے۔ محالِ عقلی ہے۔ لہٰذا اگر یہ مقصد پیشِ نظر ہو کہ خاندان کے ادارے کو مستحکم کیا جائے، مضبوط بنایا جائے جیسا کہ اسلام چاہتا ہے اور اس کا عین منشا ہے۔ تو ظاہر بات ہے کہ قانونی اور اختیار دونوں اعتبارات سے خاندان میں کسی ایک فرد کو برتری دینی ہو گی، اس کے بغیر خاندان کا ادارہ نہ مستحکم ہو سکتا ہے اور نہ وہ وظیفہ انجام دے سکتا ہے جو اس کے ذمہ ہے۔ قرآن حکیم سے واضح ہوتا ہے کہ تین اساسات اور تین بنیادوں کی وجہ سے یہ برتری اور یہ اختیار مرد کو حاصل ہے۔ اس ضمن میں، چند آیات ایک خاص تدریج و ترتیب کیساتھ میں آپ کے سامنے رکھوں گا۔ آپ سے درخواست ہے کہ ان پر خصوصی توجہ مرکوز رکھیں ـــــ

پہلی اساس آپ کو معلوم ہے کہ اسلامی شریعت کا جو بنیادی خاکہ (Blue Print) ہے وہ ہمیں سورۃ البقرہ میں ملتا ہے۔ وہاں ہمیں آیت نمبر ۲۲۸ کے آخری حصّے میں یہ اساس ملتی ہے۔ فرمایا:

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ "عورتوں کے لئے بھی معروف طریقے

وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ۗ وَاللّٰهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝ پر ویسے ہی حقوق ہیں، جیسے مردوں کے حقوق ان پر ہیں۔ البتہ مردوں کو ان پر ایک درجہ (ترجیح کا) حاصل ہے اور (سب پر) اللہ غالب اقتدار رکھنے والا اور حکیم و دانا موجود ہے۔"[1]

حقوق و فرائض کا ایک توازن بھی اس آیت میں بیان ہو گیا اور مرد کی ترجیح و فضیلت اور درجہ بندی بھی ظاہر ہو گئی۔ ساتھ ہی یہ تنبیہ بھی کر دی گئی کہ حقوق و فرائض کے ضوابط کی صحیح ادائیگی کی نگرانی کے لئے وہ ہستی موجود ہے جو العزیز (غالب و زبردست) ہے اور جس نے کامل حکمت کے ساتھ یہ درجہ بندی کی ہے۔ لام اور علیٰ کے حروف جار کے متعلق میں کئی بار عرض کر چکا ہوں کہ 'لام' آتا ہے کسی کے حق میں کوئی چیز اور علیٰ کسی کے خلاف جانے یا کسی پر عائد ہونے والی کسی چیز، تو فرائض کو تعبیر کیا جائیگا 'علیٰ' سے۔ یہ فریضہ مجھ پر عائد ہوتا ہے اور حق کی تعبیر کیلئے 'لام' آئے گا۔ یعنی یہ میرا حق ہے۔ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ جیسے کچھ ان کے فرائض ہیں جو ان (عورتوں) پر عائد کئے گئے ہیں۔ اسی کی مناسبت سے شریعت اسلامی نے معروف طور پر ان کو حقوق بھی عطا کئے ہیں، لیکن ایک اصول یہ بھی بتا دیا گیا: وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ " یہ بات

---

[1] مرد و زن کی مساوات کی جو بحث آج کل اخبارات میں چل رہی ہے۔ اس میں اس دور کی چند "مفسرات قرآن" نے اس آیت کے صرف اس حصے 'وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ' کو بنیاد بنا کر اس بات پر پورا زور استدلال صرف کیا ہے کہ قرآن تو مرد و عورت کی مساوات کا قائل ہے۔ یہ تو رجعت پسند لوگوں کی من گھڑت تاویل ہے کہ مرد کو عورت پر بالادستی حاصل ہے۔ ان "مفسرات" کو آیت کا اگلا حصہ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ "قرآن میں نظر نہیں آیا۔ یہ بالکل اسی نوع کی جسارت ہے جیسے کوئی بدبخت 'لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ' سے یہ استدلال کرے کہ قرآن تو نماز کے قریب جانے سے منع کرتا ہے اور 'اَنْتُمْ سُكٰرٰى' والے حصے کو چھوڑ دے۔ ایسی جسارت اس معاملے میں بھی کی گئی ہے کہ اگلے حصے 'وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ' "اور مردوں کو عورتوں پر ترجیح حاصل ہے" کو چھوڑ کر مرد و زن کے کامل مساوات کے نظریے کو قرآن سے منسوب کیا گیا ہے۔ یہ اللہ کی کتاب کیساتھ بہت بڑی گستاخی ہے جو تجدد پسند اور مغرب کے ذہنی غلاموں کی طرف سے کی جا رہی ہے۔ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا (مرتب)

جان لو کہ مردوں کو ان (عورتوں) پر ایک درجہ فضیلت کا حاصل ہے' گویا یہاں پیشگی ایک ایک رہنما اصول (Directive Principle) بیان کر دیا گیا۔ جیسے آپ کو معلوم ہوگا کہ شراب اور جوئے کے معاملے میں سورہ البقرہ میں پہلا اصول یہ بیان ہوا ہے کہ:۔

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ط قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ط (۲۱۹)	"اے نبیؐ! یہ آپ سے شراب اور جوئے کے بارے میں پوچھ رہے ہیں تو ان سے کہہ دیجئے کہ ان میں کچھ منفعتیں بھی ہیں لیکن ان میں گناہ اور بُرائی کا عنصر منفعتوں سے زیادہ ہے"۔

بات یہیں چھوڑ دی۔ ابھی حُرمت کا حکم نہیں دیا گیا۔ لیکن ایک سمت (Direction) معیّن ہوگئی کہ بات کس طرف جا رہی ہے، ہوا کا رُخ کیا ہے!۔۔۔ اسی طریقے سے سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۲۲۸ میں ہوا کا رُخ متعیّن کر دیا کہ لِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ "جان لو کہ مردوں کو عورتوں پر ایک درجہ فضیلت کا حاصل ہے۔۔۔۔ سورہ النساء کی آیت نمبر ۳۲ میں یہ مضمون زیادہ واضح ہو کر آتا ہے۔ جس کا ایک حوالہ میں پہلے بھی دے چکا ہوں۔ یہاں فضیلت کا فلسفہ اس اسلوب سے ہمارے سامنے آتا ہے کہ

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ط	"اور اللہ تعالیٰ نے تم میں بعض کو بعض پر جو فضیلت دی ہے اس کی تمنّا نہ کرو!"

تمام قدیم و جدید مفسّرین کا اس پر اجماع ہے کہ یہاں حتمی اور قطعی طور پر وہ فضیلت مراد ہے جو اللہ تعالیٰ نے مرد کو عورت پر عطا فرمائی ہے۔ اسی آیت کا اگلا حصّہ اس کو صراحت کے ساتھ کھول دیتا ہے کہ

لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ط	مردوں کے لئے ان کی کمائی میں حصّہ ہے اور عورتوں کے لئے ان کی کمائی میں سے حصّہ ہے۔

یعنی نیکی اور بدی کمانے کے دونوں کو مواقع حاصل ہیں۔ تمنّا کا کچھ حاصل کچھ نہیں ہوگا۔ سوائے اس کے کہ انسان پیچ و تاب کھائے اور اس کی صلاحیت ضائع ہو۔ اس تمنّا کی کوئی

Products حیثیت نہیں ہو گی۔ یہ محض ضیاع ہو گا۔ اگر اللہ تعالیٰ نے تخلیق میں مرد کو عورت پر فضیلت دی ہے تو اُسے کھلے دل سے تسلیم کیجیے۔ اس کی تمنّا کرنے اور اس پر پیچ و تاب کھانے کے بجائے اس بات کو مستحضر رکھیئے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے جو صلاحیتیں، توانائیاں اور قوتیں دی ہیں اور مجھ پر جو فرائض و حقوق عائد کیئے ہیں۔ آخرت میں میرا محاسبہ اس کے اعتبار سے ہو گا۔ انسان کی یہ طبعی کمزوری ہے کہ وہ فضیلت کے معاملے کو آسانی سے قبول نہیں کرتا۔ مردوں کو عورتوں پر بحیثیت مجموعی فضیلت ہے تو اس کے بارے میں عورتوں میں احساس کا پیدا ہونا فطری ہے۔ اس کے ازالے اور علاج کے لئے فرمایا گیا ہے۔

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ
مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ؕ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ؕ وَاسْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ
اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمًا ۝

اس آیت کا آخری حصّہ انتہائی قابلِ غور ہے۔ یہ فضیلت اللہ کی دی ہوئی ہے جو ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔ اس نے یہ فضیلت معاذ اللہ لاعلمی میں نہیں دی ہے۔ ایسے ہی اٹکل پچّو نہیں دے دی بلکہ علم کامل اور حکمت بالغہ کی بنیاد پر دی ہے ـــــ آگے سورۃ النساء کی آیت ۳۴ میں یہ بات واشگاف طور پر کھول دی اور Declare کر دی جاتی ہے اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ۔ قرآن حکیم کے اسلوب کو پہچانیئے، پہلے ایک سمت سورہ بقرہ کی آیت ۲۲۸ میں متعین فرمائی گئی۔ پھر ذہنوں کو تیار کرنے کے لئے سورۃ النساء کی آیت نمبر ۳۲ میں فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے جس کو جس پر فوقیت اور فضیلت دے دی ہے اس کو خوش دلی سے تسلیم (Reconcile) کرنا چاہیئے۔ اس پر رشک کرنے اس کی تمنا کرنے کے اور اس پر شکوہ و شکایت کرنے کے بجائے اس پر راضی بضا ہو کر اپنے طرزِ عمل کو درست کیا جانا چاہیئے اس کے بعد ایک اٹل، دائمی اور ابدی ضابطہ بیان فرما دیا گیا۔

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ	اور مرد عورتوں پر قوّام ہیں۔ اس سبب سے کہ اللہ نے ان میں ایک کو دوسرے پر فضیلت عطا فرمائی ہے۔

تفصیل کے لئے وہی الفاظ معمولی سے فرق کے ساتھ یہاں بھی آ گئے جو آیت نمبر ۳۲

میں آئے تھے ـــــ قوّام کے لفظ کی کچھ تشریح میں پہلے کر چکا ہوں۔ یہاں یہ سمجھ لیجئے کہ یہ لفظ قائم سے مبالغے کا صیغہ ہے، جیسے فاعل سے فعّال۔ اس مبالغے کی وجہ سے قائم (کھڑا ہونے والا) کے مفہوم میں بے نہایت وسعت پیدا ہو گئی۔ اس میں محافظت اور حاکمیت کی حیثیت سے کھڑے ہونے کے معنی بھی شامل ہو گئے۔ اس قوّام کے لفظ نے مرد کی حیثیت نگران و نگہبان اور حاکم کی بھی قرار دے دی۔ علامہ اقبال مرحوم نے اسی مفہوم کو اس طرح ادا کیا ہے کہ ع نسوانیتِ زن کا نگہبان ہے فقط مرد ـــــ اس قوّامیت کی ایک بنیاد کو بھی بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ کے الفاظ سے بیان کر دیا۔ ایک تو تخلیقی فضیلت ہے جو اللہ نے مردوں کو عورتوں پر دی ہے۔ ان کو جسمانی قوت زیادہ دی ہے۔ ان میں توانائی دی ہے۔ ان میں بھاگ دوڑ کی صلاحیت زیادہ ہے۔ ان میں اختراع و ایجاد کا جوہر زیادہ ہے۔ ان میں حکمرانی و جہانبانی کا حوصلہ و ولولہ زیادہ ہے۔ ان کی فطرت میں جنگ و جدال کا داعیہ زیادہ ہے۔ ان میں عزیمت کا وصف زیادہ ہے۔ معاشی جد و جہد اور محنت و کوشش کا مادّہ زیادہ ہے۔ ان میں فاعلیت زیادہ ہے۔ لہٰذا ان اوصاف اور صفات کی وجہ سے انہیں عورتوں پر قوّام بنایا گیا ہے اور اس قوّامیت کے تمام لوازم ان کے سپرد کئے گئے ہیں۔ وہ خاندان کے ادارے کے حاکم، محافظ اور نگہبان ہیں۔ دین و اخلاق کے معاملات کی نگرانی کے ذمہ دار بھی وہی ہیں: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا بیوی اور بچوں کی کفالت اور خاندان کی ضروریاتِ زندگی کی فراہم رسانی کی ذمہ داری بھی ان پر ہے۔ لہٰذا ان کی بیویوں اور بچوں پر ان کی اطاعت فرض ہے (بشرطیکہ وہ اللہ اور اس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کا حکم نہ دے)۔ اسی بات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح بیان فرمایا ہے:

اَلرَّجُلُ رَاعٍ عَلٰى اَهْلِهٖ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ .	مرد اپنے اہل و عیال پر حکمران و نگران ہے اور وہ اپنی رعیّت میں اپنے عمل پر وہ خدا کے سامنے جوابدہ ہے

اس حدیث کو امام بخاریؒ نے قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا کی تفسیر میں روایت کیا ہے ـــــ اور یہ حدیث تو بہت مشہور اور عام ہے اور میرا حسن ظن ہے کہ آپ میں سے اکثر حضرات نے اسے سنا ہو گا کہ:

كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ۔ — تم میں سے ہر ایک (اپنے اپنے دائرۂ اختیار و اثر میں) راعی و نگران و حکمران ہے اور تم میں سے ہر ایک اپنی رعیت کے بارے میں (اللہ کے ہاں) جواب دہ ہے۔"

اللہ نے اپنی فیض بخشیوں سے مرد کو اگر ان پہلوؤں سے زیادہ نوازا ہے جن کا میں نے ابھی ذکر کیا تو عورت کو چند دوسرے پہلوؤں سے مالا مال کیا ہے۔ اس میں مرد کی تخلیق و ایجاد کے ثمرات و نتائج کو سنبھالنے کا سلیقہ اور ہنر عطا فرمایا ہے۔ اس کو گھر بنانے اور گھر بسانے کی قابلیت بخشی ہے۔ اس میں گھر گرہستی کے کاموں، بچوں کی پرورش و نگہداشت اور گھریلو امور سے ایک فطری مناسبت ودیعت کی ہے۔ اس کے اندر دل کشی، دلربائی، شیرینی اور حلاوت کا جمال رکھا ہے۔ خاندان کی اندرونی تنظیم میں اسے گھر کے حاکم کی ملکہ کا مقام عنایت کیا ہے۔ کسب معاش کی ذمہ داری شوہر پر رکھی ہے تو اس کمائی سے گھر کا انتظام کرنا اس کے ذمہ لگایا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سورہ التحریم کی آیت، قُوْا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا کی تفسیر میں صحیح بخاری میں یہ قول بھی منقول ہے۔

الْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلٰى بَيْتِ زَوْجِهَا وَهِيَ مَسْئُوْلَةٌ عَنْهَا — عورت اپنے شوہر کے گھر کی حکمران ہے اور وہ اپنی حکومت کے دائرہ میں اپنے عمل کیلئے جواب دہ ہے۔"

یہ خالق و فاطر کائنات کی خلاقی کا کمال ہے کہ اس نے اگر مرد میں فاعل و فعالیت کی صلاحیت رکھی ہے تو عورت کو منفعل و انفعال کی اہلیت سے نوازا ہے۔ فعل و انفعال دونوں اس کارخانہ ہستی اور کارگاہ حیات کو چلانے کے لئے یکساں ضروری ہیں۔ دونوں کا اپنی اپنی جگہ اور اپنے اپنے دائرہ عمل میں ایک اہم مقام ہے۔ اب اگر یہ دونوں ایکدوسرے کے دائرہ عمل اور حدود کار میں بے جا مداخلت کریں گے یا ایک دوسرے کے قدرت کے تفویض کردہ امور کے بارے میں چھینا جھپٹی کریں گے تو تمدن میں فساد اور بگاڑ پیدا ہوگا اور یہ اپنی حقیقت کے اعتبار سے قدرت کی تقسیم کار کے خلاف بغاوت ہوگی جس کے مہلک نتائج بنی نوع انسان نے پہلے بھی بھگتے ہیں اور اب بھی بھگت رہی ہے۔ ایسے مردوں اور عورتوں پر لعنت کی گئی ہے جو ایک دوسرے کی ریس اور نقالی کی روش اختیار کرتے ہیں۔

سنن ابی داؤد کی دو روایتیں اس مفہوم کو سمجھنے میں ان شاء اللہ کفایت کریں گی۔ پہلی روایت ہے:—

لَعَنَ الْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ

"رسول اللہ نے ان عورتوں پر لعنت کی جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں"۔

دوسری روایت ہے:

لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الرَّجُلَ یَلْبَسُ لِبْسَۃَ الْمَرْأَۃِ وَالْمَرْأَۃَ تَلْبَسُ لِبْسَۃَ الرَّجُلِ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مرد پر لعنت کی ہے جو عورت کا لباس پہنے اور اس عورت پر لعنت کی ہے جو مرد کا لباس پہنے

دوسری اساس عورت پر مرد کو قوّام بنانے اور فضیلت حاصل ہونے کی دوسری اساس سورہ النساء کی اسی آیت میں آگے ان الفاظ میں بیان ہوئی:

وَبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِھِمْ

"اور یہ (قوّامیت وفضیلت) اس سبب اور بنا پر رکھی ہے کہ مرد اپنا مال خرچ کرتے ہیں"۔

اس آیت کا یہ حصّہ اس بات پر قطعی دلیل ہے کہ خاندان (بیوی بچوں) کی کفالت کی ذمہ داری مرد پر ہے۔ نان نفقہ اس کے ذمّہ ہے۔ عورت پر یہ بار نہیں ڈالا گیا۔ مہر مرد ادا کرتا ہے۔ عورت پر یا عورت کے خاندان پر اس قسم کی کوئی ذمّہ داری نہیں ہے۔ شادی کی خوشی میں دعوتِ ولیمہ کرنا لڑکے والوں کے ذمّے ہے۔ لڑکی والوں پر اس قسم کا کوئی بوجھ نہیں۔ تمام سامانِ امورِ خانہ داری کی فراہمی بھی لڑکے یا اس کے خاندان والوں پر ہے۔ لڑکی والے اس سے بری ہیں[1]۔

اب دو اساسات جمع ہوگئیں۔ ایک تخلیقی تفضیل ہے جو اللہ نے مرد کو دی ہے۔ جو مرد کی تخلیقی و نفسیاتی ساخت اور فطرت میں مضمر ہے۔ دوسری یہ کہ اسلام نے جو عائلی نظام بنایا ہے اس میں کمائی اور معاشی کفالت کا تمام بوجھ مرد کے کاندھوں پر ڈالا گیا ہے۔ لہٰذا ان دو بنیادوں پر مرد کو

---

[1] جہیز اور بارات کے طعام کی جو رسوم ہمارے معاشرے میں رائج ہیں۔ ان کا اسلام سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔ یہ رسوم اپنی روح اور عمل دونوں اعتبارات سے خالص ہندوانہ ہیں (مرتب)

قوامیت کو استوار کیا گیا ہے۔ اب بات یہاں تک واضح ہوگئی کہ مرد عورتوں پر قوام ہیں' اس بنا پر کہ اللہ نے ان میں سے ایک (مرد) کو دوسرے (عورت) پر فضیلت دی ہے اور اس سبب سے کہ مرد اپنے مال خرچ کرتے ہیں' اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰہُ بَعْضَھُمْ عَلٰی بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِھِمْ ۔ سورہ النساء کی آیت نمبر ۳۴ اور اس آیت مبارکہ نمبر ۳۴ کے آغاز میں مذکور۔ ان دو اہم مضامین کی تشریح و تفسیر اور ان پر تدبر و تفکر سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اللہ نے مرد اور عورت کو جو علیحدہ علیحدہ مقام اور تشخص دیا ہے اس کو قبول اور Reconcile کیجئے۔ اس کے مطابق طرز عمل اختیار کیجئے۔ اسی میں ہماری دنیوی اور اُخروی کامیابی ہے۔

بیوی کے لئے صحیح طرزِ عمل

اسی آیت میں آگے نہایت پیارے اور دلنشین اور واضح انداز میں عورتوں کے لئے رہنمائی عطا فرمادی گئی کہ مرد کی فضیلت و قوامیت کے پیش نظر ان کا طرز عمل کیا ہونا چاہیئے۔ فرمایا

فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَیْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰہُ ؕ

"پس نیک بیبیوں کو سزاوار ہے کہ وہ فرمانبرداری کرنے والی اور مردوں کے پیچھے ان کے حقوق اور رازوں کی حفاظت کرنے والی بنیں بوجہ اس کے کہ اللہ نے اس چیز کی حفاظت کی ہے"

آیت مبارکہ کے اس ٹکڑے میں ایک صالح بیوی کی دو صفات بیان کی گئیں۔ ایک یہ کہ وہ قانتہ ہو۔ دوسری یہ کہ وہ حافظہ للغیب ہو ــــ ترجمے سے ان صفات کا ایک اجمالی مفہوم آپ کے سامنے آگیا ہوگا۔ لیکن ضرورت ہے کہ اس کو مزید واضح کیا جائے۔ اس حصّے کی ترجمانی اور تشریح و توضیح یوں ہوگی کہ از روئے قرآن مجید صالح اور نیک بیویاں وہ ہیں یا از روئے اسلام قابل تعریف طرز عمل اور کردار ان خواتین کا ہے جن میں دو اوصاف موجود ہوں۔ ایک یہ کہ وہ قانتات ہوں یعنی شوہر کی فرمانبردار ہوں۔ ان کا حکم مانیں۔ ظاہر بات ہے کہ وہ حاکم کیا ہوا جس کا حکم نہ مانا جائے! یہ ضرور ہے کہ حاکم مطلق صرف اللہ ہے۔ شوہر کا حکم اگر اللہ کے حکم کے خلاف ہے تو نہیں مانا جائے گا۔ لیکن اللہ اور اس کے رسولؐ کے احکام کے دائرے میں شوہر کا حکم ماننا بیوی پر لازم اور فرض ہے۔ اس لزوم اور فرضیت کے باہمی ربط کو شوہر کے لئے قوّام (حاکم) اور بیوی کے لئے قانتہ (فرمانبردار) کے الفاظ سے بالکل واضح اور نمایاں کر دیا گیا اور نظم قرآن کے اس اعجاز سے ثابت ہوگیا کہ عائلی زندگی میں شوہر کو حاکم کی حیثیت حاصل ہے ــــ دوسرا وصف یہ کہ وہ حافظاتٌ للغیب ہوں۔ اس

اسلوب میں بڑی جامع باتیں آگئی ہیں۔ اس میں اپنی عصمت و عفت کی حفاظت بھی ہے — درحقیقت اب وہ صرف اس کی عصمت نہیں ہے بلکہ شوہر کی آبرو اور اس کی ناموس ہے جب تک شادی نہیں ہوئی تھی، عورت کی عصمت اس کی ذاتی اور خاندان والوں کی آبرو اور عصمت تھی جب وہ رشتۂ ازدواج میں منسلک ہو کر ایک شخص کی بیوی بن گئی ہے تو اس میں اضافی طور پر اس کے شوہر کی عزت و ناموس بھی شامل ہو گئی — اسی طریقے سے نیک بیویوں پر لازم ہے کہ وہ اپنے شوہروں کے رازوں کی حفاظت کریں۔ شوہر کے رازوں سے بیوی سے زیادہ کوئی دوسرا آگاہی رکھ سکتا ہے! لیکن ایک صالح بیوی کا طرزِ عمل یہ ہوگا کہ وہ شوہر کے رازوں اور کمزوریوں کو چھپائے۔ ان کی حفاظت کرے — اگر وہ ان کو افشاء کرتی ہے تو یہ طرزِ عمل اس کردار کے بالکل منافی اور متضاد ہوگا جو کتاب و سنت سے ایک صالح اور Ideal بیوی کا ہمارے سامنے آتا ہے۔ پس اس آیت سے یہ بات واضح طور پر ہمارے سامنے آگئی کہ جب میاں بیوی کا رشتہ قائم ہو تو ایک خاتون کا صحیح طرزِ عمل کیا ہونا چاہیئے۔

تیسری اساس آگے چلئے، یہ جو عقدۃ النکاح ہے اس میں بھی فرق و تفاوت ہے۔ اس گرہ کے بندھنے میں یقیناً عورت کی مرضی بھی شامل ہوتی ہے۔ لڑکی سے اس کا ولی اجازت لے کر آتا ہے اور نکاح پڑھانے والے کے ذریعے ایجاب یعنی پیشکش کرتا ہے اور لڑکا قبول کرتا ہے۔ اگر لڑکی اجازت نہ دے تو یہ بندھن نہیں بندھ سکتا۔ یہ قانونی تشخص اس کو حاصل ہے۔ اس کی مرضی کے بغیر نکاح نہیں ہوگا۔ اس میں یہ وضاحت کر دی گئی ہے کہ اگر لڑکی کنواری ہے تو اس کے سامنے ذکر کر دیا جائے اور وہ خاموش رہے تو یہ خاموشی بھی رضا شمار ہوتی ہے۔ چنانچہ 'الخاموشی نیم رضا' ہمارے ہاں محاورہ بن گیا ہے (یہاں خاموشی پر جو عربی لفظ نہیں ہے، 'ال' لگانا بڑا ہی مضحکہ خیز ہے) لیکن اگر عورت ثیبہ ہے یعنی مطلقہ ہے یا بیوہ ہے تو اس میں صراحت کی گئی ہے کہ نکاحِ ثانی کے لئے اس کی کامل اجازت ضروری ہے۔ یعنی جب تک وہ زبان سے نہ کہے بات پوری نہیں ہوگی — لیکن اس گرہ کے بندھ جانے کے بعد معاملہ مساوی نہیں رہا۔ اب گرہ مرد کے ہاتھ میں ہے۔ اسے اختیار ہے وہ جب چاہے اس گرہ کو کھول دے۔ جب چاہے طلاق دیدے۔ سورہ البقرہ کی آیت نمبر ۲۳۷ میں اس اختیار کو بیان کیا گیا ہے۔

اَلَّذِیْ بِیَدِهٖ عُقْدَةُ النِّکَاحِ ط "وہ (مرد) جس کے ہاتھ میں نکاح کی

گرہ ہے"

قانونی طور پر اسے طلاق دینے اور نکاح کی گرہ کھولنے کا کامل اختیار ہے۔ تہدید اگر ہے تو وہ اخلاقی ہے۔ اگر وہ کسی حقیقی سبب کے بغیر ایسا کرتا ہے تو بہت بڑا ظلم کرتا ہے۔ جس کی اسے اللہ کے ہاں جواب دہی کرنی ہوگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبردار فرمادیا کہ اَبْغَضُ الْحَلَالِ عِنْدَ اللّٰہِ الطَّلَاقُ "اللہ کے نزدیک حلال چیزوں میں سب سے بُری چیز طلاق ہے۔"

قانون اپنی جگہ ہے لیکن ساتھ ہی اخلاقی پابندی بھی عائد کر دی گئی ہے۔ اس طرح اس کو متوازن (Balance) کیا گیا ہے۔ مرد کسی حقیقی سبب سے طلاق دیتا ہے تو اس کو مکمل اختیار ہے۔ لیکن اگر بلاسبب اس نے طلاق دے کر کسی خاتون کی زندگی تباہ کی ہے جس کا اختیار بہرحال اسے حاصل ہے تو ایسا شخص جان رکھے کہ وہ اللہ کے ہاں بہت بڑا مجرم بن کر پیش ہوگا۔ لیکن جیسا کہ میں نے ابھی عرض کیا اُسے اختیار حاصل ہے۔ البتہ بیوی کو یہ اختیار حاصل نہیں ہے کہ جب چاہے اس گرہ کو کھول دے۔ بلکہ اسے 'خُلع' حاصل کرنے کا حق دیا گیا ہے۔ وہ علیحدگی چاہے تو اسے قاضی کی عدالت کا دروازہ کھٹکھٹانا ہوگا اور قاضی کو بتانا ہوگا کہ وہ کن اسباب کی بنا پر علیحدگی کی خواہاں ہے۔ اسلامی عدالتیں نہ ہوں تو وہ برادری یا قبیلے یا خاندان کے بزرگوں کو درمیان میں ڈال کر 'خُلع' حاصل کر سکتی ہے جیسا کہ انگریزوں کی حکومت کے دور میں عموماً ہوتا رہا ہے اور اب بھی عام طور پر ایسا ہوتا ہے کہ Elders of the clans عورت کی دادرسی کرتے ہیں اور تصفیہ کرا دیتے ہیں۔ ان کے سامنے عورت اسباب پیش کر سکتی ہے کہ میں اس مرد کے گھر میں نہیں بس سکتی۔ اس میں عورت کو یہاں تک بھی اختیار دیا گیا ہے کہ مجرّد یہ بات بھی 'خُلع' کی بنیاد بن سکتی ہے کہ اسے مرد پسند نہیں ہے۔ یہ سب اس لئے کہ زن و شو میں جو مؤدّت و موافقت اور مزاج کی پوری ہم آہنگی خاندانی نظام کے پُرسکون ہونے کے لئے درکار ہے اگر وہ موجود ہی نہیں ہے تو یہ گاڑی کیسے چلے گی! لہٰذا جیسے عورت کی طرف مرد کی رغبت ہونی ضروری ہے اسی طرح عورت کی بھی رغبت مرد کی طرف ضروری ہے۔ حاصل کلام یہ کہ عورت کو یہ آزادی حاصل نہیں ہے کہ وہ جب چاہے از خود اس گرہ کو کھول دے۔ اسے 'خُلع' کے لئے مرافعہ کرنا ہوگا۔ مجاز ادارے کو مطمئن (Convince) کرنا پڑے گا۔ اپنے بڑوں کے سامنے اپنی واقعی مجبوریاں پیش کرنی ہوں گی تاکہ معلوم ہو جائے کہ عورت محض

شدتِ جذبات سے مغلوب ہو کر اتنا بڑا قدم نہیں اٹھا رہی بلکہ حقیقی اسباب اور مشکلات موجود ہیں ۔۔۔۔ بہرحال یہ بات پیشِ نظر رہنی ضروری ہے کہ طلاق اور خلع اپنے **مسائل** کے اعتبار سے علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں۔ یہ مساوی نہیں ہیں۔ جہاں بھی ان کو مساوی کیا گیا ہے وہاں جو فساد رونما ہوا ہے وہ دنیا میں خوب جانا پہچانا ہے ۔۔۔۔ اب میں چاہوں گا سورہ البقرہ کی آیت نمبر ۲۳۷ پوری آپ مع ترجمہ سن لیں اور اس کے مضمرات کو بھی سمجھ لیں۔

پوری آیت یہ ہے :-

وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلَّآ اَنْ يَّعْفُوْنَ اَوْ يَعْفُوَا الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ۭ وَاَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۭ وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ○

اور اگر تم نے ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دی ہو، لیکن مہر مقرر کیا جا چکا ہو تو اس صورت میں نصف مہر دینا ہوگا یہ اور بات ہے کہ عورت نرمی برتے (اور مہر نہ لے) یا وہ مرد جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے، نرمی سے کام لے (اور پورا مہر ادا کر دے) اور تم (یعنی مرد) نرمی سے کام لو تو یہ رویہ تقویٰ سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے۔ آپس کے معاملات میں فیاضی کو نہ بھولو۔ اللہ تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے :"

یعنی اس میں تلقین کی گئی ہے کہ اگرچہ نکاح کی گرہ مرد کے ہاتھ میں ہے اور وہ جب چاہے اسے کھول سکتا ہے لیکن اگر نکاح کے بعد خلوت میں ملاقات نہ ہوئی ہو اور مرد طلاق دے دے اس صورت میں اسے قانوناً تو نصف مہر ادا کرنا ہوگا، لیکن اللہ نے مرد کو عورت پر جو فضیلت دی ہے مرد اس کو نظر انداز نہ کرے ۔ بلکہ اس کی رعایت کرے اور پورا مہر ادا کرے، یہ طرزِ عمل تقویٰ کے زیادہ قریب ہے ۔۔۔۔ مرد کی فضیلت کی دلیل اس آیت میں بھی موجود ہے ۔

اسلام میں عورت کا مقام

اب آئیے ستر و حجاب اور اسلام میں عورت کے اصل مقام کے مسائل کی طرف ۔ یہ وہ مسائل ہیں جن کے متعلق میری آراء اور میرے نظریات پر جو دراصل میرے نہیں بلکہ قرآن

وسنّت کے احکام جن سے ماخوذ و مستنبط ہیں' اخبارات و رسائل میں میرے خلاف ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا ہے۔ دورِ حاضر کی کچھ علامہ و فاضلہ اور مفسراتِ قرآن' فرما رہی ہیں کہ "ڈاکٹر اسرار اسلام سے ناواقف ہے۔ وہ رجعت پسند اور قدامت پسند ہے۔ وہ دقیانوسی نظریات و خیالات رکھتا ہے۔" اور مطالبہ کر رہی ہیں کہ اسے مجلس شوریٰ سے نکالو۔ اس کا ٹی وی پروگرام "الہدیٰ" بند کر دو۔ وہ عورتوں کے حقوق غصب کرنا چاہتا ہے' وہ آزادیٔ نسواں کا دشمن ہے۔' وغیرہ وغیرہ!

میرا جواب ان سب باتوں کے جواب میں' میں اپنی ان بہنوں سے عرض کروں گا کہ میں نے کبھی عالم دین ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ میں نے اپنے متعلق جب کچھ کہا ہے تو یہی کہ میں قرآن مجید کا محض ایک ادنیٰ طالب علم اور سنّتِ رسولؐ کا ادنیٰ درجے ہی میں سہی ایک وارفتہ و شیفتہ ہوں ——— رہا رجعت پسندی اور قدامت پسندی کا سوال! تو مجھے اپنی اس رجعت و قدامت پسندی پر فخر ہے کہ میرے لئے اصل معیارِ حق و باطل وہ کتاب اللہ اور سنّتِ رسول اللہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ہے جس پر آج سے سواچودہ سو سال قبل وہ معاشرہ وجود میں آیا تھا جس سے زیادہ صالح معاشرہ اس سینۂ گیتی کے اوپر اور فلک نیلی فام کے نیچے کبھی قائم نہیں ہوا۔ اور جس کی برکات کا کچھ پَرتَو اب بھی عالم میں موجود ہے اور جس کی کامل برکات سے بہرہ مند ہونے کے لئے بنی نوع انسان کا اجتماعی ذہن لاشعوری طور پر ہنوز پیاسا' جویا اور متلاشی ہے۔ بقول علامہ اقبال ؎

ہر کجا بینی جہانِ رنگ و بو — زاں کہ از خاکش بروید آرزو
یا ز نورِ مصطفیٰ او را بہاست — یا ہنوز اندر تلاشِ مصطفیٰ است!!

میں ایسی تمام بہنوں اور بھائیوں سے وہی بات عرض کروں گا۔ جو 'خلق قرآن' کے فتنے کے برپا ہونے کے دور میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے کہی تھی کہ :-

اِیْتُوْنِیْ بِشَیْئٍ مِنْ کِتَابِ اللّٰہِ وَسُنَّتِ رَسُوْلِہٖ حَتّٰی اَقُوْلَ

"میرے پاس کتاب اللہ اور اس کے رسولؐ کی سنّت سے کوئی دلیل لاؤ۔ تو لازماً مان لوں گا۔

میرا دعویٰ البتہ میں قرآن و سنّت کے اپنے حقیر مطالعے کی بنیاد پر پورے وثوق' اعتماد اور دعوے سے عرض کروں گا کہ ستر و حجاب کے مکمل قوانین

وضوابط قرآن وسنّت نے مقرر کئے ہیں، اس مسئلے سے متعلق احکام بڑی تفصیل سے دیئے ہیں، بہت واضح طور پر دیئے ہیں، ان میں کوئی ابہام نہیں ہے۔ پھر یہ کہ قرآن وحدیث نے عورت کا اصل مقام اس کا گھر قرار دیا ہے۔ میں یہ بھی عرض کرتا ہوں کہ جو شخص کسی درجے میں بھی کتاب وسنّت سے تھوڑی بہت واقفیت رکھتا ہو اور اس کے دل میں کچھ خوف و خشیتِ الٰہی بھی موجود ہو وہ میرے اس دعوے کو چیلنج نہیں کر سکتا ــــــ عورت کے دائرۂ کار اور ستر وحجاب کی شرعی حدود کی بحث میں حصّہ لینے والے مرد اور خواتین خود کو مسلمان کہتے ہیں لیکن ان کا رویّہ یہ ہے کہ وہ قرآن وسنّت کا اتباع اور اسلام کی پیروی کرنے کے بجائے اپنی خواہشات و نظریات کے پیچھے چلنا چاہتے ہیں۔ لیکن ظاہر یہ کرتے ہیں کہ ان سے زیادہ اسلام کو سمجھنے والا اور اس کا شیدائی کوئی نہیں اور انہیں قرآن وسنّت سے انکار نہیں ہے، انہیں انکار "دینِ مُلّا" یا ڈاکٹر اسرار جیسے رجعت و قدامت پسندوں کے نظریات وافکار سے ہے۔ میں اپنی ان تمام بہنوں سے جو یہاں میری بات سننے تشریف لائی ہیں اور آپ تمام حضرات سے درخواست کروں گا کہ پہلے سے قائم شدہ نظریات و تصوّرات سے اپنے ذہن کو خالی کر کے قرآن وسنّت کی تعلیمات پر معروضی طور پر غور فرمائیے۔ ان شاء اللہ آپ کے سامنے واضح طور پر یہ بات آجائے گی کہ از روئے قرآن وسنّت ستر وحجاب کے احکام کیا ہیں! اور عورت کا اصل مقام کیا ہے۔!!

ستر وحجاب آج سے تقریباً دو سو سال قبل جب انگریزی استعمار اور امپیریلزم کا غلبہ برِّعظیم پاک و ہند میں شروع ہوا اور سیاسی غلامی پائے تکمیل کو پہنچ گئی تو ساتھ ہی اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوْکِھِمْ کے مقولے کے مطابق ذہنی غلامی اور استیلاء کے دور کا آغاز ہوا اور یہاں کے ان مسلمانوں نے جنہوں نے انگریزی تعلیم حاصل کی اور جو سرکاری مناصب تک پہنچے مرعوب ذہنیت کے ساتھ مغربی طور طریقے، طرزِ بود و باش اور طرزِ معاشرت اختیار کرنی شروع کی۔ پھر پچھلی جنگ عظیم کے بعد جو مسلم ممالک یورپ کے پنجۂ استبداد میں گرفتار ہوئے تو وہاں بھی مترفین اس تہذیب کی کورانہ تقلید میں لگ گئے۔ اس طرح جدید تعلیمیافتہ نسل اس بات کو فراموش کر بیٹھی کہ شریعت اسلامی میں ستر وحجاب کے احکام بھی ہیں اور عورت کا اصل دائرہ کار بھی معیّن ہے۔

اس بات کو جان لیجئے کہ ستر وحجاب کے ضمن میں بھی یہ اصول کارفرما ہے کہ یہ احکام

بھی بتدریج نازل ہوئے ہیں۔ یہ تمام احکام دو سورتوں یعنی سورہ الاحزاب اور سورہ النور میں مکمل ہو جاتے ہیں۔ ان دونوں سورتوں کے زمانہ نزول کو اگر سامنے رکھا جائے جو حکمت تشریع کو سمجھنے کے لئے از حد ضروری ہے تو معلوم ہو جائیگا کہ پہلا حکم کون سا ہے اور دوسرا کونسا! کثیر التعداد اور معتبر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ سورہ الاحزاب پہلے نازل ہوئی ہے۔ غزوہ احزاب کے دوران یا اس کے فوراً بعد۔ اس میں حجاب کے ابتدائی احکام ہیں۔ یہ غزوہ شوال ۵ھ میں ہوا تھا۔ سورہ النور غزوہ بنی المصطلق کے بعد نازل ہوئی ہے جو شعبان ۶ھ کا واقعہ ہے۔ اس میں ستر و حجاب کے تکمیلی احکام بیان ہو گئے ہیں۔ اسی غزوے ہی کے دوران واقعہ افک پیش آیا ہے۔ یعنی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا دوران سفر میں جو ہار ٹوٹ گیا تھا جس کی تلاش کیوجہ سے آپؓ قافلے سے پیچھے رہ گئی تھیں اور پھر صفوانؓ بن معطل سلمیؓ کے ساتھ آکر قافلے میں شامل ہوئیں اور اس واقعے کو منافقین نے حضرت عائشہ صدیقہؓ پر تہمت جوڑنے کا بہانہ بنا لیا۔ اور اس افک سے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی برأت اسی سورہ نور میں نازل ہوئی ہے۔

خواتین کیلئے اسوہ

اب پہلے ایک اصل الاصول سمجھ لیجئے۔ سورہ الاحزاب میں ایک آیت آئی ہے جس کا ابتدائی حصہ آپ سب نے سیرت مطہرہ کی تقاریر کے ضمن میں لازماً سنا ہوگا۔ آیت یہ ہے :—

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

" اے مسلمانوں تمہارے لئے رسولؐ اللہ کی زندگی میں اور سیرت میں ایک نہایت عمدہ بہترین نمونہ اور اسوۂ کاملہ ہے۔"

یعنی اس اسوہ کو دیکھو! اس کو سمجھو اور اس کو اپنے لئے Ideal بناؤ۔ اس کا اتباع اور اس کی پیروی کرو۔ اس سے قریب سے قریب تر ہونے کی کوشش کرو۔ تاقیام قیامت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مطہرہ مسلمانوں کے لئے ایک بہترین اور اکمل اسوہ و نمونہ ہے۔ اب غور کیجئے کہ مسلمان مردوں کے لئے تو ہر لحاظ اور ہر اعتبار سے نمونہ آنحضورؐ کی ذات اقدس ہے۔ مرد کی ایک حیثیت شوہر کی ہے، اس کے لئے بھی آنجنابؐ نمونہ ہیں۔ الغرض شوہر کی حیثیت ہو یا باپ اور خسر کی۔ معلم کی حیثیت ہو یا مربی و مزکی کی

سربراہِ مملکت کی حیثیت ہو یا قاضی القضاۃ کی۔ سپہ سالار یا جنرل کی حیثیت ہو یا فاتح اور کشور کی۔ ہر حیثیت میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم مَردوں کے لئے یقیناً اکمل واتم نمونہ واسوہ ہیں ___ لیکن مسلمان خواتین کے لئے آں حضرتؐ کی سیرت اور زندگی مکمل نمونہ نہیں بن سکتی۔ یہاں خاص طور پر میرے اس جملے پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ خاص طور پر یہاں "مکمل نمونہ" کے الفاظ توجہ چاہتے ہیں۔ بطور خاتون، بطور بیوی، بطور بیٹی اور بطور ماں، یہ اسوہ تو آپ کو آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں تو نہیں ملے گا۔ حالانکہ یہ بہت ضروری ہے۔ عورت کی ان حیثیات کے لئے بھی تو کوئی نمونہ کوئی اسوہ کوئی Model ہونا چاہیئے کہ جس کو دیکھ کر تاقیامِ قیامت مسلمان خواتین اپنے طرزِ عمل کو معین کریں۔ حضورؐ کی زندگی کے جو دوسرے پہلو ہیں وہ یقیناً خواتین کے لئے بھی اسوہ ہیں۔ عبادت عورتوں کو بھی کرنی ہے، وہ دیکھیں کہ آنحضرتؐ کی زندگی میں عبادت کا کیا معمول رہا ہے اس کی پیروی کریں۔ نماز انہوں نے بھی پڑھنی ہے۔ للہذا صَلُّوْا كَمَا رَأَيْتُمُوْنِيْ أُصَلِّيْ کی ہدایت جیسے مردوں کے لئے ہے، عورتوں کے لئے بھی ہے لیکن جو مسائل ومعاملات خواتین کے لئے مخصوص ہیں، ان مسائل ومعاملات کے لئے اسوہ کون ہوگا؟ یہ سوال خوب اچھی طرح ذہن نشین کر لیجئے۔ اس طرح وہ حقیقت آپ کے سامنے بالکل واضح ومبرہن ہو کر آئے گی کہ اسی سورہ الاحزاب میں جس میں یہ آیت آئی: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔ اسی میں ازواجِ مطہرات سے خطاب ہو رہا ہے کہ درحقیقت وہ ہیں ہمیشہ ہمیش کے لئے امت کی خواتین کے واسطے اسوہ اور نمونہ۔ بالخصوص ان معاملات میں جو خواتین ہی سے متعلق ہیں۔ یہ وہ بدیہی حقیقت ہے جس سے انکار ممکن نہیں کہ ایسے تمام معاملات میں جو خواتین ہی سے تعلق رکھتے ہوں امہات المومنین ہی اسوہ بننے کا استحقاق رکھتی ہیں یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن اجمعین۔ میں نے یہ بات اتنی وضاحت سے اور زور دے کر اس لئے بیان کی ہے کہ سورہ الاحزاب میں بظاہر خطاب آنحضورؐ کی بیویوں سے ہے جس سے ہماری بعض بہنیں اس مغالطے میں مبتلا ہو گئی ہیں یا کر دی ہیں کہ یہ تو نبی اکرمؐ کی بیبیوں سے متعلق احکام ہیں، یہاں عام مسلمان خواتین سے تو بات نہیں ہو رہی۔ یہ بات ان کی غلط فہمی اور مغالطے کا بہت بڑا سبب بن گئی۔ للہذا اس بات کی ذہن میں تصحیح ہونی چاہیئے کہ قرآن مجید میں یہ اسلوب کیوں ہے! یہ اس لئے ہے کہ ازواجِ مطہرات کو مسلمان خواتین کے لئے Model بننا ہے۔ ان تمام معاملات میں جو صرف خواتین سے متعلق

اور ان کے لئے مخصوص ہیں ـــــ ورنہ بحیثیتِ مجموعی ولله هاوف، اسوہ حسنہ اور کامل نمونہ تو جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی ذاتِ اقدس ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سورہ الاحزاب کی آیت نمبر ۳۲ میں خطاب یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ ، سے ہوتا ہے جو آیت نمبر ۳۳ کے اختتام تک چلتا ہے۔ اب پہلے دونوں آیات اور ان کا ترجمہ سن لیجئے۔ پھر میں ان کی تشریح و تفسیر کروں گا۔ چونکہ یہ آیات آج کے موضوع کے لئے بمنزلہ کلید ہیں۔ فرمایا:

یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ
النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَیْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ
بِالْقَوْلِ فَیَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِهٖ
مَرَضٌ وَّ قُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝
وَ قَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ
تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰی وَاَقِمْنَ
الصَّلٰوةَ وَاٰتِیْنَ الزَّکٰوةَ وَاَطِعْنَ
اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ
لِیُذْهِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ
الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَکُمْ تَطْهِیْرًا ۝

"نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ اگر تم اللہ سے ڈرنے والی ہو تو نرم اور شیریں انداز سے بات نہ کیا کرو۔ مبادا دل کی خرابی کا مبتلا کوئی شخص (منافق) لالچ میں پڑ جائے بلکہ صاف سیدھی بات کرو۔ اور اپنے گھروں میں ٹک کر رہو اور سابق دورِ جاہلیت کی سی سج دھج نہ دکھاتی پھرو۔ نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو اور اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو۔ اللہ تو یہ چاہتا ہے کہ تم اہلِ بیتِ نبیؐ سے گندگی کو دور کرے اور تمہیں پاک کر دے جیسا کہ تمہیں ہونا چاہئے۔"

پردے کے احکام کا آغاز

یہ دونوں آیات وہ ہیں، جن سے پردے کے احکام کا آغاز اور مسلم خواتین کے لئے ایک دائرہ کار متعین ہوا ہے۔ پھر اسی اندازِ اسلوبِ بیان سے یہ غلط نتیجے اخذ کئے گئے ہیں کہ یہ احکام تو نبی اکرمؐ کی ازواج کے لئے مخصوص ہیں۔ عام مسلم خواتین ان کی مخاطب نہیں ہیں۔ لہٰذا ان آیات پر بڑے تدبر و تفکر اور غور و خوض کی اور انکے مضمرات کو کھولنے کی شدید ضرورت ہے۔ جمعہ کی تقریر کیلئے جو وقت مقرر ہے وہ ختم ہو چکا ہے لیکن میں آج آپ کا نصف گھنٹہ اور لوں گا اور ان شاء اللہ تیزی کے ساتھ مضمون کی تکمیل کرنے کی کوشش کروں گا۔ آپ تمام حضرات و خواتین سے درخواست ہے کہ وہ ہمہ تن گوش ہو کر میرا ساتھ دیں اور گفتگو پر اپنے توجہات مرتکز رکھیں۔

طرزِ تخاطب کی حکمت خطاب ہو رہا ہے "یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ" سے اور پہلی بات یہ فرمائی گئی ہے کہ

لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ — "تم عام عورتوں کے مانند نہیں ہو"

غور کیجئے کہ محض 'عورت' ہونے کے ناطے سے ازواجِ مطہرات اور دوسری عورتوں میں کیا فرق ہے! اس لحاظ اور اعتبار سے تو سب عورتیں برابر ہیں۔ فرق اور امتیاز ہے تو یہ کہ وہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیویاں ہیں اور جس طرح آں حضورؐ ایک اسوۂ کاملہ ہیں اسی طرح خواتین کے مخصوص امور میں ان ازواجِ مطہرات ہی کو اسوۂ اور نمونہ بننا ہے لہٰذا ان کو جو خصوصی احکام دیئے جا رہے ہیں ان کی غایت یہی ہے کہ ان کے مطابق عمل کر کے ازواجِ نبیؐ تا قیامِ قیامت تمام مسلم خواتین کے لئے ایک model خاتون اور بیوی کا نمونہ بن جائیں۔ اسی لئے اسی سورہ الاحزاب کی آیت ۳۱ میں جو آیتِ زیرِ گفتگو سے متصلاً قبل آئی ہے ازواجِ مطہراتؓ کو ان کے نیک اعمال پر دوہرے اجر کی بشارت دی گئی ہے۔

وَمَنْ یَّقْنُتْ مِنْکُنَّ لِلّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِہَآ اَجْرَہَا مَرَّتَیْنِ؛

اور تم میں سے جو اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرے گی اور نیک عمل کرے گی اس کو ہم دوہرا اجر دیں گے۔

اور آیت ۳۰ میں ان کی لغزش پر دوہرے عذاب کی وعید سنائی گئی ہے۔ یہ بھی اس لئے کہ ازواجِ مطہرات کو اسوہ اور نمونہ بننا ہے۔ لہٰذا ان کی عزیمت اور ان کی نیکی بہت سی خواتین کے لئے اس راہ پر چلنے کا سبب بنے گی اور ان کی معمولی سی لغزش بھی بہت سی عورتوں کی لغزش کا باعث بن جائے گی۔ ورنہ یہ احکام تمام مسلم خواتین کے لئے بھی ہیں۔ اس کی ایک دلیل میں دے چکا ہوں ایک اور دلیل میں آگے بیان کروں گا نیز آپ کو یہ بھی بتاؤں گا کہ عام مسلم خواتین کے لئے بھی یہی ہدایات دوسرے اسالیب سے قرآن مجید میں نازل ہوئی ہیں اور ان ہی احکام کی تشریح و توضیح میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی تاکیدی احکام دیئے ہیں۔

آواز کا فتنہ آگے فرمایا:۔

اِنِ اتَّقَیْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَیَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِہٖ مَرَضٌ وَّ

"(اے نبی کی بیبیو!) اگر تم اللہ سے ڈرنے والی ہو تو شیریں اور لوچ

فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ ... قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ٥ سے بات نہ کیا کرو مبادا جس کے
دل میں (نفاق کا) روگ ہے وہ کوئی غلط توقع کر بیٹھے۔ بلکہ صاف سیدھی بات کرو "
اس ہدایت کی حکمت کو اچھی طرح سمجھیے۔ یہ مسلّم حقیقت ہے کہ عورت کی آواز میں بھی
نسوانی حسن اور دلربائی کا وصف خالق و فاطر کی طرف سے ودیعت کیا گیا ہے۔ اس میں ایک
جاذبیت اور کشش رکھی گئی ہے۔ اس میں بہت سی حکمتیں ہیں۔ لیکن یہی گفتگو کا شیریں اور
لوچدار انداز بہت سے فتنوں کا ذریعہ بنتا ہے۔ اکثر اوقات اس میں کوئی برا جذبہ نہیں ہوتا
لیکن آواز میں حلاوت لہجے میں لگاوٹ اور باتوں میں گھلاوٹ سے شیطان فائدہ اٹھانے
کی کوشش کرتا ہے اور دل کے چھپے ہوئے چور کو شہ دیتا ہے۔ قرآن اس چور کا سر کچلنے کے لئے
ہدایت دیتا ہے کہ ضرورت پیش آنے پر کسی نامحرم مرد سے بات کی جاسکتی ہے۔ لیکن اس موقع پر
اندازِ گفتگو ایسا نہیں ہو کہ جس کے دل میں مرض ہے (جس سے نفاق کا روگ بھی مراد لیا جاسکتا
ہے اور نفسیاتی بھی)، وہ خواہ مخواہ دل میں کوئی غلط توقع پال لے اور کوئی طمع جگا لے۔ لہٰذا
ایسے مواقع پر آواز میں کرخت انداز پسندیدہ ہے اور ساتھ ہی یہ بھی فرمادیا گیا کہ بات بھی سیدھی
کرو اس میں بلاضرورت نہ طوالت ہو نہ اینچ پینچ ہو۔ یہ ہدایات جہاں ازواج مطہرات کیلئے ہیں
وہاں تمام خواتین کے لئے بھی ہیں اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیجئے۔[۱]

قرار فی البیوت | اگلی آیت میں فرمایا:-

وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰی "اور اپنے گھروں میں قرار، وقار اور سکینت کے ساتھ رہو اور جیسے بن سنور کر ایام جاہلیت میں عورتیں گھروں سے نمائش کے لئے نکلا کرتی تھیں ایسے نہ نکلو!

---

[۱] تفہیم القرآن میں سورہ الاحزاب کی اس آیت کے اس حصّے کی تفسیر کرتے ہوئے مولانا ابوالاعلیٰ مودودی مرحوم و مغفور نے حاشیے میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے۔ اس میں تمام مسلمان بھائیوں اور بہنوں کے لئے بڑا سبق ہے۔ سیّد مودودیؒ لکھتے ہیں:
"اب ذرا سوچنے کی بات ہے کہ جو دین عورت کو غیر مرد سے بات کرتے ہوئے بھی لوچدار اندازِ گفتگو اختیار کرنے کی اجازت نہیں دیتا اور اسے مردوں کے سامنے بلاضرورت آواز نکالنے سے روکتا ہے، کیا وہ کبھی اس کو پسند کر سکتا ہے کہ عورت اسٹیج پر آکر گائے،

یہاں لفظ 'قَرْنَ' استعمال ہوا ہے۔ بعض اہلِ لغت نے اس کو 'قرار' سے ' اور بعض نے 'وقار' سے ماخوذ بتایا ہے۔ قرار پکڑنے کے معنی ہوں گے 'ٹِک کر رہو' اور وقار کا مطلب ہوگا 'سکون سے رہو' چین سے بیٹھو'۔ دونوں صورتوں میں آیت کا یہ منشاء بالکل واضح، مبرہن اور ظاہر ہے کہ **عورت کا اصل دائرہ عمل اس کا گھر ہے**۔ یہاں کسی ابہام کے بغیر عورتوں کے لئے لائحہ عمل متعین کر دیا گیا اور ہدایت دے دی گئی ہے کہ عورت کی تمدّنی ذمہ داریوں کا دائرہ کار دراصل اس کا گھر ہے۔ وہ اس میں قیام کریں۔ قرار پکڑیں۔ یہاں اوّلین 'رہنما اصول' (Directive Principle) مقرر کر دیا گیا ہے[1] یہ ہے اسلام میں عورت کا

تسلسل ناچے، تھرکے، بھاؤ بتائے اور ناز و نخرے دکھائے! کیا وہ اس کی اجازت دے سکتا ہے کہ ریڈیو پر عورت عاشقانہ گیت گائے اور سریلے نغموں کے ساتھ فحش مضامین سنا سنا کر لوگوں کے جذبات میں آگ لگائے۔ کیا وہ اسے جائز رکھ سکتا ہے کہ ڈراموں میں کبھی کسی کی بیوی اور کبھی کسی کی معشوقہ کا پارٹ کریں! یا ہوائی میزبان (Air Hostess) بنائی جائیں اور انہیں خاص طور پر مسافروں کو دل لبھانے کی تربیت دی جائے! یا کلبوں اور اجتماعی تقریبات اور مخلوط مجالس میں بن ٹھن کر آئیں اور مردوں سے خوب گھل مل کر بات چیت اور ہنسی مذاق کریں"۔۔۔۔ موجودہ "ترقی یافتہ" دَور کے پیش نظر راقم یہاں مزید یہ عرض کرنے کی جسارت کر رہا ہے کہ ان صاف اور صالح تعلیمات و ہدایات اور احکامات کے بعد بھی کیا اس کا کوئی ادنیٰ سا جواز ہے کہ ٹیلیویژن پر عام پروگراموں اور اکثر خبرناموں کی معلنے ' (Announcers) خواتین کو بنایا جائے۔ (مرتب)

[1] امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے کہ "اس حکم (وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ) کے بعد ایک رات کو ام المومنین حضرت سودہؓ گھر سے باہر جا رہی تھیں۔ راستے میں حضرت عمرؓ نے دیکھ لیا اور کہا اے سودہؓ میں نے تم کو پہچان لیا تم خود کو نہ چھپا سکیں۔ وہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئیں اور یہ ماجرا آپؐ سے بیان کیا۔ اسی وقت آپ پر وحی نازل ہوئی۔ جب نزول وحی کی حالت جاتی رہی تو آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو (یعنی عورتوں کو) اپنے کام کاج کے لئے باہر نکلنے کی اجازت دی ہے" وحی نے جن شرائط کے ساتھ یہ اجازت دی ہے وہ اسی سورہ الاحزاب کی آیت ۵۹ میں مذکور ہے جس پر محترم ڈاکٹر صاحب کی گفتگو آگے آئے گی۔ (مرتب)

اصل مقام۔ اگرچہ ناگزیر تمدّنی ضروریات کے لئے بعض شرائط کے ساتھ گھر سے نکلنے کی اجازت دی گئی ہے جس کو میں قرآن مجید ہی کے حوالے آگے بیان کروں گا۔ آیت زیرِ گفتگو کے بین السطور بھی باہر نکلنے کی اجازت موجود ہے لیکن یہاں ایک شرط عائد کی گئی ہے۔

تبرّج کی ممانعت

وہ شرط تبرّج اور خاص طور پر تبرّج الجاهلية الاولٰى کے ساتھ نکلنے کی ممانعت کی شرط ہے۔ عربی میں تبرّج کے معنی نمایاں ہونے، ابھرنے اور کھل کر سامنے آنے کے ہیں۔ عورت کے لئے یہ لفظ اپنے چہرے اور اپنے جسم کی سج دھج، آرائش و زیبائش، سنگھار اور اپنی چال ڈھال میں لوچ اور چٹک مٹک کے ذریعے اپنے آپ کو نمایاں کرنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ تمام اہلِ لغت اور اکابر مفسرین نے اس لفظ کی یہی تشریح کی ہے۔ اب رہا جاہلیت کے مفہوم کا تعین تو جان لیجئے از روئے اسلام جاہلیت سے مراد ہر وہ طرزِ عمل، ہر وہ روش، ہر وہ چلن، ہر وہ رواج اور ہر وہ رسم ہے جو اسلام کی تعلیم، اس کی تہذیب، اس کی ثقافت اور اس کے اخلاق و آداب کے خلاف ہو — اور جاہلیۃ الاولٰی کا مطلب وہ تمام معائب اور برائیاں ہیں جن میں ظہورِ اسلام اور بعثت نبوی علٰی صاحبہا الصّلوٰۃ والسّلام سے قبل اہلِ عرب اور دنیا بھر کے لوگ مبتلا تھے۔ چنانچہ یہاں بظاہر ازواجِ مطہراتؓ سے خطاب ہے اور ان کو تبرّج الجاهلية الاولٰی سے منع کیا جا رہا ہے۔ لیکن جیسا کہ میں نے عرض کیا چونکہ ان امہات المومنین کو تمام مسلمان خواتین کے لئے اسوہ بننا ہے۔ لہٰذا ان کے توسط سے تمام خواتین کو ہدایت فرمائی جا رہی ہے کہ تمہارا اصل مقام تو گھر ہی ہے۔ لیکن اگر کسی تمدّنی ضرورت سے گھر سے باہر نکلنا ہی ہو تو جاہلیتِ اولٰی کی طرح بن سنور کر اور زیب و زینت کے ساتھ نکلنے کی ہرگز ہرگز اجازت نہیں ہے — اس آیت مبارکہ کا اگلا حصہ وَاَقِمْنَ الصَّلٰوۃَ الٰی آخر الآیہ بہت واضح ہے۔ وقت کی کمی کی وجہ سے اس کی تشریح و توضیح کو چھوڑ رہا ہوں۔

آیتِ حجاب

اب آگے چلئے۔ اسی سورہ الاحزاب کی آیت نمبر ۵۳ میں مسلمان مردوں کے لئے حکم نازل کیا جا رہا ہے۔

وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا	"(اے مسلمانو!) اگر تمہیں نبی
فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ	(صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیویوں سے کوئی چیز مانگنی

ہو تو پردے کی اوٹ سے مانگو"۔ [1]

میری جو بہنیں آج یہاں آئی ہوئی ہیں وہ اس لفظ "حجاب" اور سورہ الاحزاب کی آیت کا نمبر ۵۳ نوٹ کرلیں جس میں یہ لفظ وارد ہوا ہے۔ بلکہ یہ بھی عرض کردوں کہ ہمارے علوم فقہ میں یہ آیت "آیتِ حجاب" کے نام سے مشہور و معروف ہے۔ جس طرح بعض آیات کے نام مخصوص ہوگئے ہیں اسی طرح اس کا نام "آیتِ حجاب" مخصوص ہوگیا ہے۔ جو بہنیں اخبارات میں مراسلات و مضامین لکھ رہی ہیں کہ لفظ "حجاب" قرآن میں کہیں نہیں آیا وہ غور کریں کہ آخر مِنْ وَرَآءِ حِجَابٍ (پردے کی اوٹ) سے کیا مراد ہے۔ اور یہ حکم کیا ظاہر کرتا ہے؟ دو بدو اور بے حجابانہ گفتگو کرنے میں اگر کوئی مضائقہ نہیں ہے تو اس حکم کا منشاء و مطلب کیا متعین ہوگا؟ پھر اہم بات نوٹ کیجئے کہ جن سے پردے کی اوٹ سے کوئی چیز مانگنے کا مسلمانوں کو

---

[1] مولانا سید مودودیؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں "بخاری میں حضرت انسؓ بن مالک سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ اس آیت کے نزول سے پہلے متعدد مرتبہ عرض کرچکے تھے کہ یا رسولؐ اللہ! آپ کے ہاں بھلے اور برے سب ہی قسم کے لوگ آتے ہیں۔ کاش آپؐ اپنی ازواج مطہرات کو پردہ کرنے کا حکم دیتے ـــــ ایک اور روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے ازواج رسولؐ سے کہا "اگر آپ کے حق میں میری بات مانی جائے تو کبھی میری نگاہیں آپ کو نہ دیکھیں" لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ خود مختار نہ تھے، اس لئے آپ اشارۂ الٰہی کے منتظر رہے۔ آخر کار یہ حکم آگیا۔ ....اس حکم کے بعد ازواج مطہرات کے گھروں میں دروازوں پر پردے لٹکا دیئے گئے۔ اور چونکہ حضورؐ کا گھر تمام مسلمانوں کیلئے نمونے کا گھر تھا، اس لئے تمام مسلمانوں کے گھروں پر بھی پردے لٹک گئے۔۔" سید مودودیؒ آگے لکھتے ہیں کہ "جو کتاب مردوں اور عورتوں سے دُو در دُو بات کرنے سے روکتی ہے اور پردے کے پیچھے سے بات کرنے میں مصلحت یہ بتاتی ہے کہ "تمہارے اور ان کے دلوں کی پاکیزگی کے لئے یہ طریقہ زیادہ مناسب ہے۔ ان واضح ہدایات و احکام کے بعد آخر یہ کیسے کہا جا سکتا ہے" کہ مخلوط مجالس اور مخلوط تعلیم اور جمہوری ادارات اور دفاتر میں مردوں اور عورتوں کا بے تکلف میل جول بالکل جائز ہے اور اس سے دلوں کی پاکیزگی میں کوئی فرق نہیں پڑتا"۔

(مرتب)

حکم دیا جا رہا ہے وہ امہات المومنین ہیں۔ پوری امت کے لئے مائیں ہیں۔ جن کے متعلق اسی آیت کے اگلے حصے میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد ان سے نکاح کی ہمیشہ کے لئے ممانعت کی گئی ہے کہ "یہ جائز نہیں ہے کہ تم ان (رسولؐ) کے بعد انؐ کی بیویوں سے نکاح کرو"۔ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا ـــــ اس سے قبل اسی آیت میں وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ کے حکم کے بعد اس کی غایت بھی بیان فرمادی گئی تھی کہ "یہ طریقہ تمہارے دلوں کے لئے بھی زیادہ پاکیزگی بخش ہے اور ان (ازواجِ مطہرات) کے دلوں کے لئے بھی ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ـــــ غور کیجئے کہ امہات المومنین کے متعلق کس کے دل میں بُرا خیال پیدا ہو سکتا ہے! اسی طرح ان صالحات و مطاہرات ازواج النبیؐ کے متعلق یہ گمان دور از کار ہے۔ بالفرض ایک امکان سامنے رکھ کر پہلے تو ازواج مطہرات کو آیت نمبر ۳۲ میں شیریں اور لوچدار لہجے سے بات کرنے سے منع کیا گیا۔ پھر اس آیت میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ اپنی دینی اور رُوحانی ماؤں سے کوئی چیز مانگو تو پردے (حجاب) کی اوٹ سے مانگو۔ یہ اسلوب اس بات پر صریح دلالت کر رہا ہے کہ تمام مسلمان خواتین و حضرات کے لئے یہ مستقل ہدایت ہے۔ اسلام کے معاشرتی نظام میں صالح اقدار کے فروغ کے لئے یہی پاکیزہ طرزِ عمل ہے خواتین کے لئے بھی اور مردوں کے لئے بھی۔ ان احکام کی حکمتوں پر غور کیجئے۔ اللہ فاطرِ فطرت ہے، وہ جانتا ہے کہ مرد اور عورت کے مزاج، ان کے میلانات اور رجحانات کیا ہیں! ہم لاکھ پردے ڈالیں، ملمع سازی کریں، تہذیب و تمدّن کے تقاضوں کو بہانا بنائیں، لیکن مرد میں عورت کے لئے جاذبیت، کشش اور نفسانی خواہش کا جو داعیہ رکھا ہے اُسے اس داعیہ کو رکھنے والے سے زیادہ جاننے والا اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ اس لئے وہ فاطرِ فطرت گفتگو میں لوچدار انداز اختیار کرنے سے منع فرما رہا ہے اور شدید ضرورت کے تحت کوئی چیز مانگنے یا بات چیت کرنے کی صورت میں پردے کی اوٹ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ[1] کا حکم دے رہا ہے۔ ساتھ ہی اس کی حکمت بھی بیان فرما رہا

[1] مولانا امین احسن اصلاحی نے اپنی لاجواب تالیف "پاکستانی عورت دوراہے پر" میں لکھتے ہیں کہ "غزوہ خیبر کے سلسلے میں جب صحابہؓ میں یہ سوال پیدا ہوا کہ حضرت صفیہؓ کو آنحضرتؐ ایک لونڈی کی حیثیت سے رکھیں گے یا ایک منکوحہ بیوی کی حیثیت سے تو اس بارے میں اس فیصلہ کن

ہے کہ: ذٰلِکُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِکُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ

نقاب ہمارے ہاں ایک گروہ ایسا بھی ہے جو چہرے کے پردے کا قائل نہیں ہے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں نقاب کا کہیں ذکر نہیں ہے اور حج وعمرہ کے احرام میں عورت کا چہرہ کھلا رہتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ نقاب کا لفظ قرآن میں نہیں آیا۔ لیکن حدیث میں یہ لفظ موجود ہے۔ یہ روایت سنن ابی داؤد کی ہے جو صحاح ستہ میں شامل ہے۔

حدیث غور سے سنئے!

جَاءَتْ اِمْرَاءَةٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُقَالُ لَهَا اُمُّ خَلَّادٍ وَهِیَ مُنْتَقِبَةٌ تَسْأَلُ عَنِ ابْنِهَا وَهُوَ مَقْتُوْلٌ فَقَالَ لَهَا بَعْضُ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ جِئْتِ تَسْأَلِیْنَ عَنِ ابْنِكِ وَاَنْتِ مُنْتَقِبَةٌ فَقَالَتْ اِنْ اُرْزَءَ اِبْنِیْ فَلَنْ اُرْزَءَ حَیَائِیْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِبْنُکِ لَهٗ اَجْرُ شَهِیْدَیْنِ قَالَتْ وَلِمَ ذٰلِكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ لِاَنَّهٗ قَتَلَهٗ اَهْلُ الْکِتَابِ۔	ایک خاتون جن کا نام ام خلاد تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے بیٹے کا جو مقتول ہو چکا تھا انجام دریافت کرنے آئیں اور وہ نقاب پہنے ہوئے تھیں بنی ارسح کے ایک صحابی نے ان کی اس استقامت پر تعجب کرتے ہوئے کہا۔ نقاب پہن کر آپ بیٹے کا حال دریافت کرنے آئی ہیں؟ انہوں نے اس کے جواب میں فرمایا کہ میرا بیٹا مرا ہے، میری حیا نہیں مری ہے اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے ان کو تسلی دی کہ تمہارے بیٹے کو دو شہیدوں کا اجر ملے گا۔ انہوں نے

بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ | اصول کو سب نے تسلیم کیا کہ: "اگر ان کو وہ پردہ کرائیں تو سمجھنا چاہیئے کہ وہ امہات المؤمنین میں سے ایک ہیں اور اگر پردہ نہ کرائیں تو ان کی حیثیت لونڈی کی ہوگی، تو جب آپؐ نے کوچ کا ارادہ فرمایا تو اپنے پیچھے ان کے لئے بیٹھنے کا سامان کیا اور پردہ تانا"۔ مولانا موصوف نے اس حدیث کے جس متن کا حوالہ تحریر فرمایا ہے، اس میں "مدّ الحجاب" کا لفظ آیا ہے۔

(مرتب)

پوچھا ایسا کیوں ہوگا یا رسولؐ اللہ! آپؐ نے فرمایا اس لئے کہ اس کو اہلِ کتاب نے قتل کیا ہے۔

اس حدیث میں لفظ 'مُنْتَقِبَۃٌ' کا مادہ (Root) نقب ہے۔ اسی سے نقاب مصدر ہے۔ دیکھ لیجئے کہ یہ لفظ نقاب حدیث میں موجود ہے۔ اور یہ خاتون اس حال میں نقاب ڈالے ہوئے تھیں کہ ایسے سانحہ پر تو اچھے خاصے دین دار گھرانوں کی خواتین کو بھی غم واندوہ کی کیفیت میں حجاب کا خیال نہیں رہتا۔ یہ تو عموماً گریبان چاک کرنے اور سر پیٹنے کا موقعہ ہوتا ہے اسی لئے ایک صحابیؓ نے تعجب سے کہا تھا۔ جِئْتِ تَسْأَلِیْنَ عَنْ اِبْنِکِ وَاَنْتِ مُنْتَقِبَۃٌ۔ ان مومن خاتون نے جو جواب دیا وہ آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے کہ اِنْ اُرْزَأَ اِبْنِیْ فَلَنْ اُرْزَأَ حَیَائِیْ میرا بیٹا مرا ہے' میری حیا نہیں مری ——— واقعہ افک کے سلسلے میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے جو طویل حدیث مروی ہے۔ اس میں انہوں نے صراحت سے ذکر کیا ہے کہ جب وہؓ قافلے سے بچھڑ گئی تھیں اور اسی جگہ لیٹ گئی تھیں جہاں سے قافلے نے کوچ کیا تھا اور اُنؓ کی آنکھ لگ گئی تھی تو اس حالت میں اُنؓ کے چہرے سے چادر کھسک گئی تھی اور صفوان نے اُنؓ کو اس لئے پہچان لیا کہ انہوں نے قبل حجاب انہیں (حضرت عائشہؓ) کو دیکھا تھا[1]

---

[1] اس طویل حدیث کا متعلقہ متن اور ترجمہ یہ ہے: فَبَیْنَا اَنَا جَالِسَۃٌ فِیْ مَنْزِلِیْ غَلَبَتْنِیْ عَیْنِیْ فَنِمْتُ وَکَانَ صَفْوَانُ ابْنُ الْمُعَطَّلِ السُّلَمِیُّ ثُمَّ الذَّکْوَانِیُّ مِنْ وَّرَاءِ الْجَیْشِ فَاَصْبَحَ عِنْدَ مَنْزِلِیْ فَرَاٰی سَوَادَ اِنْسَانٍ نَائِمٍ فَعَرَفَنِیْ حِیْنَ رَاٰنِیْ وَکَانَ رَاٰنِیْ قَبْلَ الْحِجَابِ فَاسْتَیْقَظْتُ بِاسْتِرْجَاعِہٖ فَخَمَّرْتُ وَجْہِیْ بِجِلْبَابِیْ۔ "اسی اثنا میں کہ میں اپنی جگہ پر بیٹھی ہوئی تھی کہ میری آنکھیں بوجھل ہوگئیں اور میں سوگئی اور صفوان سلمی ذکوانی لشکر کے پیچھے تھے' میری نشست کے پاس آئے تو ایک سوتے ہوئے انسان کو دیکھا' تو انہوں نے مجھے پہچان لیا جب انہوں نے مجھے دیکھا، کیونکہ پردہ کے حکم سے پہلے وہ مجھے دیکھ چکے تھے، ان کے اِنّا للہ پڑھنے سے میں جاگ گئی اور اپنی چادر سے چہرہ کو ڈھانپ لیا" (مرتب)

ان دونوں حدیثوں سے چہرے کے پردے کے بارے میں کوئی اشکال باقی نہیں رہتا اس ضمن میں اگر کسی کے دل میں کوئی شک و شبہ ہے تو میں اس کو مخلصانہ مشورہ دوں گا کہ وہ اس کو اپنے دل سے نکال دے۔

خواتین کا احرام اور چہرے کا پردہ

حج و عمرے کے احرام میں عورت کے چہرے کے کھلے ہونے سے جو دلیل پکڑی جاتی ہے اس کے بارے میں ایسے حضرات و خواتین کو ایک اصول جان لینا چاہیئے کہ استثنائی حالات کے احکام کو کلیات پر منطبق نہیں کیا جاسکتا۔ احرام کی حالت میں چہرہ کھلا رکھنے کی ایک استثنائی اجازت یا چہرہ ڈھانپنے یا دستانے پہننے کی ممانعت حدیث میں وارد ضرور ہوئی ہے[1] لیکن اس سے چہرے کے پردے کا بالکلیہ انکار کر دینا انتہائی غیر معقول طرزِ فکر ہے۔ میں اس ضمن میں آپ کو بتاتا ہوں کہ حجاب کا حکم آنے کے بعد روزمرہ کی عادت کا یہ اثر تھا کہ دورِ سالت میں خواتین غیر اختیاری طور پر بھی حالت احرام میں چہرے کے پردے کا اہتمام کیا کرتی تھیں۔ چنانچہ حجۃ الوداع کے سفر کے متعلق سنن ابوداؤد میں حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ سے روایت ہے:۔

كَانَ الركبانُ يَمُرُّونَ بِنَا وَنَحْنُ	قافلے ہمارے پاس سے گزرتے
مُحْرِمَاتٌ مع رسول الله صلى الله	تھے اور ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
عليه وسلم فاذا اجازدنا اَسْدَلَتْ	کے ساتھ احرام باندھے ہوئے تھیں
اِحْدَانا جِلْبَابَهَا مِنْ رَاسِهَا اِلٰى	جب قافلے ہمارے سامنے آتے،
وَجْهِهَا فَاِذَا جَاوَزُنَا رَفَعْنَا	ہم بڑی چادر سر کی طرف سے چہرے
(ایک روایت میں آخری لفظ کشفناہ)	پر لٹکا لیتیں اور جب وہ گذر جاتے

---

[1] اس ضمن میں کتب احادیث میں جو روایات آئی ہیں کہ آنحضورؐ نے عورتوں کو حالت احرام میں چہرے پر اور دستانے پہننے سے منع فرمایا تھا تو ان کے الفاظ یہ ہیں۔ اَلْمُحْرِمَةُ لَا تَنْتَقِبُ وَلَا تَلْبَسُ الْقُفَّازَيْنِ۔ وَنَهَى النِّسَاءَ فِي اِحْرَامِهِنَّ عَنِ الْقُفَّازَيْنِ وَالنِّقَابِ۔ اس حدیث میں بھی لفظ نقاب موجود ہے۔

(مرتب)

آیا ہے)   ہم اس کو اٹھا دیتیں !!

اس حدیث میں جو لفظ جلباب (بڑی چادر) آیا ہے۔ اس کی تشریح و توضیح اسی سورہ کی آیت نمبر ۵۹ میں آپ کے سامنے آئے گی۔ جسکا بیان میں اب شروع کر رہا ہوں۔

گھر سے باہر نکلنے کے احکام

جب گھر میں قرار پکڑنے کے اور حجاب کے احکام آ گئے اور عورت کا اصل دائرہ کار گھر متعین ہو گیا تو یہ سوال پیدا ہوا کہ اگر کسی تمدنی ضرورت سے گھر سے باہر نکلنا ہو تو کیا کیا جائے۔ بڑا اہم اور بنیادی سوال ہے۔ اس کے حل کے لئے آیت ۵۹ میں احکام دیئے جا رہے ہیں۔ فرمایا!

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ	اے نبیؐ! اپنی بیویوں اور بیٹیوں
وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ	اور اہل ایمان کی عورتوں سے کہہ دیجئے
يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ	کہ اپنے اوپر اپنی چادروں کے پلو
ذٰلِكَ اَدْنٰى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ	لٹکا لیا کریں۔ یہ زیادہ مناسب طریقہ
وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝	ہے تاکہ وہ پہچان لی جائیں اور ستائی
	نہ جائیں اور اللہ غفور و رحیم ہے۔[1]

اس آیت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کر کے بشمول ازواج و بنات النبیؐ تمام اہل ایمان کی خواتین کے لئے باہر نکلنے کی صورت میں حجاب (پردے) کے لئے واضح طور پر ہدایات دی جا رہی ہیں۔ یعنی اس سورہ مبارکہ کی آیات نمبر ۳۲-۳۳ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو براہ راست خطاب کر کے جو احکام دیئے گئے تھے ان کے خصوص کو اَلْقُرْاٰنُ يُفَسِّرُ بَعْضُهٗ بَعْضًا کے اصول کے مطابق عمومیت دے دی گئی اور اس طرح واضح کر دیا گیا کہ یہ احکام تمام مسلمان خواتین کے لئے ہیں ــــ اب یہاں 'جلباب' کے لفظ کو اچھی طرح سمجھ لیجئے۔ عربی میں جلباب اس بڑی چادر کو کہتے ہیں جو پورے جسم کو ڈھانپ لے اور چھپا لے۔ ظہور اسلام سے قبل عرب کے اعلیٰ اور شرفاء کی خواتین عموماً جب باہر نکلتیں تو اس طرح کی چادر لپیٹ کر نکلتی تھیں۔ یہ جلباب شریف خاندانوں کی خواتین کے لباس کا جزو ایام جاہلیت میں بھی تھا۔ قرآن مجید میں اس میں یہ اضافہ کیا گیا کہ اس کا ایک حصہ بطور گھونگھٹ چہرے پر لٹکا لیا جایا کرے۔ اس طرح چہرے کا پردہ شروع ہوا۔ جس کی تفصیل احادیث میں آئی ہے کہ اس حکم کے نازل کے بعد ازواج مطہرات، بنات النبیؐ اور تمام مومن خواتین باہر

نکلتے وقت چادر کو اس طرح اوڑھا کرتی تھیں کہ پورا سر اور پیشانی اور پورا منہ چھپ جاتا تھا اور صرف ایک آنکھ کھلی رہ جاتی تھی اور باقی پورا چہرہ ڈھک جاتا تھا۔ میں نے اس کی عملی تصویر خود دیکھی ہے۔ اسلامی شعائر کی پابند تمام ایرانی خواتین میں اس دور میں بھی یہ چیز بکمال و تمام موجود ہے۔ وہ ایک بڑی سی چادر جو ان کے ٹخنوں تک آئی ہوتی ہے۔ یا اس سے تھوڑی سی اونچی، جو ان کے جسم کو پوری طرح ڈھانکے ہوئے ہوتی ہے کیا مجال ہے کہ ان کے جسم کا کوئی حصہ بھی نظر آجائے اور چہرے پر بھی وہ اس طریقے سے پکڑتی ہیں کہ ایک آنکھ کھلی رہ جاتی ہے۔ جس سے وہ راستہ دیکھ لیں۔ باقی سارا چہرہ ڈھپا رہتا ہے۔ مجھے سعودی عرب کے دیہاتوں اور بدوی زندگی کا مشاہدہ کرنے کا موقع ملا ہے۔ وہاں میں نے دیکھا ہے کہ عرب بدوؤں کی خواتین اس حال میں کہ از سرتا پیر مستور[1] ہاتھ میں ڈنڈا لئے اونٹوں اور بھیڑ بکریوں کی ڈاریں چرا رہی ہیں۔ ہاتھوں میں دستانے اور پیروں میں موزے ہیں۔ صرف آنکھیں کھلی ہوتی ہیں۔ لہٰ میں سمجھتا ہوں کہ یہ صحیح منشاء ہے۔ ان الفاظ کا کہ

يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ	"وہ اپنی چادروں کے پلو اپنے چہروں پر لٹکایا کریں"۔

یہ ضرورت پر گھر سے باہر نکلنے کے لئے پردے (حجاب) کا پہلا حکم ہوا —— یہاں میں نے گھر سے نکلنے کی 'ضرورت' کی جو قید لگائی ہے، وہ اپنی طرف سے نہیں لگائی بلکہ اس کی پابندی رسول اللہ علیہ وسلم نے لگائی ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں روایت موجود ہے۔

قَدْ اَذِنَ اللّٰهُ لَكُنَّ اَنْ تَخْرُجْنَ لِحَوَائِجِكُنَّ	"اللہ تعالیٰ نے تم (عورتوں) کو اجازت دی ہے کہ تم اپنی ضروریات کے لئے گھر سے نکل سکتی ہو"۔

---

[1] اسی لفظ مستور سے (جو ستر سے بنا ہے جس کے معنی کسی چیز کو چھپانے یا اوٹ میں کرنے کے ہیں) اردو میں خواتین کے لئے "مستورات" کا لفظ مستعمل ہے اغلباً یہ اصطلاح سورہ بنی اسرائیل کی آیت ۴۵ "حِجَابًا مَّسْتُوْرًا" سے اخذ کی گئی ہے۔ جس میں حجاب کا لفظ بھی موجود ہے اور ستر بھی۔ لیکن ہماری جو بہنیں مغربی تہذیب سے مرعوب ہو کر ستر و حجاب کو خیرباد کہہ رہی ہیں ان کے لئے تو اب 'مستورات' کے بجائے "مکشوفات" کا لفظ موزوں ترین ہوگا۔ (مرتب)

ضرورت کا تعین اسلامی تعلیمات کے مجموعی مزاج کو سامنے رکھ کر کیا جا سکتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ کسی خاتون کے گھر میں کوئی کمانے والا مرد موجود نہ ہو۔ اس کا بھی امکان ہے کہ عیالداری اور قلتِ معاش کی وجہ سے صرف مرد کی محنت و مزدوری گھر کی کفالت کے کفایت نہ کرے۔ یا محافظِ خاندان کی بیماری یا کسی معذوری کی وجہ سے عورت باہر کام کرنے کے لئے مجبور ہو جائے۔ تو شریعت نے اس کی گنجائش رکھی ہے جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے جو ابھی میں نے آپ کو سنائی۔ لیکن باہر نکلنے کے لئے ان تمام پابندیوں کو ملحوظ رکھنا ہوگا جو شریعت نے عائد کی ہیں۔ ویسے ایک حقیقی اسلامی ریاست میں ایسی صورت حال میں ایسے خاندان کی پوری کفالت بیت المال کے ذمے ہوتی ہے۔ لیکن اگر ملک کی معیشت اس بات کی مقتضی ہو کہ عورتیں بھی اس میں ہاتھ بٹائیں تو ریاست کی طرف سے ایسے اقدامات کئے جانے چاہئیں کہ گھروں پر ہی Cottage Industries کی طرز پر صنعت و حرفت کا نظام قائم ہو۔ بہت سے ترقی یافتہ ممالک بالخصوص جاپان اور سوئٹزرلینڈ میں یہ تجربہ کافی کامیاب رہا۔ اگر عورت کو معاش کے لئے گھر سے نکلنا ہی پڑے تو وہ ستر و حجاب کے تمام احکام کی پابندی کرے۔ گھر سے باہر جلباب یا برقعے میں نکلے[1] اور ایسے اداروں میں کام کرے جہاں عورتیں ہی کارکن اور منتظم ہوں۔ عورتوں کا مخلوط اداروں میں کام کرنے یا ٹی وی اور ریڈیو میں اناؤنسر یا اخبارات اور ٹی وی میں اشتہارات کا ماڈل یا ائرہوسٹس بننے یا اسی نوع کے دوسرے ایسے پیشے اختیار کرنے کا معاملہ جن میں مردوں سے براہِ راست سابقہ آتا ہو اور وہ ان کے لئے فرد و س نظر بنتی ہوں ازروئے اسلام مسلم خواتین کے لئے قطعی ناجائز بلکہ حرام کے درجے میں ہے۔ نبی اکرمؐ کی ایک طویل حدیث میں ہے کہ:-

اَلْعَیْنَانِ تَزْنِیَانِ وَزِنَاهُمَا النَّظْرُ:	"آنکھیں زنا کرتی ہیں اور ان کا زنا نظر ہے۔"

---

[1] جلباب ہی تمدنی ترقی کے ساتھ مختلف قسم کے برقعوں اور نقابوں کی شکل اختیار کر گئی ہے۔ برقع اگر واقعی ساتر ہے اور اسے فیشن کا جزو نہ بنا لیا جائے۔ وہ کسا ہوا نہ ہو اور جسم کے خد و خال کو نمایاں کرنے والا نہ ہو۔ تو یہ جلباب کی ضرورت پوری کر سکتا ہے۔ (مرتب)

میں اپنے اندازے کے مطابق عرض کرتا ہوں کہ ان پیشوں سے متعلق خواتین میں حصولِ معاش کی مجبوری کم اور جذبہ نمائش زیادہ ہے۔ آپ خود غور کیجئے کہ جو ہماری بہنیں ان پیشوں سے متعلق ہیں ان میں سے اکثر کو اپنے گھروں کی نگہداشت، گھریلو کام کاج اور بچوں کی دیکھ بھال کے لئے ملازمین رکھنے پڑتے ہوں گے۔ پھر ان پیشوں کے تقاضوں کے پیش نظر ان کو میک اپ بناؤ سنگھار اور مخصوص ملبوسات پر کافی خرچ کرنا ہوتا ہوگا۔ کنوینس کے لئے بھی اچھی خاصی رقم صرف ہوتی ہوگی۔ لہٰذا ان کی اپنی یافت میں سے ایک چوتھائی یا ایک تہائی سے زیادہ بچت بمشکل ہوتی ہوگی اس متاعِ قلیل سے شاید ان کو معمولی ریلیف ملتی ہو۔ میرے بھائی اور بہنیں ٹھنڈے دل سے غور کریں کہ کیا یہ نفع کا سودا ہے یا سراسر خسارے کا۔ چونکہ یہ طرزِ عمل اسلامی تعلیمات سے بغاوت اور اپنی عاقبت کی بربادی اور اپنے خاندان کی روایات، شرافت اور عزت سے سرکشی کا موجب ہے۔ اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ میں پوری دردمندی سے اپنی ان بیٹیوں اور بہنوں سے التجا کروں گا کہ خدارا ٹھنڈے دل سے سوچیں کہ وہ کیا پا رہی ہیں اور کیا کھو رہی ہیں۔!! البتہ لڑکیوں کے اسکولوں اور کالجوں میں درس وتدریس کے لئے ملازمت کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ یہ صرف پیشہ ہی نہیں قومی خدمت بھی ہے۔ اسی طرح صرف عورتوں کے علاج معالجہ کے لئے طب کے پیشے کو بھی اختیار کیا جا سکتا ہے ــــ ایک بات اور میں اپنی بہنوں سے عرض کروں گا کہ بن ٹھن کر بازاروں میں شاپنگ کے لئے جانا، سیر سپاٹے کے لئے تفریح گاہوں میں جانا، مخلوط تقریبات میں شریک ہونا اور مردوں کے سامنے پریڈ کرنا یا کھیلوں میں حصہ لینا ازروئے اسلام معصیت کے کام ہیں۔ ان امور میں کتاب وسنت کی تعلیمات کی روشنی میں دو رائیں ممکن ہی نہیں ــــ

باہر نکلنے کی صورت میں دیگر ہدایات

اب تک سورہ الاحزاب کے حوالے سے پردے کے ابتدائی احکام کے بارے میں گفتگو ہوئی ہے۔ جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا کہ پردے کے احکام کی تکمیل سورہ النور میں ہوئی ہے۔ چونکہ عورت کے باہر نکلنے کے مسئلے کی وضاحت ہو رہی ہے۔ لہٰذا اس گفتگو سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس سورہ کا ایک حکم اسی موقع پر آپ کو سنا دوں جو اس مسئلے سے گہرا تعلق رکھتا ہے جو میں نے ابھی کی ہے۔ سورہ نور کے اسی کی تبیین، توضیح اور تشریح میں بے شمار احکام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث صحیحہ میں بھی مروی ہیں۔

یہ حکم سورہ النور کی آیت نمبر ۳۱ کے اندر وارد ہوا ہے۔ یہ آیت بھی طویل آیات میں سے ایک ہے اور اس میں عائلی زندگی اور معاشرتی زندگی سے متعلق متعدد احکام ہیں جن کو اس مختصر وقت میں جس حد تک میرے لئے ممکن ہوگا، میں بیان کرنے کی کوشش کرونگا۔ البتہ اس موقع پر آپ آیت نمبر ۳۱ کا وہ حصہ سُن لیجئے جو سابقہ گفتگو سے متعلق ہے۔

وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِنْ زِينَتِهِنَّ ۚ

"اور وہ اپنے زمین پر مارتی ہوئی نہ چلا کریں کہ اپنی جو زینت انہوں نے چھپا رکھی ہے اس کا علم لوگوں کو ہو جائے۔"

فاطرِ فطرت نے عورت کی چال اور اس کے خرام میں بھی دلکشی اور جاذبیت رکھی ہے یہ بھی اس کی ایک زینت ہے۔ اس کے ساتھ اگر زیوروں کی جھنکار بھی شامل ہو جائے تو یہ بھی مرد کی توجہ منعطف کرنے اور اس کے نفسانی محرکات و جذبات کیلئے مہمیز کا باعث ہوگی۔ لہٰذا قرآن نے اس کو سختی سے منع کر دیا۔ اسی طرح خوشبو لگا کر گھر سے باہر نکلنے کی بھی بڑی تاکیدی ممانعت احادیث میں آئی ہے۔ خرام میں لوچ، زیورات کی جھنکار اور خوشبو کی مہک سے شیطان نفسِ شریر کو اکسانے کے لئے بڑا کام لینے کے لئے کام لینے کی کوشش کرتا ہے۔ لہٰذا اس امکان کے سدباب کے لئے اسلام یہ اور اس قسم کی دوسری قدغنیں عائد کرتا ہے۔

گھر کے اندر کا پردہ

میں نے عرض کیا تھا کہ پردے کے احکام سورہ النور میں جا کر مکمل ہوتے ہیں۔ اب یہ سوال سامنے رکھئے کہ گھر کے اندر کے پردے سے متعلق قرآن مجید نے کیا احکام دیئے ہیں! جلباب یا نقاب گھر کے باہر کے پردے (حجاب) سے متعلق ہے جس پر سورہ الاحزاب میں احکام آ گئے تفصیل سے آ گئے۔ اب ذہن میں رکھئے کہ گھر کے اندر کے پردے (حجاب و ستر) کے احکام سورہ النور کی آیات ۲۷ تا ۳۱ میں دیئے گئے ہیں۔ ان آیات میں بیان کردہ تمام احکام پر تفصیلی گفتگو کا وقت نہیں۔ لہٰذا میں ان میں سے چند بہت ہی ضروری احکام اور ان کی تشریح آپ کے سامنے رکھنے کی کوشش کروں گا۔

غضِ بصر

آیت نمبر ۳۰ میں تمام اہلِ ایمان مردوں اور آیت نمبر ۳۱ کی ابتداء میں پہلا حکم مسلمان خواتین کو غضِ بصر کا دیا جا رہا ہے۔ فرمایا:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ط ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ o
(آیت ۳۰)

"(اے نبیؐ)، مومن مردوں سے کہدیجئے کہ اپنی نظریں بچا کر رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔ یہ ان کے لئے زیادہ پاکیزہ طریقہ ہے، جو کچھ وہ کرتے ہیں اللہ اس سے باخبر رہتا ہے۔"

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ص
(آیت ۳۱ کا ابتدائی حکم)

"اور (اے نبیؐ)، مومن عورتوں سے کہدیجئے کہ اپنی نظریں بچا کر رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں اور اپنا بناؤ سنگھار نہ دکھائیں بجز اس کے جو خود ظاہر ہو جائے۔ اور اپنے سینوں پر اپنی اوڑھنیوں کے آنچل ڈالے رہیں۔"

ان آیات میں غضِ بصر کا جو حکم آیا ہے اس کو جن لوگوں نے یہ سمجھا ہے کہ یہ سڑک پر چلنے سے متعلق ہے، وہ بہت بڑے مغالطے میں پڑ گئے ہیں۔ سڑک پر چلنے کے متعلق تو وہ حکم ہے کہ عورتیں اپنی جلباب میں لپٹ کر اور اس کا ایک پلو چہرے پر ڈال کر نکلیں راستہ دیکھنے کے لیے ان کو اپنی آنکھیں کھلی رکھنی ہوں گی۔ باہر نکلنے کے ضمن میں ایک حکم اسی آیت کے اختتام سے متصلاً قبل وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ ...... کی تشریح میں پہلے بیان کر چکا ہوں۔ ان آیات میں غضِ بصر سے مراد نگاہ بھر کر نہ دیکھنا ہے۔ یعنی مرد بیوی کے علاوہ کسی محرم خاتون کو اور عورت شوہر کے علاوہ کسی محرم مرد کو بھی نگاہ بھر کر نہ دیکھے مبادا شیطان کو کسی غلط جذبے کی اکساہٹ کا موقعہ مل جائے۔ جب محرموں کے نگاہ بھر کر دیکھنے پر یہ پابندی لگائی جا رہی ہے تو غیر محرموں کے لئے تو خود بخود اس پابندی کا وزن بہت بڑھ جائے گا۔ اس قسم کی دیدہ بازی کو آنکھ کے زنا سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ آگے جو يَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ 'اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں' کا حکم ہے۔ اس سے متعدد ضمنی احکام مراد ہیں۔ چنانچہ اس میں ناجائز شہوت رانی سے پرہیز ہی نہیں بلکہ

ایسے تمام محرکات سے اجتناب بھی شامل ہے جو اس جذبے کی تحریک کا سبب بنیں۔ اس سے ستر پوشی کا حکم بھی مراد ہے کہ کوئی بھی ایک دوسرے کے ستر پر نگاہ نہ ڈالے۔ مرد کے ستر کے حدود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ناف سے گھٹنے تک مقرر فرمائے ہیں۔ اس حصّے کو (اس میں ناف اور گھٹنے دونوں شامل ہیں) بیوی کے سوا کسی کے سامنے قصداً کھولنا شریعت نے حرام کیا ہے۔ نبی اکرمؐ نے عورتوں کا ستر ہاتھ، منہ کے سوا اس کے پورے جسم کو قرار دیا ہے چہرہ نامحرم مردوں کے لئے بھی ستر میں شامل ہے۔ چہرے اور ہاتھ کے سوا عورت کے جسم کا کوئی حصّہ شوہر کے سوا کسی اور مرد حتیٰ کہ باپ، بھائی اور بیٹے کے سامنے بھی نہیں کھل سکتا۔ البتہ مرد اور عورت دونوں کے لئے اشد طبی ضرورت کے پیش نظر طبیب اور جرّاح مستثنیٰ کئے گئے ہیں۔ ایسا لباس پہننے والی عورتوں کے لئے جن کا بدن کپڑوں میں سے جھلکتا ہو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے "کاسیاتٍ عاریاتٍ" کپڑے پہننے کے باوجود عریاں قرار دیا ہے۔

بخاری میں حضرت ام سلمہؓ سے ایک طویل روایت کے آخری الفاظ ہیں:

رُبَّ کَاسِیَۃٍ فِی الدُّنیا عَارِیَۃٌ فِی الْآخِرَۃ	اکثر کپڑے پہننے والیاں آخرت میں ننگی ہوں گی۔"

یہاں ایسے باریک اور ایسے چست کپڑے پہننے مراد ہیں۔ جن سے جسم جھلکے یا عورت کی رعنائی کی چیزیں نمایاں ہوں ـــــــ اس آیت میں آگے خواتین کے گھر کے پردے کے لئے ایک اور حکم آرہا ہے۔ فرمایا:

وَلْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰی جُیُوْبِهِنَّ	"اور (عورتیں) اپنے سینے پر اپنی اوڑھنیوں کے آنچل ڈال لیا کریں یا بُکّل مار لیا کریں۔"

"خَمْرٌ" کے معنی کسی چیز کے چھپانے کے ہیں۔ اسی سے لفظ خِمَارٌ بنا ہے۔ امام راغب اصفہانی (لغاتِ عربی کے مشہور امام) نے 'مفرداتِ قرآن' میں لکھا ہے کہ یہ لفظ خِمَارٌ عورت کی اوڑھنی کے لئے بولا جاتا ہے۔ اس کی جمع خُمُرٌ آتی ہے۔ اس سے وہ اوڑھنیاں مراد ہیں جسے اوڑھ کر سر، کمر، سینہ سب اچھی طرح ڈھانک لئے جائیں۔ اسی کو ہمارے ہاں دوپٹہ کہا جاتا ہے۔ یہ دوپٹہ باریک کپڑے کا نہیں ہونا چاہیئے۔ آج کل کی فیشن زدہ نوجوان لڑکیاں جس قسم کا 'دوپٹہ' استعمال کرتی ہیں وہ اس حکم کے منشاء کو پورا نہیں کرتا بلکہ اس کے

بالکل خلاف ہے ۔ یہ بات سمجھ لیجئے کہ گھر میں رہتے ہوئے بھی یہ چیز پسندیدہ نہیں ہے کہ نوجوان لڑکی کا سینہ بغیر دوپٹے کے ہو، سر کھلا ہو اور وہ گھر میں گھوم رہی ہو۔ کرتے یا قمیص کا گریباں پوری طرح ساتر نہ ہو باپ اور بھائی کے سامنے بھی اس طرح آنے کی شریعت میں بالکل اجازت نہیں ہے مجھے کہنے کی حاجت نہیں ہے کہ آپ لوگ جانتے ہونگے کہ عورت کے جسم میں سب سے زیادہ جاذب نظر اس کا سینہ ہوتا ہے ۔ لہٰذا ایک طرف غضِ بصر کا حکم ہے دوسری طرف بخمرھن علی جیوبھِنّ کا ــــ گھر میں محرموں کے لئے عورت کے چہرے، ہاتھ اور پاؤں کے علاوہ پورا جسم ستر ہے وہ بہر حال ڈھکا رہے گا ۔ جیسا کہ میں نے ابھی عرض کیا کہ کسی باپ کو اور کسی بھائی کو ان تین چیزوں کے سوا کسی اور حصے کا کھلا دیکھنا جائز نہیں ہے ۔ عورت کی رعنائی اور دلربائی اس کی کشش کو کون نہیں جانتا ۔ اس لئے گھر کے ادارے میں پاکیزہ ماحول قائم رکھنا ضروری ہے ۔ اس کے لئے یہ تمام احکام دیئے گئے ہیں کپڑے تنگ نہ ہوں وہ باریک نہ ہوں ۔ کپڑوں کی تراش خراش ایسی نہ ہو کہ عورت کے نشیب و فراز ابھریں اور نہ ہی ان سے بدن جھلکے ۔ عورت کے جسم میں سینے کا ابھار وہ شے ہے کہ اس پر اگر صرف کرتہ پہن لیا جائے تو بھی وہ پوری طرح نہیں چھپے گا ۔ لہٰذا اس کے لئے خاص طور پر حکم دیا گیا کہ وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ [1] لہٰذا نوٹ کر لیجئے کہ عورت کے گھر کے لئے ستر اور حجاب کے یہ آداب و شرائط اور احکام ہیں ایک طرف ان ہدایات کو دیکھئے، دوسری طرف اس نقشے پر نظر ڈالیے جو عام طور پر ہمیں اپنے

---

[1] حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد مدینہ کا کوئی گھر ایسا نہ تھا جس میں عورتوں نے باریک کپڑے چھوڑ کر اپنے موٹے موٹے کپڑے چھانٹ کر ان کے دوپٹے نہ بنالئے ہوں ۔ (سنن ابی داؤد) ۔ اسی سنن ابی داؤد میں دحیہ کلبیؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرمؐ نے مصر کی بنی ہوئی باریک ململ کی ـــــ ایک چادر سے ایک بڑا ٹکڑا ان کو دیا اور فرمایا کہ اس کے ایک حصے سے اپنا کرتہ بنا لینا اور ایک حصہ اپنی بیوی کو دوپٹہ بنانے کے لئے دیدینا لیکن اس کو تاکید کر دینا کہ "تجعل تحتہ ثوباً لا یصفھا" اس کے نیچے ایک کپڑا اور لگالے تاکہ جسم اندر سے نہ جھلکے ۔ (مرتب)

معاشرے کے خوشحال اور تعلیمیافتہ گھرانوں میں نظر آتا ہے۔ جو ان تعلیمات کی سراسر ضد ہے۔ اس ہی پر اس کو بھی قیاس کر لیجئے کہ بلا جلباب یا نقاب اور دوپٹہ[1] اور بناؤ سنگھار کے ساتھ عورت کا گھر سے نکلنا شریعت کے نزدیک کس درجے کی معصیت ہو سکتی ہے!

محرم کون ہیں؟ | اس سے آگے فرمایا:۔

وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ — "وہ اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں"

اس کے بعد اِلَّا سے مستثنیات (محرموں) کی ایک فہرست عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ تک پہنچی ہے۔ غور طلب بات یہ ہے کہ اس سے کونسی زینت مراد ہے جس کی مستثنیات (محرموں) کے سامنے اظہار کی اجازت دی جا رہی ہے۔ اس کو اس طرح سمجھئے کہ عورت گھر میں ہے اس نے لباس پورا پہنا ہوا ہے۔ پھر بھی اس کا چہرہ ہے۔ اس کے ہاتھ پیر ہیں۔ اس نے اوڑھنی اوڑھی ہوئی ہے۔ پھر بھی اس کا ایک نسوانی وجود ہے۔ یہ تمام چیزیں زینت اور رعنائی کی حامل ہیں۔ ان میں جو زینت از خود ظاہر ہوتی ہے یا تیز ہوا یا کسی اور وجہ سے جلباب یا نقاب یا خمار (دوپٹہ) الٹ جائے یا چادر اور اوڑھنی کے باوجود بھی عورت کی نسوانیت کی کشش تو ختم نہیں ہو سکتی۔ اس کو آخر عورت کیسے چھپائے گی؟ عورت باپ، بھائی، بیٹے، چچا، ماموں اور دوسرے محرموں کے سامنے آئے گی۔ چنانچہ اسی آیت میں پہلے ہی فرما دیا گیا تھا کہ وہ

وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا: — "اپنی زینت نہ دکھائیں اس کے سوا جو از خود ظاہر ہو جائے"

ظاہر کرنے اور ظاہر ہونے کے فرق کو ملحوظ رکھا جائے تو جو بات یہاں فرمائی جا رہی ہے وہ بآسانی سمجھ میں آجائے گی۔ اس تصریح کو سامنے رکھئے اور آیت کا متعلقہ حصہ اور اسکا ترجمہ سنئے۔ فرمایا:۔

وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ — "اور (عورتیں) اپنی زینت نہ ظاہر کریں مگر ان لوگوں کے سامنے شوہر، باپ، شوہروں کے باپ، اپنے بیٹے

---

[1] جس دوپٹے کا کچھ رواج 'روشن خیال' طبقے کی خواتین میں باقی نظر آتا ہے اس کی حیثیت محض فیشن اور زیب و زینت کے ایک جزو کی ہے۔ (مرتب)

أَوْ أَبْنَآءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِيٓ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِيٓ أَخَوَاتِهِنَّ أَوْ نِسَآئِهِنَّ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ أَوِ التّٰبِعِينَ غَيْرِ أُولِي الْإِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ أَوِ الطِّفْلِ الَّذِينَ لَمْ يَظْهَرُوا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ

شوہروں کے بیٹے، بھائی، بھائیوں کے بیٹے، بہنوں کے بیٹے، اپنے میل جول کی عورتیں، اپنے لونڈی غلام، وہ زیر دست مرد جو کسی قسم کی غرض نہ رکھتے ہوں، اور وہ بچے جو عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے ابھی واقف نہ ہوئے ہوں۔

آگے فرمایا:-

وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِنْ زِينَتِهِنَّ

"اور وہ (عورتیں) اپنے پاؤں زمین پر مارتی نہ چلا کریں کہ اپنی زینت جو انہوں نے چھپا رکھی ہے اس کا لوگوں کو علم ہو جائے۔

اس کی تشریح میں پہلے ہی کر چکا ہوں۔ اب آیت کا اختتام ہوتا ہے۔ اس پر کہ:

وَتُوبُوٓا إِلَى اللّٰهِ جَمِيعًا أَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝

"اللہ کی طرف رجوع کرو تم سب کے سب اے ایمان والو! تاکہ کامیابی حاصل کرو۔

اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ اس معاملے میں اب تک جو لغزش، غلطی اور کوتاہی ہوتی رہی ہے اس سے توبہ کرو اور اپنے طرز عمل کی اللہ اور اس کے رسولؐ کی ہدایات کے مطابق اصلاح کر لو۔

استیذان کا حکم

گھروں میں داخلے کے لئے بھی قرآن حکیم نے احکام دیئے ہیں۔ چونکہ اس کا بھی گہرا تعلق پردے کے آداب سے ہے۔ باہر سے کسی کو کیا معلوم کہ گھر والے کس حال میں ہیں! اجازت لینے کا طریقہ از روئے قرآن بہ آواز بلند، 'اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ' کہنا ہے۔ نبی اکرمؐ نے تعلیم دی ہے کہ تین مرتبہ سلام بھیجنے یا دستک دینے پر کوئی جواب نہ ملے تو واپس چلے جاؤ۔ لہٰذا اس میں دستک دینا بھی شامل ہو گیا۔ مرد اور عورت دونوں کے لئے اجازت لینی ضروری ہے۔ البتہ عورت صرف دستک دے گی۔ آں حضورؐ کا ایک اور حکم بھی احادیث میں آیا ہے کہ اگر کوئی بغیر اجازت تمہارے گھر میں جھانکے

تو تم اس کو ڈھیلا مار دو جس سے اس کی آنکھ پھوٹ جائے۔ اس پر تم پر کوئی گناہ نہیں۔ اس سے گھر اور چار دیواری کا تقدس ظاہر ہوتا ہے۔ قرآن حکیم میں دو جگہ استیذان کا حکم آیا ہے ایک سورہ النور کی چند آیات میں آیا ہے۔ جس میں سے اس وقت میں آیت نمبر ۲۷ اور ۲۸ معہ ترجمہ آپ کو سنا دیتا ہوں

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَدْخُلُوا۟	"اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اپنے
بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّىٰ تَسْتَأْنِسُوا۟	گھروں کے سوا دوسرے گھروں
وَتُسَلِّمُوا۟ عَلَىٰٓ أَهْلِهَا ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ	میں داخل نہ ہوا کرو جب تک کہ گھر
لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ۝ فَإِن لَّمْ	والوں کی رضا نہ لے لو اور گھر والوں
تَجِدُوا۟ فِيهَآ أَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوهَا حَتَّىٰ	پر سلام نہ بھیج لو، یہ طریقہ تمہارے
يُؤْذَنَ لَكُمْ ۖ وَإِن قِيلَ لَكُمُ ٱرْجِعُوا۟	لئے بہتر ہے۔ توقع ہے کہ تم اس کا
فَٱرْجِعُوا۟ ۖ هُوَ أَزْكَىٰ لَكُمْ ۚ وَٱللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ	خیال رکھو گے۔ پھر وہاں اگر کسی کو نہ
عَلِيمٌ ۝	پاؤ تو داخل نہ ہو جب تک کہ تم کو اجازت

نہ دے دی جائے، اور اگر تم سے کہا جائے کہ واپس چلے جاؤ تو واپس ہو جاؤ۔ یہ تمہارے لئے زیادہ پاکیزہ طریقہ ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسے خوب جانتا ہے۔

غزوات اور جنگوں میں خواتین کی شرکت

ہماری چند بہنیں ان واقعات سے جو سیر اور تواریخ کی کتب میں غزوات اور اسلام کے غلبے کے لئے جنگوں میں شرکت سے متعلق آئے ہیں، ان سے یہ استدلال کرتی ہیں کہ عورتیں کو مختلف شعبہ ہائے زندگی میں مردوں کے شانہ بشانہ کام کرنے کی اجازت ہے۔ یہ استدلال ہی سرے سے غلط ہے۔ کسی استثنائی صورت حال کو عام معمولات پر منطبق کرنا کسی منطق اور دلیل سے صحیح نہیں ہے۔ اس کی حیثیت محض ریت کے ٹیلے کی ہے جس کی کوئی بنیاد نہیں پھر اس مغالطے کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ حجاب کے احکام تدریجاً آئے ہیں اس لئے ان احکام کے نزول سے قبل غزوات میں عورتوں کی شرکت کا ثبوت ملتا ہے۔ پہلا غزوہ بدر ہوا تو اس سلسلے میں سنن ابی داؤد میں روایت آئی ہے کہ اُم ورقہ بنت نوفل نے بدر میں شرکت کی اجازت مانگی تھی لیکن نبی اکرمؐ نے ان کو اجازت نہیں دی تھی۔ اس کے بعد غزوہ احد کا معرکہ ہوا جس میں مسلمانوں کا ایک غلطی کی وجہ سے کافی جانی نقصان ہوا۔ خود نبی اکرمؐ زخمی ہو گئے

یہ غزوہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے مسلمانوں کے لئے انتہائی صدمے کا باعث تھا۔ یہ بڑی ہنگامی صورت حال تھی۔ اس میں چند صحابیاتؓ کی شرکت ثابت ہے جن میں سے کچھ نے باقاعدہ جنگ میں حصہ لیا اور اللہ کی راہ میں شہید بھی ہوئیں۔ اور بعض عورتوں نے زخمیوں کو پانی پلایا۔ ان کی مرہم پٹی کی اور تیر اٹھا اٹھا کر مجاہدین کو دیئے۔ پھر غزوہ احزاب (خندق) ہے۔ جیسا کہ میں پہلے بتا چکا ہوں کہ ان تینوں غزوات کے بعد سورہ الاحزاب اور سورہ النور کا نزول ہوا۔ جن میں حجاب اور ستر کے تفصیلی احکام آئے ہیں۔ لہٰذا ان سورتوں کے نزول سے قبل کے واقعات تو دلیل نہیں بنیں گے۔ چونکہ ابھی پردے کے احکام آئے ہی نہیں تھے ـــــ اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوات میں عورتوں کی شرکت کی حوصلہ شکنی فرمائی ہے۔ اس کے متعلق چند احادیث میں آپ کو سنا دیتا ہوں۔ مسند احمد اور صحیح بخاری کی روایت ہے :-

عَنْ عَائِشَۃَ ؓ اَنَّھَا قَالَتْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ نَرٰی الْجِھَادَ اَفْضَلَ الْعَمَلِ اَفَلَا نُجَاھِدُ ! قَالَ لَا لٰکِنَّ اَفْضَلَ الْجِھَادِ حَجٌّ مَّبْرُوْرٌ	"حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ ہم جہاد کو سب سے افضل نیکی سمجھتی ہیں تو کیا ہم جہاد نہ کریں۔ نبی اکرمؐ نے فرمایا نہیں۔ بلکہ تمہارے لئے سب سے افضل نیکی حج مبرور ہے۔"

صحیح بخاری کے الفاظ یہ ہیں : جِھَادُکُنَّ الْحَجُّ ـــــ تمہارا جہاد حج ہے۔

غزوات میں خواتین کی شرکت کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حوصلہ شکنی فرمائی ہے اس واضح دلیل اور ثبوت اس واقعہ میں ملتا ہے جو غزوہ خیبر کے دوران پیش آیا جو ۷ھ میں ہوا تھا۔ اس واقعہ کو امام احمدؒ نے اپنی مسند اور امام ابو داؤدؒ نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے۔ یہ کتاب صحاح ستہ میں شامل ہے۔ آپ حضرات اور بہنیں اس کو توجہ سے سنیں اور خدا کے لئے غور کریں کہ جو دلیلیں وہ لے آتی ہیں وہ کس قدر غلط اور بے محل ہیں اور ان کو صحیح طور پر نہ سمجھنے سے کیا کیا مغالطے پیدا ہو رہے ہیں۔ فرمایا :

عَنْ حَشْرَجِ بْنِ زِیَادٍ عَنْ جَدَّتِہٖ اُمِّ اَبِیْہِ اَنَّھَا خَرَجَتْ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ غَزْوَۃَ	حشرج بن زیاد اپنی دادی سے روایت کرتے ہیں کہ وہ غزوہ خیبر کے موقع پر آنحضرتؐ کے ساتھ

خَيْبَرَ سَادِسَ سِتِّ نِسْوَةٍ فَبَلَغَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَعَثَ إِلَيْنَا فَجِئْنَا فَرَأَيْنَا فِيهِ الْغَضَبَ فَقَالَ مَعَ مَنْ خَرَجْتُنَّ وَبِإِذْنِ مَنْ خَرَجْتُنَّ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ خَرَجْنَا نَغْزِلُ الشَّعْرَ وَنُعِينُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَمَعَنَا دَوَاءٌ لِلْجَرْحَى وَنُنَاوِلُ السِّهَامَ وَنَسْقِي السَّوِيقَ قَالَ قُمْنَ فَانْصَرِفْنَ حَتَّى إِذَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ خَيْبَرَ سَهَمَ لَنَا كَمَا أَسْهَمَ لِلرِّجَالِ فَقُلْتُ لَهَا يَا جَدَّةُ وَمَا كَانَ ذٰلِكَ، قَالَتْ تَمْرًا

نکلیں۔ پانچ عورتوں کے ساتھ چھٹی وہ تھیں۔ کہتی ہیں کہ جب حضور اکرمؐ کو ہمارے نکلنے کی اطلاع ہوئی تو آپؐ نے ہمیں بلوایا ہم حاضر ہوئیں تو ہم نے آپؐ کو غضبناک پایا۔ آپؐ نے پوچھا، تم کس کیساتھ نکلیں اور کس کی اجازت سے نکلیں؟ ہم نے عرض کیا۔ ہم چلی آئی ہیں، اون کاتتی ہیں، کچھ اللہ کا کام کرتی ہیں۔ ہمارے ساتھ کچھ مرہم پٹی کا سامان بھی ہے۔ ہم تیر پکڑا دیں گی، ستو گھول کے پلا دیں گے۔ آپ نے فرمایا چلو، واپس جاؤ، پھر جب اللہ نے خیبر فتح کرا دیا تو حضور اکرمؐ نے ہم کو مردوں کی طرح حصہ دیا۔ میں نے پوچھا کہ دادی کیا چیز ملی تھی؟ دادی نے کہا: کھجوریں!"

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تیور پہچانئے۔ راویہؓ بتا رہی ہیں کہ ان کے نکلنے اور لشکر میں شامل ہونے پر آں حضورؐ غضب ناک ہوئے۔ آپؐ کے سوال کہ مع من خرجتن وباذن من خرجتن؟ اور پھر اس حکم سے کہ "قمن فانصرفن" سے بھی آپؐ کی ناراضگی اور برافروختگی ظاہر ہو رہی ہے۔ آپؐ نے ان خواتین کو جو کھجوریں عطا کی تھیں وہ اس لئے کہ بہرحال یہ غزوے کے لئے نکلی تو تھیں ــــــ اب اس سے قبل کے غزوات سے استدلال کیا جائے تو ان کو اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ قرآن مجید میں جب تک شراب کی حرمت نہیں آئی تھی، مسلمان شراب پیتے رہتے۔ کیا اس سے شراب کے حلال ہونے پر دلیل لانا صحیح ہوگا؟ اسی طرح جب تک سود کی حرمت کا حکم نہیں آیا۔ سود لیا اور دیا جاتا رہا تو کیا اس سے سود کے حلال ہونے پر دلیل لائی جائیگی؟ لہٰذا ہم کو یہ بات پیش نظر رکھنی ہوگی کہ احکام تدریجاً آئے ہیں اور جب دین کا مزاج مکمل ہوا: اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ

نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْناً ط یہ آیت آنحضورؐ کی حیات طیبہ کے آخری زمانے میں نازل ہوئی ہے لہٰذا ہمیں اب بحیثیت کل شریعت اور قانون اسلامی اور دین کے مجموعی مزاج کو ہر مسئلے میں اپنے سامنے رکھنا ہوگا۔ اور اس کا اتباع کرنا ہوگا۔

صلوٰۃ بالجماعۃ اور خواتین

اس مسئلے میں دو رائیں ممکن ہی نہیں کہ اسلام کا اہم ترین رکن صلوٰۃ ہے۔ اس کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے "عماد الدین" اور "قرۃ عینی" فرمایا ہے۔ اسی کو کفر اور اسلام میں ما بہ الامتیاز قرار دیا ہے۔ پھر نماز باجماعت کی احادیث میں بے نہایت تاکید و ترغیب ملتی ہے۔ لیکن مسلمان عورت کے لئے برعکس ہدایات احادیث میں ملتی ہیں۔ اس کو اس بات کی ترغیب دی گئی ہے کہ وہ نماز گھر میں ادا کرے مثلاً سنن ابی داؤد میں حضرت ابن مسعودؓ سے ایک حدیث منقول ہے۔ جس میں رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

صَلٰوۃُ الْمَرْأَۃِ فِیْ بَیْتِہَا اَفْضَلُ مِنْ صَلٰوتِہَا فِیْ حُجْرَتِہَا وَصَلٰوتُہَا فِیْ مَخْدَعِہَا اَفْضَلُ مِنْ صَلٰوتِہَا فِیْ بَیْتِہَا (ابوداؤد، باب ماجاء فی خروج النساء الی المساجد)	"عورت کا اپنی کوٹھڑی میں نماز پڑھنا اس سے بہتر ہے کہ وہ اپنے کمرے میں نماز پڑھے۔ اور اس کا اپنے چور خانہ میں نماز پڑھنا اس سے بہتر ہے کہ وہ اپنی کوٹھڑی میں نماز پڑھے۔"

یہی ترغیب ایک عکسی ترتیب سے امام احمد اور طبرانی نے ام حُمید ساعدیہؓ سے روایت کی ہے:۔

قَالَتْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ اُحِبُّ الصَّلٰوۃَ مَعَکَ قَالَ قَدْ عَلِمْتُ، صَلٰوتُکِ فِیْ بَیْتِکِ خَیْرٌ لَکِ مِنْ صَلٰوتِکِ فِیْ دَارِکِ، وَصَلٰوتُکِ فِیْ دَارِکِ خَیْرٌ مِّنْ صَلٰوتِکِ فِیْ مَسْجِدِ قَوْمِکِ وَصَلٰوتُکِ فِیْ مَسْجِدِ قَوْمِکِ خَیْرٌ مِّنْ	انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ! جی چاہتا ہے کہ آپ کے ساتھ نماز پڑھوں۔ حضورؐ نے فرمایا: مجھے معلوم ہے۔ مگر تیرا ایک گوشے میں نماز پڑھنا اس سے بہتر ہے کہ تو اپنے حجرے میں نماز پڑھے اور حجرے میں نماز پڑھنا اس سے بہتر ہے کہ تو

صَلٰوتِكِ فِی مَسْجِدِالْجُمُعَۃِ — اپنے گھر کے دالان میں نماز پڑھے اور تیرا دالان میں نماز پڑھنا اس سے بہتر ہے کہ تو اپنے محلہ کی مسجد میں نماز پڑھے اور تیرا اپنے محلہ کی مسجد میں نماز پڑھنا اس سے بہتر ہے کہ تو جامع مسجد میں نماز پڑھے۔"

جمعہ ہر مسلمان پر فرض ہے یہ نماز بغیر جماعت کے ادا ہی نہیں ہوتی لیکن اس سے بھی عورت مستثنیٰ ہے۔ چنانچہ سنن ابی داؤد ہی کی روایت ہے۔

اَلْجُمُعَۃُ حَقٌّ وَاجِبٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ فِی جَمَاعَۃٍ اِلَّا عَلٰی اَرْبَعَۃٍ عَبْدٍ مَمْلُوْكٍ اَوْ اِمْرَاَۃٍ اَوْصَبِیٍّ اَوْ مَرِیْضٍ : — جمعہ کی نماز باجماعت ادا کرنا ہر مسلمان پر لازم ہے۔ مگر چار شخص مستثنیٰ ہیں غلام، عورت، بچہ اور مریض۔

عورتوں کو مسجد میں آنے سے قطعی طور پر منع نہیں کیا گیا۔ لیکن اس کو بہت سی پابندیوں کے ساتھ مسجد میں آنے کی اجازت دی گئی ہے۔ اس طرح اس معاملے میں اس کی حوصلہ افزائی کے بجائے حوصلہ شکنی کی گئی ہے۔

عیدین اور خواتین

البتہ عیدین میں عورتوں کو لانے کی احادیث میں تاکید ملتی ہے۔ اس کی حکمت یہ معلوم ہوتی ہے کہ چونکہ عیدین میں خطبہ ہوتا تھا جس میں تعلیم ہوتی ہے۔ اس لئے ان میں عورتوں کی شرکت کی تاکید ہے۔ البتہ عورتوں کے اجتماع کے لئے بالکل علیحدہ خیموں میں پورے پردے کے ساتھ اہتمام ہوتا تھا پھر چونکہ اس وقت لاؤڈ اسپیکر تو تھا نہیں لہٰذا آں حضورؐ ایک خطبہ مردوں کو ان کے اجتماع میں ارشاد فرماتے اور پھر خواتین کے خیمے کے پاس جاکر دوسرا خطبہ ان خواتین کے لئے ارشاد فرمایا کرتے تھے[1] جمعہ کی نماز میں عورتوں کی شرکت گو فرض نہیں نہ اس کے لئے تاکید

---

[1] صحاح ستہ میں شامل سنن ابن ماجہ میں ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی خواتین کو عیدین کی نماز کے لئے لے جایا کرتے تھے۔ اسی طرح جامع ترمذی میں ام عطیہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ کنواری اور جوان لڑکیوں اور گھر گرہستنوں (باقی اگلے صفحہ پر)

ہے اور نہ ممانعت ہے لیکن چونکہ خطبہ جمعہ تعلیم و تذکیر اور تلقین ہوتی ہے تو ایسی مساجد ہیں جہاں مادری زبان میں اس کا انتظام ہو خواتین بالکل علیحدہ مقام پر ان شرائط کے ساتھ جو مسجد میں آنے کے لئے اسلام نے خواتین پر عائد کی ہیں میں جمع ہو کر خطبہ سن سکتی اور نماز باجماعت ادا کر سکتی ہیں عام فرض نمازوں میں عورتوں کا شریک ہونا پسندیدہ نہیں ہے چونکہ ان میں تذکیر و تعلیم اور وعظ و نصیحت کوئی پہلو نہیں ہے۔ یہ ہے ہمارے دین کا مجموعی مزاج۔

ایک تکلیف دہ بات اس معاملے میں ایک تکلیف دہ بات یہ ہے کہ ہمارے بعض مفتیان کرام کے اخبارات میں بیانات آئے ہیں کہ جن میں انہوں نے بلاقید اجازت دی ہے کہ خواتین دفتروں میں جائیں۔ وہاں وہ کام کر سکتی ہیں۔ یہانتک کہا گیا ہے کہ خواتین اپنے حقوق کے لئے مظاہرے کر سکتی ہیں اور کہا گیا ہے کہ تحریک نظام مصطفیٰ کے موقعہ پر بھی تو مسلمان خواتین نے جلوس نکالے اور مظاہرے کئے تھے۔ ان کرم فرما حضرات میں سے بعض نے مجھے انتہا پسند قرار دیا ہے۔ مجھے معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ "جنگ" میں خواتین سے متعلق میرے جو خیالات شائع ہوئے ہیں ان پر اسی شہر لاہور کی بعض مساجد میں جمعہ کے اجتماعات کے موقعہ پر خطیب حضرات نے فرمایا ہے کہ "ڈاکٹر اسرار عورتوں کو قید میں رکھنے کا قائل ہے۔ اسلام عورتوں کو پوری آزادی دیتا ہے اور اس نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں"۔ یہ کتنی تکلیف دہ اور افسوسناک بات ہے کہ سیاسی اور فرقہ وارانہ تعصب اور گروہ بندی کی وجہ سے ہمارے ہاں دین اور قرآن کے ساتھ تلعّب (کھیل تماشہ) کا رویّہ اختیار کیا جا رہا ہے[1] انہی مفتیان کرام سے اگر آپ فتویٰ لیں

اور ایام والی عورتوں کو عیدین میں لے جاتے تھے جو عورتیں نماز کے قابل نہ ہوتیں وہ جماعت سے الگ رہتیں خطبہ سنتیں اور دعا میں شریک ہوتیں۔ ایک اور روایت میں آنحضور نے عیدین میں خواتین کو لانے کی تاکید کی ہے۔ لیکن دورِ حاضر کے علماء احناف اس کے بالکل قائل نہیں ہیں (مرتب)

[1] الحمدللہ ثم الحمدللہ ہمارے ملک میں ایسے علماء حق، سیاسی و سماجی زعما، تعلیم یافتہ حضرات و خواتین اور مدیرانِ اخبارات و رسائل بڑی کثیر تعداد میں موجود ہیں جن میں دین کے لئے پوری غیرت و حمیت موجود ہے چنانچہ بعض نظری اختلافات کے (باقی اگلے صفحہ پر)

کہ کیا عورت مسجد میں اگر فرض نماز ادا کرسکتی ہے تو یقیناً وہ اس کی اجازت نہیں دیں گے حدیہ ہے کہ یہ حضرات عیدین میں بھی عورتوں کو لانے کی اجازت نہیں دیتے۔ حالانکہ احادیث صحیحہ میں عورتوں کو عیدین میں لانے کی صراحت کے ساتھ تاکید موجود ہے۔ لیکن وہ دفتروں میں مردوں کے دوش بدوش خواتین کے کام کرنے کے متعلق یہ فرما رہے ہیں کہ اس میں کوئی قباحت نہیں۔ اس طرح پر ان کا تضادِ فکری بہت نمایاں ہو کر سامنے آرہا ہے۔ ایسے ہی رجالِ دین کے لئے علامہ اقبال مرحوم نے کہا تھا ؎

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں ہوئے کس درجہ فقیہانِ حرم بے توفیق

وہ مسجدوں میں عورتوں کا آنا گوارا نہیں کرتے لیکن دفتروں میں عورتوں کے جانے کے متعلق وہ کہہ رہے ہیں کہ اس میں کوئی قباحت نہیں ہے ــــ خواتین کے لئے نماز کی ادائیگی کی فضیلت کے جو مدارج آں حضورؐ نے متعین فرمائے ہیں، ان کو دو حدیثوں کے حوالے سے آپ کو بتا چکا ہوں۔ غور کیجئے یہ تاکید کس لئے ہے؟ یہ اس لئے کہ عورت میں اللہ تعالیٰ نے جو نسوانی حُسن، جو رعنائی، دلربائی اور جو کشش و جاذبیت رکھی ہے اور رکوع و سجود کی حالت میں اس کے جسم کی جو صورت ہوتی ہے اس کا تقاضا ہے کہ تنہائی میں جہاں کوئی آنکھ اسے ان حالات میں دیکھنے والی نہ ہو نماز ادا کرنا عورت کے لئے زیادہ بہتر افضل اور موجبِ اجر و ثواب ہوگا۔ لیکن وائے افسوس کہ ہماری بہنیں جسطرح بناؤ سنگھار کے ساتھ سرکاری دفاتر اور دوسرے اداروں میں کام کرنے کے لئے جایا کرتی ہیں، جہاں مردوں کیساتھ ملنے جلنے اور ساتھ ساتھ کام کرنے کے مواقع ہوتے ہیں، اس کی اصلاح اور سدِّباب کی

باوصف ان سب نے تجدد پسند مغرب زدہ اور مفاد پرست ایک قلیل لیکن اعلیٰ مناصب پر فائز ہونے کی وجہ سے موثر طبقے نے ڈاکٹر صاحب کے خالص اسلامی نقطۂ نظر پر جو شور شرابا اٹھایا تھا اس کے خلاف عین غیرتِ دینی کے تحت شدید ردِّعمل کا اظہار کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ علامہ اقبال مرحوم نے کیا خوب کہا تھا ؎

نہیں ہے ناامید اقبال اپنی کشتِ ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی ــــ! (مرتب)

کوشش کرنے اور ان خواتین کو اپنا اسلامی تشخص اور کردار برقرار رکھنے اور اپنی عاقبت سنوارنے کی تلقین و نصیحت کرنے کے بجائے الٹا یہ حضرات ان کو اس روش پر قائم رہنے کی شہ دے رہے ہیں۔ ؏ ببیں تفاوت رہ از کجا تا بہ کجا

دیہات کی معاشرت سے استدلال

دیہات میں عورتیں جو کام کرتی ہیں اس کو خواتین کے دفتروں میں کام کرنے کا جواز کے لئے بڑے زور و شور سے آج کل بطور دلیل پیش کیا جارہا ہے۔ دیہات کی معاشرت اور شہروں کی معاشرت میں جو فرق و تفاوت ہے اس کو ہمارے بھائی اور بہنیں نظر انداز کر رہی ہیں۔ جب بحث برائے بحث اور ضد برائے ضد کی صورت حال پیدا ہو جائے تو ایسی صورت میں اظہر من الشمس جیسی چیزیں بھی نگاہوں سے اوجھل ہو جاتی ہیں۔ اس ضمن میں ان سے میں عرض کروں گا کہ غور کریں کہ جو اکثر خواتین دیہاتوں میں کام کرتی ہیں کیا وہ نامحرموں کے ساتھ کام کرتی ہیں؟ اگر وہ کھیت پر روٹی لے کر جاتی ہیں تو کن کے لئے؟ ظاہر ہے کہ باپ کے لئے، شوہر کے لئے، بھائی یا بیٹے کے لئے لے کر جاتی ہیں۔ اپنے کھیت میں اگر وہ کام کر رہی ہوتی ہیں تو کیا ان کے شانہ بشانہ نامحرم کام کر رہے ہوتے ہیں؟ دیہات میں عورتوں کے کام کا جو ماحول ہوتا ہے وہ اکثر و بیشتر اپنے اپنے گھروں سے متعلق ہوتا ہے۔ جہاں وہ اپنے ڈھور ڈنگروں کی دیکھ بھال کرتی ہیں۔ وہاں نامحرموں کے ساتھ معاملہ نہیں ہوتا۔ یا اگر کوئی عورت کھیت میں کام کرنے جاتی ہے تو وہاں بھی بنیادی طور پر اس کا نامحرموں سے نہیں محرموں کے ساتھ ہاتھ بٹانے کا معاملہ ہوتا ہے۔ پھر یہ کہ ہمارے دفتروں کا جو ماحول ہے اور وہاں خواتین جس سج دھج سے جاتی ہیں آخر عورت کی فطرت ہے زیب و زینت اس کی کمزوری ہے۔ کیا دیہات میں کام کرنے والی خواتین اور شہروں کی ان خواتین میں کوئی نسبت ہے؟ اس فرق و تفاوت کو سامنے رکھئے، زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اس ضمن میں آخری بات میں عرض کروں گا کہ اگر ہمارے معاشرے میں دیہات میں کوئی غلط چیز ہو رہی ہو تو کیا اس کو سامنے رکھ کر آپ دین کو بدل دیں گے؟ ہماری دینی ذمہ داری تو یہ ہوگی کہ اگر دیہات میں اسلامی تعلیمات کے مطابق طور طریقے رائج نہیں ہیں تو ان کی اصلاح کی فکر کریں یا یہ کہ دیہات کے غلط طرزِ عمل اور رسوم و رواج کو دلیل بنا کر اپنی غلط روی کے لئے جواز پیدا کریں! وہاں اگر ستر و حجاب کی پابندی نہیں ہو رہی تو کرانے کی ضرورت ہے۔ بجائے اس کے کہ وہاں کی کسی غلط بات کو اپنے لئے دلیل بنائیں۔ اوّل تو زمین و

آسمان کا فرق ہے جیسا کہ میں نے ابھی عرض کیا۔ لیکن اگر کوئی کمی ہے تو اس کمی کو پورا کرنا ہوگا۔ خرابی ہے تو اصلاح کی کوششیں کرنی ہوں گی۔ چونکہ ہمارا امام قرآن ہے۔ ہمارے لئے حاکم قرآن ہے۔ ہمارے لئے اللہ اور رسولؐ کے احکام ہی حجت و دلیل اور لائق اتباع ہیں۔ دیہات کا کوئی طرزِ عمل اور رسم و رواج نہ ہمارے لئے دلیل و برہان ہے نہ حجت — عرب کے دیہاتوں میں عرب خواتین جس طرح ستر و حجاب کے ساتھ محرموں کے شانہ بشانہ کام کرتی ہیں اس کے متعلق میں اپنا مشاہدہ آپ کے سامنے بیان کر چکا ہوں۔

استثنائی صورتیں اگر جہاد و قتال فی سبیل اللہ کا کوئی ایسا مرحلہ پیش آئے کہ خواتین کی خدمات بھی ناگزیر ہو جائیں تو ایسی صورت میں مسلمان خواتین حسبِ ضرورت اس جہاد و قتال میں حصہ لے سکتی ہیں یہ ایک استثنائی (Exceptional) معاملہ ہوگا۔ لیکن یہ کون سی معقول دلیل ہے کہ استثنائی اور ہنگامی یا اضطراری صورتحال کے لئے شریعت میں جو گنجائش رکھی گئی ہے۔ اس کو معمولات پر بھی منطبق (Apply) کیا جائے۔ اور اس استثنا کو ایک قاعدۂ کلیہ بنا کر اس سے خواتین کے لئے دفتروں، کارخانوں، ریڈیو اور ٹی وی پر کام کرنے کے لئے جواز پیدا کیا جائے — اسلام موم کی ناک نہیں ہے کہ حسب خواہش اسے جس طرف چاہے موڑ لیا جائے۔ یہ فعل دین کے ساتھ تلعّب کے زمرے میں آئے گا۔ جس پر قرآن میں بڑی وعید آئی ہے۔ ہمارا دین، دینِ فطرت ہے۔ اس میں تنگی نہیں رکھی گئی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے کہ الدین یُسر، دین میں آسانی ہے۔ اسی طرح ایک حدیث میں آیا ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا 'یسّروا ولا تعسّروا' آسانی پیدا کرو، تنگی پیدا نہ کرو۔ خانگی حالات ایسے ہوں کہ واقعی کوئی عورت ملازمت پر مجبور ہو جائے اور اسے گھر سے نکلنے کے سوا چارہ نہ ہو تو وہ ایسا کر سکتی ہے۔ لیکن اسے ستر و حجاب کی تمام پابندیوں پر عمل کرتے ہوئے معاشی جدوجہد میں حصہ لینا ہوگا۔ یہ ممنوع نہیں ہے۔ لیکن جہاں

لہ یہ تو بالکل ایسی ہی جسارت ہوگی کہ جیسے قرآن نے جان بچانے کے لئے مضطر کو مردار اور ایسی ہی حرام چیزوں کے غیرَ باغٍ ولا عادٍ کی شرط کے ساتھ کھانے کی اجازت دی ہے — اب اضطرار کی اس اجازت کو کوئی مستقل اجازت بنانے کی حرکت کرے تو یہ معاملہ جسارت سے آگے بڑھ کر بغاوت اور طغیان کے زمرے میں آجائے گا۔
(مرتب)

بے پردگی اور مردوں کے ساتھ اختلاط کا معاملہ ہو تو اس میں حصہ لینے کی ہمارا دین قطعی اجازت نہیں دیتا۔ دیگر مستثنیات بھی ہیں مثلاً یہ کہ کوئی خاتون ڈوب رہی ہو، آگ میں گھر گئی ہو سڑک پر چلتے ہوئے کسی حادثے سے دوچار ہو گئی ہو تو ان میں یا اسی قسم کے دیگر حادثات کی صورت میں ستر و حجاب کی قیود اور نامحرموں کے لمس کی پابندی عارضی طور پر ساقط ہو جائے گی یہ حالات حقیقی اور واقعی طور پر اضطراری حالات کہلائیں گے اور اس کی شریعت نے گنجائش رکھی ہے

ارباب اقتدار سے گذارش

اب مجھے ارباب اقتدار وقت سے کچھ باتیں عرض کرنی ہیں۔ اگر واقعتہً خلوص کے ساتھ ان کے پیش نظر اس ملک میں اسلامی نظام کا نفاذ ہے تو انہیں سنجیدگی کے ساتھ اسلام کی تعلیمات کی روشنی میں خواتین کے مسائل کو حل کرنے کے لئے مناسب و مؤثر اقدامات کرنے چاہئیں۔ سرکاری دفاتر کی ملازمتوں، ذرائع ابلاغ اور دوسرے سرکاری یا نیم سرکاری اداروں میں عورتوں کو کھپانے سے ایک طرف مردوں کی حق تلفی ہو رہی ہے۔ دوسری طرف معاشرے میں بے راہ روی کو راہ پانے کے مواقع وسیع ہو رہے ہیں۔ پھر عورت کو اشتہارات کی زینت کے لئے جو ایک ارزاں جنس بنا رکھا ہے۔ اس پر قدغن لگائی جائے۔ یہ نہ صرف عورت کی عظمت کی تذلیل و توہین ہے بلکہ سراسر اسلام کے خلاف ہے۔ خدارا ان مسائل کا صحیح اسلامی حل نکالئے۔ اگر واقعی عورت کی خدمات ملک کی معیشت کے لئے ضروری ہیں تو حکومت اپنی نگرانی میں ایسے انتظامات کر سکتی ہے کہ گھروں میں چھوٹی انڈسٹریاں لگائے۔ کاٹیج انڈسٹری کے محلہ وار مراکز قائم کرے۔ صنعت و حرفت کے تمام بڑے بڑے اداروں کو پابند کرے کہ وہ خواتین کے کام کے بالکل علیحدہ شعبہ قائم کریں۔ اگر عورت کو مجبوراً اپنی معاش کے لئے کام پر نکلنا ہی پڑے تو وہ ستر و حجاب کی پابندی کرے اور مخلوط اداروں میں کام سے پرہیز کرے۔ قرآن نے ایک اسلامی ریاست کی ذمہ داری یہ متعین کی کہ :-

اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ	"ان مومنوں کو جب ہم زمین پر تمکن و حکومت عطا کریں گے تو یہ اقامت صلوٰۃ، ایتائے زکوٰۃ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فرض انجام دیں گے

لہٰذا اسلامی تعلیمات کے مطابق خواتین کی معاشں کا انتظام کرنا معروف کے درجے میں

اُٹھے گا اور عورتوں اور مردوں کا مخلوط اداروں میں کام کرنا۔ عورت کا بطور اشتہار استعمال ہونا اس کا ٹی وی پر آنا اور اسی قسم کے دوسرے تمام نمائشی کاموں میں حصہ لینا یہ اور ایسے دوسرے تمام کام منکرات میں شامل ہیں جن کا استیصال حکومت کی ذمہ داری ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ حکمت اور جامع منصوبہ بندی کے ساتھ ان کا سدّباب کرنے کے لئے حکومت جلد مؤثر عملی اقدامات کرے۔ اسی طرح خواتین کے لئے علیحدہ یونیورسٹی اور ساتھ ہی خواتین کے فرائض سے تعلق رکھنے والے مضامین کا نصاب اور علاحدہ کالجوں کا قائم بھی جلد ہونا چاہیئے یہ بھی حکومت کی ذمہ داری ہے اور یہ کام معروف کے ذیل میں آئیں گے۔ نبی اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ "اگر کسی سرزمین پر اللہ کی قائم کردہ حدود میں سے ایک حد بھی نافذ ہو جائے تو اس سے جو برکت نازل ہو گی وہ چالیس شبانہ روز کی بارش کی برکت سے زیادہ ہو گی۔ یہ بات ذہن میں رہے کہ نبی اکرمؐ کا یہ ارشاد اس سرزمین یعنی عرب کے پس منظر کے لئے تھا۔ جہاں لوگ بارش کے لئے ترستے تھے اور بارش ان کے لئے بہت ہی بڑی نعمت تھی۔ اس حدیث کا اصل مفہوم یہ ہے کہ اللہ کی قائم کردہ حدود میں سے ایک حد (یا احکام سے کوئی حکم) بھی صحیح طور پر نافذ ہو جائے تو اللہ کی طرف سے بے نہایت برکات کا نزول و ظہور ہوتا ہے۔

ایک ضروری گذارش یہ فتنہ جو اس زور و شور سے اس وقت اٹھ کھڑا ہوا ہے جیسا کہ میں نے ابتدا میں عرض کیا تھا کہ بہت پرانا ہے۔ انگریزوں کے دورِ غلامی میں یہ پیدا ہوا اور جب بھی موقع ملتا ہے۔ یہ سر اٹھاتا ہے۔ اس ضمن میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی مرحوم و مغفور نے "پردہ" نامی کتاب قیام پاکستان سے قبل لکھی تھی۔ یہ سید مرحوم کی اس موضوع پر نہایت مدلل و مؤثر اور معرکتہ الآرا تصنیف ہے[1] اسی طرح قیام پاکستان کے فوراً بعد اس فتنے نے کافی زور و شور سے سر اٹھایا تھا۔ چنانچہ ۱۹۵۰ء میں اس کا سر کچلنے کے لئے مولانا امین احسن اصلاحی نے "پاکستانی عورت دوراہے پر" نامی کتاب لکھی تھی۔ یہ دونوں کتابیں بازار میں دستیاب ہیں ان کا مطالعہ کیجئے۔ اسی طرح آج کی میری گذارشات اور اس موضوع پر میں نے ۲۳ مارچ کو مرکزی انجمن خدام القرآن کے سالانہ اجلاس

---

[1] "پردہ" کے موضوع پر مولانا مرحوم کی یہ کتاب راقم کی رائے میں اتنی جامع اور اس معیار کی ہے کہ اسے تو کالج کی سطح پر باقاعدہ نصاب تعلیم میں شامل ہونا چاہیئے (مرتب)

کے موقع پر جو اظہار خیال کیا تھا دونوں کو مرتب کرکے انشاء اللہ آئندہ ماہ کے میثاق میں شائع کردیا جائے گا۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اس خیال اور فکر کو وسیع پیمانے پر پھیلایا جائے اسے عام کیا جائے ہماری تعلیم یافتہ بہنوں اور بھائیوں تک اسے پہنچایا جائے ۔ ہماری ایک بہت بڑی تقصیر یہ بھی ہے کہ لوگوں تک دین کی صحیح تعلیمات مدلل طریق پر پہنچانے کی کما حقہٗ کوشش سے ہم غفلت برتتے ہیں ۔ اس خواب غفلت سے ہمیں جاگنا چاہئیے اور دین کی صحیح و حقیقی تبلیغ کے لئے کمربستہ ہو جانا چاہئیے ۔

اختتامی کلمات میں معذرت خواہاں ہوں کہ آج میں نے مقررہ ایک گھنٹے کے وقت کے بجائے ڈیڑھ گھنٹہ لے لیا ہے ۔ مجھے یہ بات آپ تک پہنچانی تھی اس لئے مجبوری تھی ۔ ایسے مسائل روز روز نہیں کھڑے ہوتے ۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آج کی تقریر کے متعلق اخبارات کے اعلانات دیکھ کر لاہور کے علاوہ دوسرے شہروں سے بھی کافی تعداد میں لوگ یہاں تشریف لائے ہیں ۔ آپ تک اور ان حضرات تک مجھے امکانی حد تک بات پہنچانی تھی ۔

اب میں اس دعا پر اپنی گفتگو ختم کر رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی راہ ہدایت دکھائے اور اس ہدایت کو ذہناً اور عملاً قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارے تمام بھائی بہنوں کو اس کی توفیق دے کہ وہ دین کو اپنے پیچھے لگانے کے بجائے دین کی پیروی کا عزم مصمم کرلیں ۔

اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اتِّبَاعَہٗ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنَا اجْتِنَابَہٗ
اَللّٰھُمَّ وَقِنَا شَرَّ مَا قَضَیْتَ فَاِنَّکَ تَقْضِیْ وَلَا یُقْضٰی عَلَیْکَ ـــــ!
اَقُوْلُ قَوْلِیْ ھٰذَا وَاَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ لِیْ وَلَکُمْ وَلِسَائِرِ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ
وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ؀

اِسلام اور عورت

اس موضوع پر اس شمارے میں محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے دو خطابات کو یکجا کر کے شائع کیا گیا ہے۔ اس میں وقت کی کمی کی وجہ سے جن نکات کا اجمالاً یا کنایۃً ذکر ہے یا جن کا تذکرہ رہ گیا ہے۔ اس عاجز نے کوشش کی ہے کہ ان کا اختصار کے ساتھ اس مضمون میں بیان ہو جائے۔

خاکسار جمیل الرحمٰن عفی عنہ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

ایک ایسی ریاست میں جس کا نام "اسلامی جمہوریہ پاکستان" ہے جس کے قیام کا مقصد ہی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ تھا۔ جس کے دستور کی قرار داد مقاصد میں حاکمیت الٰہیہ (اِنِ الحکم اِلَّا اللّٰہ) کا اصول طے شدہ ہے اور جس میں یہ صراحت بھی موجود ہے کہ اس ملک میں "کوئی قانون سازی قرآن و سنت کے خلاف نہیں کی جا سکے گی"۔ مزید جس ملک کے سربراہ اور حاکم وقت تقریباً پانچ سال سے مسلسل اپنی تقاریر، بیانات اور انٹرویوز میں اس بات کا اعلان و اظہار فرماتے رہتے ہیں کہ انہوں نے اقتدار ہی اس عزم بالجزم کے ساتھ اپنے ہاتھ میں لے رکھا ہے کہ وہ اس ملک میں اسلامی نظام قائم کریں گے اور چادر اور چار دیواری کے احترام و تقدس کو بحال کریں گے۔ یہ بات انتہائی افسوس اور دردناک ہے کہ ستر و حجاب اور عورت کے اصل مقام یعنی قرارنی البیوت کے اوامر و احکام اور عورت کے تبرج جاہلیہ یعنی بے حجابانہ طور پر سج دھج، بناؤ سنگار اور غیر ساتر لباس کے ساتھ مخلوط اداروں میں کام کرنے، بلا ضرورت سیر گشت کرنے کے لئے شریعت میں ممانعت اور جن نواہی آئے ہیں ان کی کھلم کھلا خلاف ورزی کی جا رہی ہے اور اس پر ستم بالائے ستم یہ کہ اس کو عین اسلام قرار دیا جا رہا ہے۔ ایک معصیت اور برائی وہ ہوتی ہے جس پر ایک مسلمان کا ضمیر اسے ملامت کرتا رہتا ہے۔ وہ شعوری طور پر جانتا ہے کہ وہ غلط کام کر رہا ہے۔ لیکن

ایک برائی اور معصیت وہ ہوتی ہے جس کو وہ گناہ خیال ہی نہیں کرتا بلکہ مسلمان کہلاتے ہوئے بھی وہ اسے صحیح سمجھتا ہے' اس پر اصرار کرتا ہے تو اس کو سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ اپنے دین سے بغاوت کر رہا ہے اس لئے کہ اسلامی معاشرت' سماج اور عائلی نظام کے متعلق قرآن حکیم میں سب سے زیادہ تفصیلی احکام آئے ہیں۔ اس کی حکمت بھی بادنیٰ تامل سمجھ میں آجاتی ہے کہ ایک معاشرے اور ریاست کی اکائی خاندان ہوتا ہے۔ ان ہی کے مجموعے سے 'اجتماعیت' معاشرہ اور ریاست وجود میں آتی ہے۔ لہٰذا اسلامی شریعت خاندان کے ادارے کو مستحکم بنیادوں پر صالح بنانا چاہتی ہے۔ تاکہ ایک حقیقی اسلامی معاشرہ اور نظام مملکت صحیح خطوط پر قائم ہو سکے اور ترقی و ارتقاء کی منازل طے کرتا چلا جائے۔ چادر اور چہار دیواری کے احترام و تقدس کی بحالی کا جو واضح مقصد سمجھ میں آتا تھا وہ یہی تھا کہ پاکستان میں اسلامی معاشرت کے تقاضے پورے کئے جائینگے۔ لیکن معاملہ بالکل برعکس نظر آرہا ہے۔

جو لوگ اسلام کے نظام معاشرت کو موجودہ دور کے "تقاضوں" کے مطابق نہیں سمجھتے اور اس کو تبدیل کرنے پر مصر ہیں۔ اپنی حقیقت اور روح دونوں اعتبارات سے یہ رویہ اسلام کے خلاف اظہار عدم اعتماد (No Confidence Vote) ہے۔ ہم بڑی دردمندی اور دلسوزی اور نصح و خیرخواہی کے ساتھ اس طبقے سے التجا کرتے ہیں کہ خدارا اپنا آخرت کی ابدی زندگی کو دنیا کی عارضی چمک دمک اور نمود و نمائش کیلئے برباد نہ کریں۔ ایسے لوگوں کیلئے قرآن حکیم میں بڑی وعیدیں آئی ہیں' جن میں سے دو کا حوالہ کافی ہو گا۔ پہلی آیت سورہ بقرہ کی ہے' فرمایا:۔

بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّاَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓئَتُهٗ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ٥	"کیوں نہیں جو ایک بدی کمائے گا اور اپنی اسی خطاکاری کے چکر میں پڑا رہے گا تو وہ دوزخی ہے اور وہ ہمیشہ اس میں رہے گا"
(آیت ۸۱)	

یعنی ایک مدعی ایمان کسی برائی کا ارتکاب کرے پھر اس پر ڈیرہ ڈال کر بیٹھ جائے۔ اس کو برائی سمجھنا ہی چھوڑ دے اور اسے عین صواب سمجھنے لگے اسی پر مصر ہو تو وہ ہمیشہ ہمیش کے لئے جہنم میں رہے گا۔

دوسری سورہ الصف کی آیات نمبر ۲۰۲ ہیں' فرمایا:۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ ○ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ ○

"اے ایمان والو! تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو؟ اللہ کے نزدیک یہ نہایت ناپسندیدہ اور انتہائی بیزاری کی حرکت ہے کہ تم وہ کہو بات جو تم کرتے نہیں ہو!"

یعنی ایک طرف یہ دعویٰ کہ ہم مومن ہیں، ہمارا دستورِ حیات قرآن ہے۔ ہمارے لئے مشعل اور دلیل راہ سنّت ہے۔ ہم اسلامی نظام کو ایک مکمل و اکمل نظام سمجھتے ہیں۔ اسی کا نفاذ و استحکام ہمارا نصب العین ہے۔ لیکن ہمارا انفرادی و اجتماعی طرزِ عمل، دستورِ زندگی، بشمول، نظام ہائے حکمت و سیاست، معیشت و معاشرت تمام کی تمام قرآن و سنّت کے خلاف ہے۔ تو قول و عمل کا یہ تضاد اللہ کے غصّے کو اتنا بھڑکاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے سخت بیزار ہو جاتا ہے۔

اسلام میں عورت کے لئے ستر و حجاب اور اس کے اصل دائرہ کار کے متعلق جو احکام آئے ہیں ان پر ہر مکتب فکر کے ائمہ مجتہدین کا اجماع رہا ہے۔ صرف ایک مسئلہ میں اختلاف ہے کہ چہرے کی ٹکیہ بھی گھر سے باہر نکلنے کی صورت میں ستر میں شامل ہے یا نہیں۔ جو اس کو ستر میں شامل نہیں کرتے وہ سر کو ستر میں شامل کرتے ہیں اور چہرے کی زیب و زیبائش (Make up) کو ناجائز قرار دیتے ہیں۔ ایسے متفق علیہ مسئلے کے خلاف ہمارے ملک کے اخبارات و جرائد میں مسلسل مضامین، مراسلات اور بیانات کا آنا انتہائی افسوسناک اور قابلِ مذمّت ہے۔ خصوصاً اس دورِ حکومت میں جو اس ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے عملی اقدامات کئے جانے کی دعویدار ہے۔ فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ ○ ان تمہیدی کلمات کے بعد مرد و عورت کے متعلق اسلامی تعلیمات پیش ہیں۔

دینی اور اخلاقی حیثیت سے مرد و عورت مساوی ہیں!!

اس ضمن میں مزید تفہیم کے لئے حسبِ ذیل تین آیات پیش ہیں:۔

(۱) وَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُونَ نَقِيرًا
(النساء ۱۲۴)

"اور جو نیک عمل کرے گا خواہ مرد ہو یا عورت، بشرطیکہ ہو وہ مومن، تو ایسے ہی لوگ جنّت میں داخل ہوں گے اور ان کی ذرّہ برابر حق تلفی نہ ہونے پائے گی۔"

(۲) مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزٰى اِلَّا مِثْلَهَا
وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ
اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ
يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ
فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ ٥
(المومن آیت ۴۰)

"جو برائی کرے گا اس کو اتنا ہی بدلہ
ملے گا جتنی اس نے برائی کی ہوگی اور
جو نیک عمل کرے گا خواہ وہ مرد ہو
یا عورت، بشرطیکہ وہ مومن ہو۔ تو
ایسے سب لوگ جنت میں داخل ہوں
گے، جہاں ان کو بےحساب رزق دیا جائیگا

(۳) سورۃ الزلزال میں وہ اصول بیان فرما دیا جو پوری نوع انسانی کے لئے ہے جس میں
مرد اور عورت دونوں شامل ہیں

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا
يَّرَهٗ ٥ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ
شَرًّا يَّرَهٗ ٥ (آیات ۷۔۸)

"پس جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی
(آخرت میں) وہ اس کو دیکھ لے
گا اور جس نے ذرہ برابر بدی کی ہوگی وہ اس کو

اب چند وہ امور پیش ہیں جن میں مرد و عورت کیلئے علیحدہ علیحدہ دائرہ کار دین نے مقرر کئے ہیں۔

جنازے اور عورت

مسلمانوں کے لئے جنازے میں شرکت کرنا شریعت نے فرض کفایہ قرار دیا ہے۔ اس کے متعلق احادیث میں جو تاکید آئی ہے وہ سب مردوں کے لئے ہے۔ عورتوں کو اس میں شرکت سے منع کیا گیا ہے۔ اگرچہ اس میں سختی نہیں کی گئی ہے لیکن اس بات کو واضح کر دیا گیا ہے کہ عورت کی شرکت میں کراہت ہے۔
بخاری میں اُمّ عطیہؓ سے روایت ہے :۔

نهينا عن اتباع الجنائز
ولم يعزم علينا

ہم کو جنازوں کی متابعت سے منع
کیا گیا مگر سختی کے ساتھ نہیں

فقہ حنفی کا مستقل موقف یہ ہے کہ نمازہ جنازہ میں شرکت مردوں کے لئے فرض کفایہ ہے۔ لیکن عورتیں اس سے مستثنیٰ ہیں۔ ان کی شرکت مکروہ تحریمہ ہے۔

زیارت قبور اور عورت

قبور کی زیارت کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے۔ عورت رقیق القلب اور جذباتی ہوتی ہے۔ اس لئے اپنے قریبی مردوں کی قبروں پر اس کے ہاتھ سے صبر کا دامن چھوٹ جانے کا شدید احتمال ہے۔ لہٰذا ان کو کثرت سے زیارت قبور کے لئے سختی سے منع کیا گیا ہے۔ ترمذی میں حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ

لعن رسول ؐ زوارات القبور — نبی اکرم ؐ نے قبروں پر بکثرت جانے والیوں کو ملعون ٹھہرایا۔

مجلس نکاح اور عورت

عقد نکاح ہی سے ایک مرد کے لئے عورت سے تمتع جائز ہوتا ہے۔ اسی سے ایک نئے خاندان کی داغ بیل پڑتی ہے لیکن مجلس نکاح میں دلہن خود نہیں آسکتی۔ کنواری عورت سے ولی یا اس کا وکیل اجازت لے گا۔ دو گواہ ہونے ضروری ہیں۔ وکیل اور گواہوں کا محرم ہونا بھی شرط ہے۔ عورت نہ وکیل بن سکتی ہے نہ گواہ خواہ وہ ماں اور بہنیں ہی کیوں نہ ہوں۔

باکرہ لڑکی سے اجازت ضروری ہے

نکاح کے معاملے میں مرد بالکل آزاد ہے۔ وہ اپنے بزرگوں کی اجازت کا پابند نہیں۔ وہ صرف مشرک عورتوں سے نکاح نہیں کر سکتا: وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ۔ لیکن باکرہ عورت کے نکاح کے لئے اس کی اجازت ضروری ہے۔ البتہ بیوہ پر ایسی پابندی نہیں ہے۔ ارشاد نبوی ؐ ہے :۔

الایم احق بنفسھا من ولیھا — بیوہ اپنے معاملے میں فیصلہ کرنے کا حق اپنے ولی سے زیادہ رکھتی ہے۔

لاتنکح البکر حتی تستاذن — باکرہ لڑکی کا نکاح نہ کیا جائے جب تک کہ اس سے اجازت نہ لے لی جائے۔

قرآن مجید میں ہے :۔

فَانْكِحُوهُنَّ بِإِذْنِ أَهْلِهِنَّ — "ان سے ان کے گھر والوں کی اجازت لے کر نکاح کرو۔"

یہاں باکرہ لڑکی مراد ہے۔ جس طرح بیوہ کو نکاح ثانی کے فیصلے میں مختار کیا گیا اسی طرح مطلقہ (جو شوہر دیدہ ہو) بھی مختار ہے۔

عورت کا نکاح ثانی اور دیگر مذاہب

ہندو مت میں طلاق کا تصور ہی موجود نہیں تو عورت کے لئے نکاح ثانی کا کیا سوال! بیوہ ہونے کی صورت میں ان کے اصل دھرم کا حکم تو یہ ہے کہ اس کو ستی کر دیا جائے یعنی شوہر کے ساتھ اسے بھی زندہ جلا دیا جائے ——— رہا دنیا کے ایک اور بڑے مذہب عیسائیت کا معاملہ تو مرد عورت کو صرف بدچلنی کا واضح ثبوت ملنے کی صورت میں طلاق دے سکتا ہے۔

ان کے مذہب میں اس مطلقہ عورت سے کسی کو شادی کی اجازت نہیں ہے۔ بیوہ اگرچہ دوسرا نکاح کرسکتی ہے۔ لیکن اس کو اچھی نظر سے نہیں دیکھا جاتا۔ لیکن اسلام نے ان تمام عورتوں کو نکاح ثانی کا غیر مشروط حق دیا ہے۔ جن کے نکاح از روئے شریعت فسخ کئے گئے ہوں یا جن کو حکم تفریق کے ذریعے جدا کیا گیا ہو۔ یا ان کے شوہروں نے طلاق دے دی ہو یا جو بیوہ ہوگئی ہوں۔ ایسی تمام عورتوں کے نکاح ثانی میں رکاوٹ بننے کا حق نہ سابق شوہر کو حاصل ہے نہ اس کے کسی رشتہ دار کو ـــــ یہ وہ حق ہے جو اسلام نے آج سے چودہ سو سال قبل عورتوں کو دیا تھا۔ تہذیب و تمدن کے بلند بانگ دعاوی کے باوجود یہ حق آج تک یورپ کے متعدد ملکوں اور امریکہ کی ریاستوں میں بھی عورتوں کو نہیں ملا ہے۔

عورتوں کے گھر سے نکلنے کے سلسلے میں اسلامی تعلیمات

مرد اپنے اختیار سے جہاں چاہئے جاسکتا ہے۔ لیکن عورت خواہ کنواری ہو یا شادی شدہ یا بیوہ و مطلقہ ہو سفر میں محرم کے بغیر نہیں نکل سکتی۔ سفر کی مدت میں البتہ اختلاف ہے۔ ایک روایت میں تین دن اور اکثر روایات میں ایک دن رات کی مدت مقرر ہے۔ ان ہدایات کا اصل منشاء یہ ہے کہ عورت کو تنہا سفر کے لئے نقل و حرکت کی آزادی نہ دی جائے ـــــ حد یہ ہے کہ حج کے لئے جو ایک فرض عبادت ہے عورت محرم کے بغیر نہیں جاسکتی چاہے وہ مالی حیثیت سے ذاتی طور پر استطاعت رکھتی ہو۔ اس کے ساتھ محرم ہونا ضروری ہے۔ اگر محرم خود مستطیع نہ ہو تو عورت اس کا زاد راہ برداشت کرے۔ محرم کے بغیر استطاعت کے باوجود یہ فرض عبادت عورت سے ساقط ہو جائے گی۔

شوہر کی اجازت کے بغیر عام ضروریات و حوائج کے علاوہ عورت کو گھر سے نکلنے کی آنحضور نے نہایت سخت انداز سے ممانعت فرمائی ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ حضور اکرم نے فرمایا:

اِذَا خَرَجَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ بَيْتِهَا وَزَوْجُهَا كَارِهٌ لَعَنَهَا كُلُّ مَلَكٍ فِي السَّمَاءِ وَكُلُّ شَيْئٍ مَرَّتْ عَلَيْهِ غَيْرُ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ حَتّٰى تَرْجِعَ

"جب عورت اپنے شوہر کی مرضی کے خلاف گھر سے نکلتی ہے تو آسمان کا ہر وہ فرشتہ اس پر لعنت بھیجتا ہے اور جن و انس کے سوا ہر وہ چیز جس پر سے وہ گذرتی ہے پھٹکار بھیجتی ہے، تا وقتیکہ وہ واپس نہ ہو۔"

سنن ابی داؤد میں ایک طویل روایت ہے جس میں بیان ہے کہ آنحضورؐ نے دیکھا کہ مسجد سے نکلتے وقت مرد اور عورتیں مل جاتے ہیں تو آپؐ نے عورت کو ہدایت فرمائی۔

اسْتَأْخِرْنَ فَإِنَّهُ لَيْسَ لَكُنَّ أَنْ تَحْقُقْنَ الطَّرِيقَ، عَلَيْكُنَّ بِحَافَاتِ الطَّرِيقِ فَكَانَتِ الْمَرْأَةُ تَلْصَقُ بِالْجِدَارِ حَتَّى أَنَّ ثَوْبَهَا يَتَعَلَّقُ بِالْجِدَارِ مِنْ لُصُوقِهَا۔ (ابوداؤد)	تم پیچھے ہو جاؤ، تمہارے لئے راستہ کے بیچ میں چلنا ٹھیک نہیں ہے۔ تم راستہ کے کنارہ سے چلو۔ چنانچہ اس حکم کے بعد عورتیں بالکل دیوار سے لگ جاتیں۔ یہاں تک کہ ان کی چادریں دیوار سے الجھتی تھیں۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ نماز کے بعد آنحضرتؐ مسجد میں اتنی دیر ٹھہرتے کہ عورتیں پہلے نکل جائیں تاکہ راستے میں مردوں سے خلط ملط نہ ہو۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ نبی اکرمؐ نے بعد میں مسجد نبویؐ کا ایک دروازہ عورتوں کے لئے مختص فرما دیا تھا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ نبی اکرمؐ نے اس بات سے منع فرمایا کہ کوئی مرد دو عورتوں کے درمیان سے چلے۔

عورت ایسا زیور پہن کر باہر نہیں نکل سکتی جس میں جھنکار ہو۔ اس کی ممانعت کا حکم قرآن مجید میں موجود ہے (جس کا حوالہ ڈاکٹر صاحب اپنی تقریر میں دے چکے ہیں) عطر لگا کر گھر سے نکلنے کی آں حضورؐ نے سختی سے ممانعت فرمائی ہے۔ جامع ترمذی میں روایت ہے۔

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَرْأَةُ إِذَا اسْتَعْطَرَتْ فَمَرَّتْ بِالْمَجْلِسِ فَهِيَ كَذَا (اى زانية)	آپؐ نے فرمایا جو عورت عطر لگا کر لوگوں کے درمیان سے گزرتی ہے وہ آوارہ قسم کی عورت ہے۔

باہر جانے کی صورت میں عورت کو ایسی خوشبو لگانے کی اجازت ہے جس کا چاہے رنگ ہو مگر وہ پھیلنے والی خوشبو نہ ہو۔ وطيب النساء لون ولا ريح له ـــــ ایک روایت میں ہے کہ ایک عورت پھیلنے والی خوشبو لگا کر مسجد نبویؐ سے آرہی تھی۔ حضرت ابوہریرہؓ نے اس کو ہدایت کی کہ گھر جا کر اس طرح غسل کرو جیسے غسل جنابت کیا جاتا ہے۔

نکاح اور اہل کتاب

مرد جس طرح کسی مسلمان عورت سے نکاح کرنے میں آزاد ہے اسی طرح وہ اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کی عورتوں سے بھی نکاح کرنے میں آزاد ہے۔ وہ لونڈی سے بھی تمتع کر سکتا ہے۔ لیکن عورت کو اس معاملے میں

قطعی پابند کیا گیا ہے۔ اس کے لئے اہل کتاب مرد سے نکاح حرام ہے سورۃ الممتحنہ (آیت ۱۰) میں اس کی واضح طور پر حرمت موجود ہے۔

لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ — "نہ یہ ان کے لئے حلال ہیں اور نہ وہ ان کے لئے حلال"۔

مراد اہل کتاب ہیں۔ اسی طرح مرد اپنی لونڈی سے تمتع میں آزاد ہے۔ لیکن عورت کے لئے یہ حرام ہے۔ خلافت فاروقی میں ایک عورت نے مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ سے غلط تاویل کر کے اپنے غلام سے تمتع کر لیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے اصحاب شوریٰ سے مشورہ کیا جس کا متفقہ فیصلہ تھا کہ اس عورت نے کتاب اللہ کو غلط معنی پہنائے" اس عورت کو سزا دی گئی۔

تعدد ازدواج سورۃ النساء میں مرد کو عدل و قسط کی شرط کے ساتھ بیک وقت چار بیویاں اپنے نکاح میں رکھنے کی اجازت ہے لیکن عورت کے لئے یہ قطعی حرام ہے۔

عورت کا لباس لباس ایک تمدنی ضرورت ہے۔ اس کی ایک غایت موسمی اثرات سے حفاظت ہے اور زینت بھی اور اس کی اصل غایت اور سب سے اہم مقصد ستر ہے۔ عورت کے لئے ایسا لباس پہننا جس سے ستر و حجاب کے حدود ٹوٹتے ہوں۔ جائز نہیں۔ رُبّ کاسیہ اور کاسیات عاریات احادیث کا حوالہ ڈاکٹر صاحب کے خطاب میں آچکا ہے۔ سنن ابی داؤد میں حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ "اسمأ بنت ابو بکرؓ، آنحضرتؐ کے پاس آئیں اور نہایت باریک کپڑے پہنے ہوئے تھیں۔ آپؐ نے ان کو دیکھا تو منہ پھیر لیا اور فرمایا اے اسماء! جب عورت بالغ ہو جائے تو بجز اس کے اور اس کے اس کے جسم کا کوئی حصہ نظر نہیں آنا چاہئے"۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ یہ ارشاد فرما کر آنحضورؐ نے چہرہ اور ہتھیلیوں کی طرف اشارہ کیا ——— خیال رہے کہ یہ ستر و حجاب کے احکام کے نزول سے قبل کا واقعہ ہے۔

عورت اور سیاست: کسی ریاست کا سب سے اہم اجتماعی شعبہ نظام مملکت ہے۔ اس دائرہ کار میں عورت کا کوئی حق نہیں رکھا گیا۔ یہ شعبہ بالکلیہ مرد کے سپرد ہے۔ اس مسئلے میں قرآن مجید کی واضح نصوص الرجال قوامون علی النساء، وقرن فی بیوتکنّ اور وللرّجال علیھن درجۃ ہیں۔ اس ضمن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی واضح ہدایات و تعلیمات یہ ہیں کہ:

عن ابی بکرۃ قال لما بلغ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اھل فارس ملکوا علیھم بنت کسریٰ قال لن یفلح قوم ولوا امرھم امرأۃً۔ (بخاری، ترمذی، نسائی)

ابو بکرہؓ سے روایت ہے، انہوں نے بیان کیا کہ جب رسول اللہؐ کو معلوم ہوا کہ ایرانیوں نے کسریٰ کی بیٹی کو اپنا بادشاہ بنایا ہے تو آپؐ نے فرمایا کہ وہ قوم کامیاب نہیں ہو سکتی جس نے اپنی زمام کار ایک عورت کے حوالہ کر دی ہے۔

(۲) عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کانت امراؤکم خیارکم واغنیاءکم سمحاءکم وامورکم شوریٰ بینکم فظھر الارض خیر لکم من بطنھا واذا کانت امراؤکم شرارکم واغنیاءکم بخلاءکم وامورکم الی نساءکم فبطن الارض خیر لکم من ظھرھا (ترمذی)

"ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا، جب تمہارے حاکم اچھے لوگ ہوں اور تمہارے مالدار تم میں زیادہ سخی ہوں اور تمہارے معاملات مشورے سے طے پائیں تو زمین کی پیٹھ اس کے پیٹ سے تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے، اور جب تمہارے حاکم شریر لوگ ہو جائیں اور تمہارے مالدار بخیل ہو جائیں اور تمہارے معاملات تمہاری عورتوں کے سپرد ہو جائیں تو زمین کا پیٹ اس کی پیٹھ سے تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے۔"

صدر اول کی تاریخ میں عملی سیاست میں حصہ لینے کی صرف ایک مثال ملتی ہے۔ وہ یہ کہ ام المومنین حضرت عائشہؓ حضرت عثمانؓ کے خون ناحق کا مطالبہ لے کر اٹھیں جس کے نتیجے میں حضرت علیؓ اور ان کی فوجوں میں جنگ ہوئی جس کا نام جنگ جمل ہے۔ اس بات قطع نظر کہ کس فریق سے اجتہادی غلطی ہوئی۔ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کی رائے جو ایک غیر جانبدار شخصیت تھے اور جن کے علم و تقویٰ پر کوئی انگلی نہیں اٹھا سکتا تھا، یہ تھی کہ:

ان بیت عائشۃ خیر لھا من ھودجھا۔

"حضرت عائشہ کا گھر ان کے ہودج سے بہتر تھا۔"

حضرت علیؓ نے بھی ام المومنینؓ کو پیغام بھجوایا تھا کہ "عورتوں کو جنگ اور مردوں کے

معاملات میں پڑسنے سے کیا تعلق ہے"۔ حضرت عائشہؓ نے بعد میں اپنے اس عمل پر اظہار پشیمانی کرتی رہیں اور اس پر استغفار کرتی رہیں۔ اس مثال میں قابل غور امور یہ ہیں اول یہ کہ یہ ایک ہنگامی نوعیت کا معاملہ تھا۔ اس کو باقاعدہ ملک کی سیاسیات اور حکومت کے معاملات میں حصہ لینے کیلئے دلیل بنایا ہی نہیں جاسکتا دوسرے یہ کہ اپنے اس اقدام پر ام المومنینؓ تمام عمر پشیمان بھی رہیں اور استغفار کرتی رہیں۔ تیسرے یہ کہ حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ جیسے جلیل القدر اصحاب رسولؐ نے اس عمل کو عورت ہونے کے ناطے سے ان کے دائرہ عمل سے باہر کا اقدام قرار دیا۔

غزوات میں عورتوں کی شرکت

اس موضوع پر مولانا امین احسن اصلاحی کی معرکۃ الآرا تالیف "پاکستانی عورت دوراہے پر" سے ایک اقتباس درج ذیل ہے

" اس حقیقت کی ایک بہت بڑی شہادت آنحضرتؐ کے زمانے کے ایک واقعہ سے بھی ملتی ہے۔ اسماء بنت زید انصاریہ ایک مشہور دیندار اور عقلمند صحابیہ اور مشہور صحابی معاذؓ بن جبل کی پھوپھی زاد بہن ہیں۔ ان کے متعلق روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کی کہ مجھے عورتوں کی ایک جماعت نے اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا ہے۔ سب کی سب وہی کہتی ہیں جو میں عرض کرنے آئی ہوں اور وہی رائے رکھتی ہیں جو میں گذارش کر رہی ہوں۔ عرض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو مردوں اور عورتوں دونوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ چنانچہ ہم آپؐ پر ایمان لائیں اور ہم نے آپؐ کی پیروی کی۔ لیکن ہم عورتوں کا حال یہ ہے کہ ہم پردوں کے اندر رہنے والی اور گھروں کے اندر بیٹھنے والی ہیں۔ ہمارا کام یہ ہے کہ مرد ہم سے اپنی خواہش نفس پوری کرلیں۔ اور ہم ان کے بچے لادے لادے پھریں۔ مرد جمعہ و جماعت، جنازہ و جہاد ہر چیز کی حاضری میں ہم سے سبقت لے گئے، وہ جب جہاد میں جاتے ہیں تو ہم ان کے گھر بار کی حفاظت کرتی اور ان کے بچوں کو سنبھالتی ہیں تو کیا اجر میں بھی ان کے ساتھ ہم کو حصہ ملے گا؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی یہ فصیح و بلیغ تقریر سننے کے بعد صحابہؓ کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور فرمایا کیا تم نے ان سے زیادہ بھی کسی عورت کی عمدہ تقریر سنی ہے۔ جس نے اپنے دین کی بابت سوال کیا ہو! تمام صحابہؓ نے قسم کھا کر اقرار کیا کہ "نہیں یا رسول اللہ" اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسماءؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے اسماء! میری مدد کرو اور جن عورتوں نے تم کو اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا ہے ان کو میرا یہ جواب پہنچادو

کہ تمہارا اچھی طرح خانہ داری کرنا، اپنے شوہروں کو خوش رکھنا اور ان کے ساتھ سازگاری کرنا مردوں کے ان سارے کاموں کے برابر ہے جو تم نے بیان کئے ہیں ——۔

حضرت اسماؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات سن کر خوش خوش اللہ کا شکر ادا کرتی ہوئی واپس چلی گئیں (الاستیعاب)"۔ اس کے بعد مولانا اصلاحی رقمطراز ہیں:—

"حضرت اسماء نے صرف اپنے زمانے ہی کی خواتین کی نمائندگی نہیں فرمائی بلکہ بعض پہلوؤں سے ہمارے زمانے کی خواتین کی بھی پوری پوری نمائندگی کر دی ہے۔ اس زمانہ میں آزادئ نسواں کی علمبردار عورتیں جو کچھ کہتی ہیں اس کی ایک بڑی اہم وجہ تو یہی ہے کہ وہ فرائض ان کو حقیر نظر آتے ہیں جو قدرت نے ان کے سر ڈالے ہیں اور وہ فرائض ان کو معزز و محترم نظر آتے ہیں جو مردوں سے متعلق ہیں۔ اس وجہ سے وہ کہتی ہیں کہ یہ کیا ناانصافی ہے کہ ہم عورتیں تو زندگی بھر بچے لادے لادے پھریں اور چولہے چکی کی نذر ہو کے رہ جائیں اور مرد ملکوں اور قوموں کی قسمتوں کے فیصلے کرتے پھریں! اور پھر وہ مطالبہ کرتی ہیں کہ ان کو بھی مردوں کے دوش بدوش ہر میدان میں جدوجہد کرنے کا موقع ملنا چاہئے۔ حالانکہ وہ غور کریں تو اس بات کے سمجھنے میں ذرا بھی دشواری نہیں ہے کہ ایک مردِ مجاہد جو میدانِ جنگ میں جہاد کر رہا ہے اس کا یہ جہاد ہو نہیں سکتا جب تک اس کے پیچھے ایک مجاہدہ بچوں کے سنبھالنے اور گھر کی دیکھ بھال میں اپنی پوری قوتیں صرف نہ کرے!!! میدانِ جنگ کا یہ جہاد گھر کے جہاد ہی کا ایک پرتو اور مرد کی یہ یکسوئی عورت کی قربانیوں کا ایک ثمرہ ہے۔ اس لئے مردِ خدا اگر، خدا کی راہ میں لڑ رہا ہے تو تنہا مرد ہی نہیں لڑ رہا ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ خدا کی وہ بندی بھی مصروفِ پیکار ہے جس نے مرد کو زندگی کے دوسرے محاذوں پر لڑنے سے سبکدوش کر کے اس میدانِ جنگ کے لئے فارغ کیا ہے اور گھر کے مورچہ کو اس نے خود سنبھال رکھا ہے۔ جذبات سے الگ ہو کر صحیح صحیح موازنہ کر کے اگر دیکھا جائے تو کون کہہ سکتا ہے؟ کہ ان دونوں جہادوں میں سے کوئی بھی کم ضروری ہے یا غیر ضروری ہے؟ انصاف یہ ہے کہ دونوں یکساں ضروری ہیں اس لئے خدا کی نگاہوں میں دونوں کا اجر و ثواب بھی یکساں ہے۔"

جو خواتین و حضرات غزوات میں صحابیات کی شرکت کی بعض استثنائی نظیروں سے عورتوں کو مردوں کے ساتھ زندگی کے ہر شعبے میں کام کرنے کے لئے استدلال کرتی ہیں وہ اگر نیک نیتی سے کسی مغالطے میں مبتلا ہیں تو صرف یہی حدیث ان کا مغالطہ دور کرنے کے لئے کافی ہے۔

(اللہ کو منظور ہوا تو کسی آئندہ صحبت میں اس موضوع پر مزید گفتگو ہوگی) (ج۔ر)

وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ
فِيْهِ بَأْسٌ شَدِيْدٌ
وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ

(الحدید: ۲۵)

اور ہم نے لوہا اتارا
جس میں بڑی قوت بھی ہے اور لوگوں کے لیے
بڑے فوائد بھی ہیں۔

اتفاق فاؤنڈریز لمیٹڈ

۳۲- ایمپریس روڈ- لاہور

مولانا وصی مظہر ندوی

مساواتِ مرد وزن کا حقیقی مفہوم

زیر نظر مضمون مولانا کے ایک خطبے سے ماخوذ ہے جو موصوف سے گذشتہ ماہ خواتین کے مظاہرے کے متصلاً بعد ایک مجمع میں ارشاد فرمایا: (مرتب)

الحمد للہ - الحمد للہ حمداً کثیراً کما امر - واشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ - ارغاماً لمن جحد بہ وکفر - واشہد ان سیدنا ومولانا محمداً عبدہ ورسولہ سید الملائکۃ والبشر -

اما بعد: فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم ہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم: یایھا الناس انا خلقناکم من ذکر وانثیٰ وجعلناکم شعوبا وقبائل لتعارفوا - ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم - صدق اللہ العظیم -

برادرانِ اسلام! ہمارا دین، اسلام، وہ دین ہے جس نے ہمیں یہ تاکید کی کہ تمام انسان برابر ہیں اور ان کے درمیان کوئی فرق نہیں - ایک حدیث شریف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مثال سے اس بات کو بیان کیا ہے کہ الناس سواسی کاسنان المشط، تمام انسان برابر ہیں جیسے کنگھی کے دندانے برابر ہوتے ہیں - لیکن برابری کا مطلب کیا ہے؟ مطلب یہ ہے کہ انسانوں کے درمیان خاندان کی وجہ سے، ذات کی وجہ سے رنگ اور نسل کی وجہ سے، پیدائش کی وجہ سے کوئی فرق نہیں - سب معاشرتی مرتبے کے لحاظ سے برابر ہیں - اٹھنے بیٹھنے میں، کھانے پینے میں، لین دین میں، تمام چیزوں میں سب لوگ برابر ہیں - مسجد میں آئیں گے تو سب کے سب ایک صف میں کھڑے ہو جائیں گے - وہاں محمود و ایاز کے درمیان کوئی فرق نہیں ہوگا - قانون کی نگاہ میں سب برابر ہیں - سب کے لئے قانون یکساں ہے -

جو جو کوئی شخص کریگا چاہے وہ بڑا ہو یا چھوٹا ہو، امیر ہو یا غریب ہو، معزز ہو یا نہ ہو، تعلیم یافتہ ہو یا جاہل ہو سب کے اوپر ایک ہی قانون نافذ کیا جائے گا۔ یہ ہے اس مساوات کا مطلب جو ہمارے دین نے ہمیں سکھائی ہے۔ لیکن غلطی سے ہم لوگوں نے مساوات کا مطلب یہ سمجھ لیا ہے کہ ایک کام جو کوئی شخص کرتا ہے ——— وہی کام دوسرا شخص بھی کرے اور ہر کام کرنے کے لئے ہر ایک کو موقع حاصل ہو اور ہر ایک اس کام کو کرے۔ یہ غلط تصور ہے جو درحقیقت مغربی تصورات سے ہمارے یہاں آگیا ہے۔ اسلام ہمیں جو سکھاتا ہے وہ یہ ہے کہ سب لوگوں کو مواقع تو یکساں حاصل ہیں وہ ہر کام کر سکتے ہیں لیکن ہر شخص کو اپنی صلاحیت کے مطابق اپنا دائرہ کار متعین کرنا چاہیئے آپ جانتے ہیں کہ دنیا میں تقسیم کار کا اصول ایک تسلیم شدہ اصول ہے ہر ایک شخص سے اسکی صلاحیت اور اس کی قابلیت کے مطابق کام لیا جائے چنانچہ انسانوں میں اللہ تعالےٰ نے بعض لوگوں کو ذہنی صلاحیتیں، دماغی صلاحیتیں زیادہ دی ہیں بعض لوگوں کو جسمانی صلاحیتیں زیادہ دی ہیں۔ بعض لوگ تعلیم میں بڑھے ہوتے ہیں، بعض لوگ فنی معاملات میں بڑھے ہوتے ہیں تو جو شخص جو کام زیادہ بہتر طریقے سے کر سکتا ہے اس کو وہی کام دیا جانا چاہیئے۔ یہ تقسیم کار مساوات کے خلاف نہیں ہے لیکن مساوات کے سلسلے میں مغربی نظریہ یہ ہے جو انگریزوں سے ہم نے سیکھا ہے کہ عورتوں اور مردوں کے درمیان بھی مساوات ہے، برابری ہے۔ بلاشبہ عورتوں اور مردوں کے درمیان برابری ہے لیکن برابری کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جو کام مرد کرتے ہیں وہی کام عورتیں کریں یا جو کام عورتیں کرتی ہیں وہی کام مرد کریں۔ اللہ تعالےٰ نے مردوں کے اندر جو صلاحیتیں رکھی ہیں وہ عورتوں میں نہیں ہیں جو عورتوں میں صلاحیتیں رکھی ہیں وہ مردوں میں نہیں ہیں۔ جو کام عورتیں کر سکتی ہیں وہ کام مرد نہیں کر سکتے۔ اور جو کام مرد کر سکتے ہیں وہ عورتیں نہیں کر سکتیں۔ لیکن بدقسمتی سے ہمیں یہ سمجھایا گیا ہے اور ہم طوطے کی طرح یہی بات رٹنے لگے ہیں کہ عورتیں بھی اسی طریقے سے میدان میں نکل کر کام کریں جیسے مرد کام کرتا ہے۔ اب عجیب بات یہ ہے کہ جو عورتوں کے فرائض

ہیں وہ تو مرد کبھی نہیں ادا کر سکتا، مرد نہ بچہ پیدا کر سکتا ہے، نہ اسے دودھ پلا سکتا ہے، نہ اس کی دیکھ بھال کر سکتا ہے، نہ اسکی پرورش کر سکتا ہے، یہ سب کام تو مرد کر نہیں سکتا۔ لیکن اس نے عورت کو یہ سبق پڑھایا کہ تم اپنے تمام فطری فرائض کے باوجود جو فطرت نے تم پر لاڈالے ہیں جی ہاں! ان فرائض کے باوجود میدان میں نکلو، مرد کے شانہ بشانہ کام کرو اور وہ تمام ذمہ داریاں جو مرد نے سنبھال رکھی ہیں انہیں بھی تم ادا کرو۔ درحقیقت اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ مساوات نہیں بلکہ عورت کے ساتھ ظلم ہے اور اسے کسی طریقے سے درست نہیں کہا سکتا کہ جو کام مرد کرتے ہیں وہی عورتیں کریں اور جو کام عورتیں کرتی ہیں وہی مرد کریں۔ جو اللہ تعالےٰ نے یا فطرت نے لوگوں کا دائرہ کار متعین کر دیا ہے اسی دائرہ کار کے لحاظ سے ان کے فرائض ہیں۔ اس چیز کو قرآن مجید نے اس طریقے پر کہا ہے کہ ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف یعنی عورتوں کو حقوق بھی ویسے دیئے گئے ہیں جیسے ان کے فرائض ہیں یہ نہیں ہے کہ جو فرائض ہیں وہ تو کچھ دوسری قسم کے ہیں اور حقوق کچھ دوسری قسم کے ہوں مغربی ذہن سے متاثر ہو کر ایک بڑا ضرب المثل جملہ ہے۔ کہ عورت اور مرد گاڑی کے دو پہیے ہیں حالانکہ یہ مثال بالکل غلط ہے کیونکہ عورت اور مرد اگر گاڑی کے دو پہیے ہیں تو گاڑی کہاں ہے ؟ اگر گاڑی کا مرد ایک پہیہ ہے اور عورت بھی پہیہ تو گاڑی کہاں ہے ؟ اس لئے یہ مثال ہی سرے سے غلط ہے۔ اور اس مثال سے تصوّر یہ پیدا کیا جاتا ہے کہ عورت کو بھی اس چکّر میں پھرنا ہے جس چکّر میں مرد پھرتا ہے اور مرد کو بھی وہی چکر مکمّل کرنا ہے جو عورت مکمل کرتی ہے۔ یہ بات بنیادی طور پر غلط ہے۔ قرآن مجید نے جو تشبیہ دی ہے وہ یہ ہے کہ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ۔ کہ عورتیں تمہارے لئے لباس ہیں اور تم عورتوں کے لئے لباس ہو۔ یعنی جس طرح لباس انسان کی کمزوریوں کو اس کی خامیوں کو چھپاتا ہے اس کی پردہ پوشی کرتا ہے، اس کو سردی اور گرمی کے اثرات سے بچاتا ہے اسی طریقے سے مردوں کا کام یہ ہے کہ وہ عورتوں کی کوتاہیوں کی تلافی کریں اور ان کی کمیوں کو پورا کریں اور عورتوں کا کام یہ ہے کہ وہ مردوں کی پردہ پوشی کریں۔

اوران کی کوتاہیوں اور کمیوں کو پورا کریں جو کام مرد نہیں کر سکتے ہیں وہ عورتیں انجام دیں۔ جو کام عورتیں نہیں کر سکتی ہیں وہ مرد کریں۔ یہ وہ صحیح تشبیہ ہے جو قرآن مجید نے دی ہے کہ عورتیں تمہارے لئے لباس ہیں اور تم عورتوں کے لئے لباس ہو۔ لیکن ہم یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ نہیں مساوات کا تقاضا یہ ہے کہ عورتیں وہی کام کرنے شروع کر دیں اور اسی میدان میں داخل ہو جائیں جس میدان میں مرد کام کرتے ہیں۔ یہ سب کچھ اسی غلط تصوّر کا نتیجہ ہے۔ اس دور کے ایک عالم نے بڑی دلچسپ بات کہی ہے کہ پہلے نظریہ یہ تھا کہ عورتیں گھر کے حالات کو سنبھالیں، ذرگھر کی دیکھ بھال کریں اور مرد باہر کے معاملات کو سنبھالیں اور باہر کی دیکھ بھال کریں۔ لیکن اب نظریہ یہ ہو گیا ہے کہ عورت اور مرد دونوں باہر کے فرائض کو سنبھالیں اور گھر کا کام بازار کے سپرد کر دیا جائے۔ بچے ہوں تو انہیں کسی بچوں کی تربیت گاہ میں بھیج دیا جائے۔ کھانا ہو تو یا اسے ہوٹلوں کے ذریعے حاصل کیا جائے یا خادموں اور خادماؤں سے کام نکالا جائے۔ بہرحال عورتیں گھروں کے کام سے بے نیاز ہو کر مردوں کے شانہ بشانہ باہر کام کریں۔ یہ تصوّر جو پیدا ہو گیا ہے یہ خالص مغربی تصوّر ہے اور ہماری یہ بدقسمتی ہے کہ ہم یہ سارے کام اب اسلام کا نام لے کر کرتے ہیں۔ نام ہم اسلام کا لیتے ہیں اور یہ سب کام اس طریقے پر کر رہے ہیں کہ جیسے یہ سب کچھ اسلامی تعلیمات کے عین مطابق ہے یہ سب سے زیادہ بڑی گمراہی ہے کہ آدمی کام غلط کرے اور پھر اس غلط کام کے لئے نام بھی اسلام کا لے۔ یہ تصوّرات ہمارے دین میں ہماری شریعت میں ہرگز نہیں ہیں اور اس کے نتیجے میں جو خرابیاں پیدا ہونگی وہ پورے معاشرے کو تباہ کر دینے والی ہونگی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وہ قوم کبھی فلاح نہیں پا سکتی جو اپنے معاملات عورتوں کے حوالے کر دے۔ اب ظاہر ہے کہ اگر ہم یہ کہتے ہیں کہ عورتوں کے بھی وہی فرائض ہیں اور وہی حقوق ہیں جو مردوں کے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ عورتیں بھی اس طریقے سے رہنمائی کے منصب پر یا ذمہ داری کے منصب پر یا حکومت کی ذمہ داریوں میں شریک ہو سکتی ہیں جیسے مرد ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ سراسر اسلامی تعلیمات کے خلاف بات ہے۔

عورتوں کے لئے ان کا دائرہ عمل یہ ہے کہ وہ اپنے گھر کو سنبھالیں جیساکہ قرآن مجید میں آیا ہے فالصالحات قانتات حافظات للغیب بماحفظ اللہ جو نیک عورتیں ہیں ان کا کام یہ ہے کہ وہ اپنے شوہروں کی فرمانبرداری کرنے والیو ہیں اور حافظات للغیب شوہر کے پس پشت اس کے گھر کی نگرانی کرنے والی ہیں بماحفظ اللہ جس طرح سے اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت ضروری ٹھہرائی ہے ۔ ان کا کام یہ ہے کہ بچوں کو وہ شفقت اور محبت کے ساتھ تربیت دیں ۔ ان کی وہ ابتدائی تربیت جو ماں اپنے بچوں کو دے سکتی ہے وہ اور کہیں نہیں مل سکتی ۔ وہ شفقت اور تربیت انہیں حاصل ہو وہ اپنے گھر کی دیکھ بھال کریں اور ایک ایسی نسل پروان چڑھائیں جو معاشرے کی صحیح خدمت کرسکے ۔ لیکن یہ عجیب وغریب تصور ہے کہ تقسیم کار کو نظر انداز کرکے جو قدرتی تقسیم کار خود اللہ تعالیٰ نے کی ہے اس کو فراموش کرکے کہا یہ جاتا ہے کہ جو کام عورتوں کا ہے وہی مردوں کا ہے ۔ جو مردوں کا ہے وہی عورتوں کا ہے ۔ اور اسے مساوات سمجھا جاتا ہے ۔ یہ بنیادی طور پر بالکل غلط تصور ہے چاہے اس تصور کو پیش کرنے والے کتنا ہی اسلام کا لیبل چڑھاکر اسے پیش کریں لیکن یہ اسلام کے مطابق نہیں ہے بلکہ مغربی تہذیب سے درآمد کیا ہوا ہے اور کسی طریقے سے اسلامی معاشرت اور تعلیمات کے مطابق نہیں ہے ۔

ہارڈویئر مشینری ورکشاپ ٹولز، گرائینڈنگ وہیل وائر روپ اینڈ مل سٹور مرچنٹ

ایس نظام الدین اینڈ کمپنی

۱۵۔ گراؤنڈ فلور۔ وزیر مینشن نکل روڈ۔ کراچی ۲، گھر کا فون: ۴۳۹۵۱۷

فون: ۲۳۰۲۰۸

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ
حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ
اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ وَاعْتَصِمُوْا
بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا

O ye who believe! Fear God as He should be feared, and die not except in a state of Islam. And hold fast, all together, by the Rope which God stretches out for you, and be not divided among yourselves.

pti

PREMIER TOBACCO INDUSTRIES LIMITED

بیگم نجم منور علی

پاکستانی عورت کیلئے لمحۂ فکریہ

بیگم نجم منور علی لیڈیز کلب ماڈل ٹاؤن کی صدر ہیں جہاں وہ ہر ہفتے درسِ قرآن دیتی ہیں۔ نیز گھر گرہستی کے کاموں کے ساتھ دینی و معاشرتی کاموں میں بھی حصہ لیتی ہیں۔ (ادارہ)

چند دنوں سے اخبارات میں خواتین نمائندگان کے تند و تیز بیانات شائع ہو رہے ہیں۔ خواتین کے دائرہ کار کے متعلق ایک عالم دین کے خیالات اس بحث و مباحثہ کا سبب بنے ہیں۔ اس معاملہ میں اشتعال انگیز جذباتی غم و غصہ کے بجائے ٹھنڈے دل سے سوچ بچار اور تحمل کی ضرورت ہے۔

اس سے قبل کہ ہم دیکھیں کہ کس نے کیا کہا اور کیوں کہا یہ حقیقت بڑی افسوسناک ہے کہ ملکی اخبارات و جرائد نے اس اہم موضوع کو صرف بحث برائے بحث کے انداز میں پیش کیا ہے۔ بعض نے ایسا گرما گرم چٹخارے دار مسئلہ بنا دیا ہے کہ خواتین کی متنازعہ فیہ حیثیت مذاق بن کر رہ گئی ہے۔ ایک صحافی بھائی نے اس سارے ہنگامہ سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ ہمارا معاشرہ تو اب مغرب پسند خواتین سے عبارت ہے اس بات کو سب سمجھ لیں اور برداشت کریں گویا معاشرے کا موجودہ رنگ ڈھنگ خواتینِ پاکستان کا مقسوم اور مقدر ٹھیرا..... چہ خوب! ایں گلِ دیگر شگفت ...... کیا انداز ہے اور کیا مستقبل کی روشن نشان دہی !!

ملک کی سنجیدہ اور معاملہ فہم خواتین اپنے سب بہن بھائیوں سے عرض کرتی ہیں کہ خدارا ملک کی آدھی آبادی کے ساتھ یہ مذاق اور رویہ بند کیجئے۔ اس حقیقت کو اچھی طرح جان لیجئے کہ خواتین پاکستان کے حقوق کی درجہ بندی اور دائرہ کار کے متعلق فیصلہ ایک اہم ملکی مسئلہ ہے۔ جس پر پاکستان کی آئندہ نسل کی بقا، سلامتی اور کارکردگی کا دارومدار ہے۔ ایسا قومی مسئلہ ہے جسے دیگر ملکی مسائل کی طرح گذشتہ تیس پینتیس سال سے نظر انداز کیا جاتا رہا ہے۔

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ مغربی انداز اور تہذیب عورت کے تحفظ اور سلامتی

وقتی ضرورت کے تحت عورت کو مناسب حال مختلف النوع فرائض تفویض کیئے۔ اسلام دینِ فطرت ہے اور اس میں اجتہادی دروازہ کبھی بند نہیں ہوا۔ صحابۂ کرام سے لے کر ائمہ اہل مسلک تک یہ سلسلہ خیر و برکت جاری رہا۔ ہماری قوم بھی آج کل ایک عبوری دور سے گذر رہی ہے۔ مغرب زدہ تعلیمیافتہ لڑکیوں اور عورتوں کا غول جو آج باہر نکل پڑا ہے اسے طعن و تشنیع اور زبردستی کی ڈانٹ سے واپس گھروں میں بند کرنا اتنا آسان کام نہیں! ہاں جوش اور جذبہ کی اس طاقت کو دائرہ کار میں مقید کر کے ملت کے جسد میں کہربائی لہر دوڑائی جا سکتی ہے تو کیا خوب ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ کامل غور و خوض کے ساتھ ملک کا سنجیدہ باشعور طبقہ اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین جو دینی بصیرت بھی رکھتی ہیں، ایک ایسا شعبہ کارکردگی قائم کریں جہاں علمائے دین کے مشورہ اور اجتہاد کی روشنی میں خواتین کے دائرہ کار کی حدود و قیود کا تعین کیا جا سکے۔ یہ جائزہ لیا جائے کہ وہ کون کون سے شعبہ جات ہیں جہاں مسلمان عورت اپنے گھر اور بچوں کی نگہداشت سے فراغت پائے ہوئے وقت میں تمام معاشرتی اور مذہبی قیود کے احترام کے ساتھ تعمیر ملت کا کام کر سکتی ہے۔ اس سلسلہ میں جناب ضیاء الحق صاحب صدر مملکت سے اپیل ہے کہ وہ ویمن ڈویژن کی توجہ اس طرف مبذول کرائیں۔ اسے حکم دیں کہ وہ ایک باقاعدہ ویمن یا ورکنگ قائم کرے۔ یہ کمیشن ملک میں تعلیم یافتہ اور ان پڑھ خواتین کا باقاعدہ سروے کر کے درجہ بندی کرے اور کام کرنے والی خواتین کے لئے ایک مجموعۂ قوانین یا کوڈ آف ایتھکس تشکیل دے جو ان امور کا تعین کرے کہ خواتین کے لئے بہ

(۱) میدان روزگار کیا کیا ہوں

(۲) لباس روزگار کیا کیا ہوں

(۳) مختلف اداروں میں اوقات روزگار کیا ہوں

نیز خواتین کے لئے ایک الگ ایمپلائمنٹ ایکسچینج قائم کیا جائے جس کی نگرانی تعلیم یافتہ باشعور عمر رسیدہ خواتین ہوں جو کام کرنے والی خواہشمند عورتوں کو ان کے اپنے علاقوں میں مخصوص حالات اور ضروریات کے تحت کام مہیا کریں اور قانونی اور اخلاقی تحفظ کا انتظام کریں۔ کوئی ادارہ یا شعبہ کسی عورت یا لڑکی کو بطور خاص خود کام پر نہ لگا سکے۔ اس طرح ضرورت مند بے سہارا عورتیں مردانہ دفاتر کے چکر کاٹتی عزت و حرمت کو داؤ پہ لگاتی نظر آئیں گی۔ اس کام کے لئے نئے دفاتر یا محکمہ قائم کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ خواتین کی زیر نگرانی

ہے کہ ہر شخص بگٹٹ بھاگ رہا ہے حصولِ زر میں بغیر سوچے سمجھے اور عورت ذات بھی گھسٹ رہی ہے۔ لشتم پشتم آزادی کے نام پر "کہ چلے چلو ابھی منزل نظر نہیں آتی" خواہ گھر ٹوٹے بچے برباد ہوں خود بدحال و خستہ تن ہو لیکن آزادی و معیارِ زندگی کا بول بالا رہے۔

صنفِ نازک کی اس تباہ حالی پر ایک مردِ حق شناس نے آواز بلند کی ہے اور یہ آواز بلند کرنے والا دینی شعائر کا پابند دینی بصیرت سے مالا مال ہے۔ اس حقیقت کو بھی طرح جان لینا چاہیئے کہ جو کچھ کہا ہے جن حالات کے تحت کہا ہے بالکل سچ کہا ہے۔ ہم سے نہ مانیں یہ ہمارا ذاتی فعل ہے لیکن ایک آفاقی سچائی کو ناممکن العمل بنانے کا حق ہمیں کس نے دیا ہے...... بے شک اللہ اور اس کے رسول کا حکم عورتوں کے لئے گھروں میں قرار پکڑنے کا ہے۔ گھر کی نگہداشت اور پرورش اولاد وہ فرض منصبی ہے جو ہر چیز پر مقدم ہے۔ جس سے نہ انکار کیا جا سکتا ہے نہ روگردانی۔ جو قومیں اس فرض اولیں سے کنارہ کش ہوئی ہیں ان کی تباہ حالت ساری دنیا کو نظر آگئی ہے اور ایک نئی عجیب صورتِ حال یہ سامنے آرہی ہے کہ امریکہ جیسے آزاد منش معاشرے میں اب دوبارہ گھر اور بچہ کو اہمیت دینے کی آوازیں بلند ہونا شروع ہو گئی ہیں۔ عدو شرے برانگیزد کہ خیر ما دراں باشد کے مصداق ہمارے ملک میں اس تمام شور و غوغا کا یہ نتیجہ نکلا ہے کہ آج پاکستانی عورت کو اپنی حیثیت و حالت کو پرکھنے اور سمجھنے کی ضرورت کا احساس بیدار ہوا ہے۔ موضوعِ گفتگو آج کی مغرب زدہ دینی علوم سے ناآشنا عریانی پسند دولت کے نشہ میں چور شترِ بے مہار عورت نہیں بلکہ وہ سمجھدار مدبرہ موجودہ علوم دنیاوی اور دینی سے آراستہ خوفِ خدا رکھنے والی مشرقی گھریلو عورت ہے جو اپنی اہلیت و مہارت کو گھر اور بچہ کی پرورش کے ساتھ قوم اور ملک کی فلاح و بہبود میں بھی صرف کرنا چاہتی ہے۔ لیکن جس طرح مسلمان مرد جنگل کا جانور نہیں کہ ہر چارے پر منہ مارتا پھرے اسی طرح مسلمان عورت بھی کچھ مذہبی و اخلاقی قیود اور معاشرتی حدود رکھتی ہے۔ اس کا دائرہ عمل اور دائرۂ کار دیگر خواتین عالم سے یکسر مختلف ہے۔ میں ان حیات افزا اور حیات آرا حقوق کے طفیل جو محسنِ انسانیت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے عالم نسواں کو عطا کئے ہیں، یہ کہنے کی جسارت کروں گی میرے آقا سرکار دو عالم نے تو عورت کی کارکردگی کو وہ خراجِ تحسین بخشا ہے کہ حکم ہوا فلاں صحابی کا علاج فلاں صحابیہ اسپیشلسٹ ڈاکٹر کی دوا سے ممکن ہے۔ پھر گھر کی نگہداشت، بچوں کی پرورش، تعلیم، حقوق ملکیت، تعلقات زن و شوہر ہر جگہ عورت کے حقوق اور جذبات کا خیال رکھا ناگزیر

میں ناکام ثابت ہوئی ہیں۔ عورت مغرب میں جن ذلت آمیز، ہلاکت خیز اور تباہ کن حالات سے گذر رہی ہے وہ روح فرسا اور صبر آزما ہیں حقیقت یہ ہے کہ آج عریانی، بیحیائی اور فحاشی نے وہ رنگ اختیار کیا ہے کہ ہر حساس قلب و نظر مضطرب و پریشان ہے۔ مادہ پرست دنیا کی رنگینیاں اور رعنائیاں دامن دل کو کھینچنے کے 'کرشمہ' جا اینجا است' کہہ کر دکھا رہی ہیں۔ صرف اپنے حقوق کی پاسداری لیکن فرائض سے کوتاہی کی بدولت آزادی اور خود مختاری کی خرمستیاں عقل و خرد سے بیگانہ کئے دیتی ہیں۔ ذلت و خواری کی ہر حالت بام ترقی...... عروج بلکہ انتہائی عروج پر نظر آتی ہے۔ عورت کو نام نہاد ترقی کے بانس پر چڑھا کر تماشبین عیاش بھیڑیئے دندان آز تیز کئے تالیاں بجا رہے ہیں اور وہ خلاصوت تیتری بانس کے بلند ترین سرے پر پھرکی کی طرح نچائی جا رہی ہے۔ بدنصیب جب جی جان سے گذر جانے والی حالت میں نڈھال ہو کر اس غول وحوشاں میں آگرے گی تو آوازہ بلند ہوگا...... قدم بہ قدم .... شانہ بہ شانہ...... ہل من مزید !! تفو بَر تو اے چرخ گرداں تفو .... دنیا بھر میں آزادیٔ نسواں کا مفہوم نہ جانے کیوں یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ عورت ہر قسم کے بناؤ سنگھار سے آراستہ زیادہ سے زیادہ جسمانی عریانی کیساتھ مردوں کو نظارۂ جمال کی دعوت دیتی پھرے اور مرد و زن بلاکسی معاشرتی و اخلاقی قیود کے ہر کام ہر جگہ شانہ بہ شانہ کرنے لگیں۔ حالانکہ یہ بات بیشتر حالات میں ناممکن العمل اور بیشمار خرابیوں کی جڑ بنیاد ہے۔ یہ درست ہے کہ معاشی انحطاط کے اس دور میں اچھے اچھوں کے قدم ڈگمگا گئے ہیں۔ کہیں کسی جگہ ناگزیر حالات کی بنا پر یہ معاشی ضرورت بھی ہے کہ عورتیں روپیہ کمائیں۔ لیکن اس صورت حال کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ اکثر جگہ مسئلہ صرف چولہا نان و نمک کا نہیں ہے بلکہ ...... طلب زر ...... اپنی ذمہ داریوں سے گریز ...... اور سامان عیش و عشرت کی روز افزوں ہوس کا ہے۔ جسے ہر فرد و بشر اعلیٰ معیار زندگی کے نام سے اپنا رہا ہے۔ اس تصور نے قناعت، صبر و شکر، سلیقہ مندی، سگھڑاپہ سب بالائے طاق رکھ دیا ہے۔ یہ کہاوت بھولی بسری ہوئی کہ "بیوی نیک بخت تو دمڑی کی دال تین وقت" اب نہ دمڑی کی دال ہے نہ بیویاں ایسی نیک بخت رہیں۔ اب تو ہر مرد و زن سمیت یہ پیٹ کم بخت کڑھائی گوشت چرغہ مانگتا ہے۔ ہر تن سلک و فلیٹ سے کم زیب تن کرنے کو تیار نہیں تو اکیلا چنا کہاں تک بھاڑ پھوڑے اور دنیا جہنم زار بنالے یعنی

چلنے والی تمام سماجی و فلاحی ادارے معاشرتی بہبود کے سرکاری دفاتر خاندانی منصوبہ بندی کے زنانہ مراکز، اسکول کالج کے فلاحی شعبہ و کونسلر خواتین مثبت کردار ادا کر سکتی ہیں۔ تمام ملک کی خواتین کی درجہ بندی اور صلاحیت کار کا اندراج اتنا زبردست اور مفید کام ہے کہ ان ساری آزادیٔ نسواں کی علمبردار مغربی تہذیب کا شکار صرف تفریح و عیش پسندی کے نام پر گھومنے پھرنے کی آزادی اختیار کرنے والی خواتین کو اس کام پر لگا دیا جائے تو سر اٹھانے کی فرصت نہ ملے گی۔

ڈاکٹر صاحب نے عورتوں کی کارکردگی کے دو شعبہ جات گنوائے ہیں۔ حالانکہ سچ پوچھئے تو ان دونوں شعبوں میں بھی عورت آزاد نہیں اور مرد کے شر و فساد سے یہاں بھی غیر محفوظ ہے۔ کالجوں سکولوں ایجوکیشن بورڈ کے دفاتر میں فیسوں تنخواہوں اور وظائف کے کرتا دھرتا مرد افسروں اور کلرکوں نے خواتین اور لڑکیوں کو اس قدر پریشان کر رکھا ہے کہ وہ پناہ مانگ چکی ہیں۔ اسی طرح ہسپتالوں میں نرسوں کے کاموں میں مرد ڈاکٹروں اور میل نرسوں کی بے جا مداخلت اور بد اخلاقیوں نے روح فرسا واقعات کو جنم دیا ہے۔ کم از کم ان محفوظ ترین شعبہ جات میں تو عورت کو آزادیٔ کار سے نوازا جائے۔ عورت تعلیم، عقل و فہم و کارکردگی میں اعلیٰ ترین معیار کا مظاہرہ کر سکتی ہے تو کیا وجہ ہے کہ مندرجہ ذیل شعبہ ہائے کارکردگی کلی طور پر اس کی تحویل میں نہ دے دیئے جائیں اور قوم کے مرد و لڑکے زیادہ محنت طلب زیادہ مشکل اور زیادہ اثر پذیر شعبوں میں اپنی صلاحیت بروئے کار لاتے ہوئے تعمیر ملت میں مثبت کردار ادا کریں۔ شعبہ تعلیم و صحت کے علاوہ مندرجہ ذیل شعبہ جات خواتین کے لئے مخصوص کئے جا سکتے ہیں۔

(۱) انڈسٹریل ہوم اور کپڑوں کی سلائی کٹائی کے تمام بڑے مراکز جو ملکی اور بیرونی تجارت کا کام کرتے ہیں۔

(۲) غذائی اشیاء تیار کرنے ڈبوں میں سیل بند کرنے۔ شربت مربہ جات، تمام مصالحہ جات کی تیاری اور پیکنگ

(۳) دواؤں کی تیاری و پیکنگ

(۴) گھریلو استعمال کی مصنوعات، خواتین کے سنگھار کی تمام اشیاء کی تیاری و پیکنگ

(۵) کپڑے کے کارخانوں کے لئے ڈیزائننگ اور رنگ آمیزی۔

(۶) بجلی اور الیکٹرونکس کے تمام نازک پرزہ جات کی تیاری
(۷) کاٹیج انڈسٹری کے تمام آسان شعبہ جات

ان کے علاوہ بھی لاتعداد شعبہ ہائے کارکردگی ایسے ہیں جہاں آج بھی مجبور بیکس ضرورت مند خواتین کام کر رہی ہیں جبکہ انہیں کوئی معاشی اور قانونی تحفظ حاصل نہیں ہے۔ اگر ایک طرف آزاد منش مغرب زدہ عورت تباہی اور بربادی کا شکار ہے تو دوسری طرف نچلے طبقہ کی ان پڑھ بے بس مظلوم عورت جاہل اور ظالم مردوں کی وحشت و بربریت کا شکار ہے۔ اور جلائے جاتے، قید رکھنے، قتل اغواء اور لرزہ خیز واقعات کا نشانہ بن رہی ہے۔ آج عورت کو قانونی تحفظ کی بھی اشد ضرورت ہے۔ خواتین یونیورسٹی میں ایک شعبہ قانون بھی خواتین کے لئے بنایا جانا چاہیئے۔ تاکہ بربریت اور ظلم کا شکار نیز عائلی قوانین کی زد میں آئی مظلوم عورت کی دادرسی ایک قانونی پیچیدگیوں سے واقفیت کلی رکھنے والی خاتون وکیل بخوبی کر سکے۔ ملکی عدالتوں میں صرف عورتوں کے مقدمات کے لئے خاص دن مقرر کیا جائے۔ اور مظلوم عورتوں کی انصاف تک بآسانی رسائی کا بندوبست بھی کیا جائے آج دینی و دنیاوی عقل و فہم رکھنے والے افراد کا فرض اولین ہے کہ موجودہ نسل کو ماں بیٹی، بہن کا احترام و حقوق بتائیں۔ قوم کے مرد حضرات کو یہ بات ذہن نشین کرانے کی ضرورت ہے کہ عورت کے احترام و تقدس کو برقرار رکھنا ایک اعلیٰ و پاکیزہ سوسائٹی کی بنیاد ہے۔ قوم کی ہر عورت ماں بہن اور بیٹی ہوتی ہے۔ چوتھا درجہ حقوق کا صرف اور صرف اس منکوحہ کے ساتھ قائم ہو سکتا ہے جو دین و مذہب کے مروجہ قوانین کے تحت آپ کی سپردگی میں دی گئی ہے۔ آج ملک کی اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین جو معزز، مدبرہ، عمر رسیدہ نہ صرف اندرون بلکہ بیرون ملک بھی تجربات اور مشاہدات رکھتی ہیں اور قوم کی بیٹیوں کی تعلیم و تربیت میں عمر گذار چکی ہیں، خواتین کے تمام مراکز اور اداروں کی سرپرستی قبول فرمائیں اور سربراہی کرتے ہوئے ایسی مثبت اور فعال ٹیم پیدا کر دیں جو آئندہ ہر کام کا بوجھ اٹھا سکے۔
آج پاکستان کی عورت کو اپنا معیار حیات، طرز زندگی اور دائرہ کار اس طرح بنانا ہے کہ نہ صرف اسلامی دنیا بلکہ تمام اقوام عالم کے لئے مثالی نمونہ قائم ہو سکے۔ مومن خود وقت کے گھوڑے کا شہسوار ہے۔ لگام اس کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ باگ وہ خود موڑتا ہے۔ آج ہمیں مغرب کی کورانہ تقلید کی ضرورت نہیں۔ نہ ہم مغربی اقدار کے سیلاب میں بہہ جانے کے لئے تیار ہیں

حسنِ انتخاب

ماہنامہ 'میثاق' میں ہم حسنِ انتخاب کے عنوان سے 'پردہ' کے مسئلہ پر ملّت کے نامور علماءِ دین اور مفکّرین کی تالیفات سے اقتباسات کا سلسلہ شروع کر رہے ہیں۔ چنانچہ اس سلسلے کا پہلا مضمون پیشِ خدمت ہے (ادارہ)

میدانِ عمل میں
اختلاطِ مردوزن کے خطرناک نتائج

سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن باز (سعودی عرب)
کے مضمون سے چند اقتباسات

"میدان عمل میں مرد و زن کے شانہ بشانہ چلنے کی یہ دلیل پیش کی جاتی ہے کہ موجودہ دور کی ترقی کی تہذیب و تمدن اس کا تقاضا کرتی ہے۔ اور معاشی و اقتصادی ترقی اس کے بغیر ممکن ہی نہیں۔ اُن شرعی دلائل سے قطع نظر جن میں عورت کو گھر کی چار دیواری میں رہنے اور اپنے مخصوص اعمال سر انجام دینے کی تلقین کی گئی ہے۔ اگر معاشرے میں اختلاط مرد وزن کی بناء پر معرض وجود میں آنے والی تباہ کاریوں کا جائزہ لیں تو حیران رہ جائیں گے۔ کہ اس سے کسقدر خطرناک نتائج برآمد ہو رہے ہیں ـــ"

"جو شخص اختلاط مرد وزن سے جنم لینے والی بُرائیوں کا اندازہ لگانا چاہے تو وہ ان معاشروں پر نظر دوڑائے جہاں وبا پوری طرح پھیل چکی ہے۔ اگر وہ انصاف کی نگاہ سے بغور جائزہ لے تو اسے معاشرتی ڈھانچہ گرتا ہوا نظر آئے گا۔ اور اس معاشرے میں عورت اپنے خاندان اور گھر سے بیزار نظر آئے گی۔ دُنیا کے بیشتر مفکّرین نے اپنی آراء کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ اجنبی مرد و زن کے اختلاط سے معاشرے کی بنیادیں کھوکھلی ہو جاتی ہیں۔"

"اسلامی شریعت میں اجنبی عورت سے خلوت، دزدیدہ نگاہی، اور بدکاری و بے حیائی کی دلدل میں پھنسانے والے جملہ اسباب و وسائل کو حرام قرار دیا ہے۔ کیونکہ اس سے ایسی برائیاں جنم لیتی ہیں جن سے معاشرے کو ناقابل تلافی نقصان پہنچتا ہے ــ عورت کو اس کے گھر سے نکالنا جو کہ اس کی چھوٹی سی ریاست ہے۔ صریحاً اس پر ظلم ہے اور اس کی طبیعت اور جبلت کے بالکل منافی ہے۔"

مردوں کے لئے مخصوص میدان عمل میں عورت کا شریک ہونا اسلامی معاشرے کے لئے انتہائی خطرناک ہے۔ اختلاط مرد و زن سے بدکاری و بے حیائی کو فروغ ملتا ہے۔ جس سے اخلاقی قدریں بالکل ختم ہو کر رہ جاتی ہیں۔

"یہ بات ہر ایک جانتا ہے کہ اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ نے عورت میں مخصوص نوعیت کی صلاحیتیں پیدا کی ہیں جو کہ مردوں میں نہیں پائی جاتیں۔ اس کی جبلت میں یہ چیز ودیعت کر دی گئی ہے کہ وہ گھر کی چار دیواری میں ہی مناسب خدمات سرانجام دے۔ یا پھر اپنی ہی جنس میں چند ایک فرائض خوش اسلوبی سے ادا کر سکے۔"

"عورت کو مردوں کے شانہ بشانہ چلانا اس کی فطرت کے بالکل منافی ہے۔ اس پر صریحاً ظلم ہے اور اس کی شخصیت و نسوانی عظمت کو خاک میں ملانے کا باعث بنتا ہے۔ اس کے اثرات نئی پود پر پڑتے ہیں۔ ایسی صورت حال میں نونہالان قوم ماں کی شفقت و تربیت اور مناسب دیکھ بھال سے محروم ہو جاتے ہیں۔ بچے کی مناسب دیکھ بھال صرف ماں ہی کر سکتی ہے۔ جو کہ موجودہ دور میں اپنے فرائض سے دست بردار ہوتی نظر آ رہی ہے۔

ایسی صورت حال میں عورت کے لئے ممکن ہی نہیں کہ وہ اطمینان قلب یا راحت و سکون محسوس کر سکے۔ اگر میری باتوں کا یقین نہ آئے تو اس معاشرے کو دیکھ لیا جائے جس پر یہ لعنت مسلط ہو چکی ہے۔ وہاں سے آپ کو میری باتوں کی تصدیق ہو جائے گی۔ یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لیجئے کہ اسلام نے میاں بیوی دونوں کے لئے الگ الگ فرائض مقرر کئے ہیں۔ تاکہ اپنا اپنا فرض پورا کر کے گھریلو زندگی کو خوشگوار بنا سکیں۔

اسلامی معاشرہ میں مرد، نان و نفقہ، رہائش اور لباس کا انتظام کرتا ہے۔ اور عورت شفقت اور محبت بھرے جذبات کے ساتھ اولاد کی تربیت کرتی ہے۔ اور گھریلو زندگی کو خوشگوار بنانے کے لئے خاوند کی خدمت بجا لاتی ہے۔ اور اسی طرح بچوں کی ابتدائی تعلیم اور علاج معالجہ کا خوب خیال رکھتی ہے۔"

"اگر عورت اپنے گھریلو فرائض ترک کر دے تو گھر کا نظام بگڑ جائے گا۔ پھر خاندان اور معاشرہ شکل و صورت کے اعتبار سے تو نظر آئے گا لیکن حقیقی اور معنوی اعتبار سے کھوکھلا ہو جائے گا"

اسلامی شریعت میں عورت کو گھر سے باہر زیب و زینت کا اظہار کرنے سے منع فرمایا ہے اور اسی طرح ایک جگہ پر سیر و سیاحت، تعلیم یا خرید و فروخت کے لئے اجنبی مرد و زن کے اختلاط پہ پابندی عائد کر دی گئی ہے۔

عورت کا خودسر ہو کر گھر سے نکلنا اور آزادی کے ساتھ اجنبی مردوں سے میل جول، اسے خطرناک راہ پر ڈال دیتا ہے۔ اور وہ اپنے اس طرز عمل سے بے حیائی کی اس دلدل میں پھنس جاتی ہے جس سے اسلام اسے نکالنا چاہتا ہے۔

"کتاب و سُنّت میں اجنبی مرد و زن کے اختلاط اور ان تمام وسائل کو ناجائز قرار دیا گیا ہے جو عورت کی رسوائی کا باعث بنتے ہیں اور اُن اخلاقی قدروں کو اُجاگر کیا گیا ہے جو عورت کو بلند مقام عطا کرتے ہیں۔

عورتوں کا اپنے گھر ٹھہرے رہنا ہی ان کی عزّت و عصمت کی حفاظت کا ضامن ہے۔ عورت اگر اپنے آپ کو ان احکامات کی پابند بنا لے تو اسے سکون نصیب ہوگا اور ہر قسم کے شر و فساد سے محفوظ رہے گی۔ کیونکہ بلاوجہ گھر سے نکلنا اور زیب و زینت کا اظہار کرنا معاشرے میں شر و فساد کا باعث بنتا ہے۔"

"آپ خود ہی بتلایئے کہ کیا میدان عمل میں اجنبی مرد و زن کا اختلاط، ملازمت کے حصول کے لئے عورت کا در بدر کی خاک چھاننے اور اپنی نسوانیت سے بیزاری ظاہر کرنے سے کوئی شرم و حیاء کی رمق باقی رہ جاتی ہے۔ یا پھر اجنبی

مرد و زن کے ایک ساتھ مصروفِ کار رہنے کے بعد ان دونوں کے درمیان کوئی اخلاقی دیوار حائل کی جا سکتی ہے؟"

"یہ بات تو ہر ایک کو معلوم ہے کہ بدکاری سے بچنا اسی صورت میں ممکن ہو سکتا ہے کہ ان تمام وسائل و اسباب سے کنارہ کشی اختیار کی جائے جو بدکاری و بے حیائی کا باعث بنتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ نظر بازی اور اجنبی مرد و زن کا میل جول بدکاری کی طرف دھکیلنے کا سب سے بڑا سبب ہے۔ ایک بندہ مومن کے لئے محال ہے کہ وہ کسی اجنبی عورت سے مل کر کوئی کام سرانجام دے اور اسی طرح کوئی مومنہ عورت یہ سوچ بھی نہیں سکتی کہ اسے میدان عمل میں اجنبی مردوں کے ساتھ لا کھڑا کر دیا جائے۔ اجنبی مرد و زن کا اختلاط ہی تو وہ بُرا عمل ہے جس سے دیگر بُرائیاں جنم لیتی ہیں۔ اگر ایک عورت اجنبی مرد سے مل کر کوئی کام سرانجام دیتی ہو تو وہ اپنی نگاہیں نیچی کیسے رکھ سکتی ہے کیونکہ اکثر اوقات تو اسے پہلو بہ پہلو بیٹھنا پڑتا ہے۔"

تہذیب نو کے دلدادہ حضرات کی طرف سے یہ دلیل پیش کی جاتی ہے کہ عورت کو مساوی حقوق حاصل ہونے چاہئیں اور مردوں کے شانہ بشانہ چلنا اس کا بنیادی حق ہے۔ لیکن ہم انہیں آگاہ کرنا چاہتے ہیں کہ اسلام ان تمام وسائل و ذرائع پر پابندی عائد کرتا ہے جو انسان کو حرام کاری کی طرف لے جاتے ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ نے مسلمان عورت پر یہ پابندی بھی عائد کر دی کہ وہ کسی اجنبی مرد سے سوز و گداز کے لہجے میں بات نہیں کر سکتی۔ ایسا لہجہ اختیار کرنا اس کے لئے ممنوع ہے جس سے بدقماش اور بدفطرت شخص کوئی غلط اندازہ لگا سکے۔ یہ ظاہر بات ہے کہ جب ایک عورت اجنبی مرد کی شریک کار ہوگی تو لازماً وہ دونوں دوران عمل ایک دوسرے سے محو گفتگو بھی ہوں گے۔ بایں صورت ان کی گفتگو میں لطافت اور گداز بھی ہوگا۔ عشوہ گری اور ناز برداری بھی ہوگی اور شیطان انہیں سبز باغ بھی دکھائے گا۔ اور ان کے سفلی جذبات و احساسات پر مسلط ہو کر انہیں بدکاری و بے حیائی کی ترغیب بھی دے گا۔ یہاں تک کہ وہ شیطان کے حملوں کا شکار ہو جائیں گے۔"

آپ یہ بات ذہن نشین کر لیں کہ اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ نے مسلمان عورت کو جو پردے کا حکم دیا ہے۔ اس سے مرد و زن کے دل پاکیزہ رہتے ہیں اور تہمت کے تمام راستے مسدود ہو جاتے ہیں۔ چہرے اور جسم حجاب کے بعد عورت کے لئے بہترین حجاب اس کا اپنا گھر ہے۔ اسلام نے مسلمان عورت کو اجنبی مرد سے اختلاط اور میل ملاپ رکھنے کو حرام قرار دیدیا ہے تاکہ اس کی ذات ہر قسم کے فتنے سے محفوظ رہے۔ اسلام نے عورت کو گھر میں اطمینان سے رہنے کا حکم دیا ہے۔ اگر وہ گھر سے باہر کسی اہم ضرورت کے پیش نظر جانا چاہتی ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ شرعی آداب کو ملحوظ خاطر رکھے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں عورت کے گھر میں ٹھہرے رہنے کو لفظ قرار سے بیان کیا ہے۔ اس لفظ میں قلبی راحت و اطمینان اور انشراحِ صدر کے معانی پائے جاتے ہیں۔ جب بھی عورت اس قرار سے دست بردار ہو گی وہ لازماً بے چینی، قلبی اضطراب کی شکار ہو گی اور اسے ایسے واقعات کا سامنا کرنا پڑے گا جس سے اس کی عصمت اور ناموس پر حرف آئے گا۔ اسلام نے ہر مسلمان مرد پر یہ پابندی عائد کی ہے کہ وہ کسی بھی اجنبی عورت کے ساتھ علیحدگی میں بات چیت نہیں کر سکتا اور نہ ہی کوئی عورت بغیر محرم کے سفر پر روانہ ہو سکتی ہے۔ یہ پابندی محض گناہ کے دروازے کو بند کرنے کے لئے لگائی گئی ہے اور معاشرتی فتنہ و فساد کا سد باب اور شیطانی تدابیر سے بچاؤ صرف اسی صورت میں ممکن ہے۔"

آزادئ نسواں کے علم بردار یہ دلیل بھی پیش کرتے ہیں کہ عہدِ رسالت میں بعض غزوات میں مسلمان عورتوں نے بھی شرکت کی۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ عورت کا مرد کے شانہ بشانہ کام کرنا ہر دور میں وقت کا اہم ترین تقاضا رہا ہے۔ ان عقل کے اندھوں کو یہ علم نہیں کہ وہ عورتیں تو اپنے محرموں کی زیر نگرانی غزوات میں شریک ہوتی تھیں۔ موجودہ دور میں جو عورت ملازمت وغیرہ کے لئے گھر سے باہر جاتی ہے وہ عہدِ رسالت میں پیش آنے والے واقعات سے قطعی مختلف ہے اس پر اسے قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ اور آج تک سلف صالحین میں سے کسی نے بھی آزادئ نسواں کے سلسلہ میں عہد رسالت کے غزوات میں عورتوں کی شرکت کو بطور دلیل پیش نہیں کیا۔ حالانکہ وہ نصوص شرعیہ کے متعلق زیادہ واقفیت رکھتے تھے۔

کیا آج آزادیٔ نسواں کا عَلَم بلند کرنے والوں کو نصوص شرعیہ سے متعلق سلف صالحین سے بڑھ کر بصیرت حاصل ہو چکی ہے کہ وہ اس بات کا پرچار کرتے پھرتے ہیں کہ عورت کا ہر میدان میں مردوں کے شانہ بشانہ چلنا وقت کا اہم ترین تقاضا ہے اور اسلام اس پر کوئی قدغن نہیں لگاتا۔ جب ہم اسلامی فتوحات اور غزوات کا تاریخی جائزہ لیتے ہیں تو وہاں ایک بھی واقعہ ایسا نہیں ملتا کہ عورت سپاہی کا کردار ادا کرتے ہوئے باقاعدہ تلوار پکڑ کر میدان جنگ میں اتری ہو۔ اسلام اس کی کیسے اجازت دے سکتا ہے؟ کیونکہ یہ صورت حال لشکر کے اخلاق بگاڑنے کا ذریعہ بنتی ہے۔ اس لئے کہ مردوں کی طبیعت ہی ایسی بنائی گئی ہے کہ اس میں اُنس، طبعی میلان اور استراحت ودیعت کر دی گئی ہے۔ لہذا شرعی نقطۂ نگاہ سے فتنے کے دروازے کو بند کرنا مستقبل میں پشیمانی و ندامت اٹھانے سے کہیں بہتر ہے۔

"آپ اگر بغور دین کا، مطالعہ کریں تو آپ کو یہ بات بخوبی سمجھ میں آجائے گی کہ اسلام نیکیوں کو اپنانے اور برائیوں کو دفع کرنے پر زور دیتا ہے اور ان تمام راستوں کو مسدود کرتا ہے جو برائیوں کی طرف لے جانے کا ذریعہ بنتے ہوں۔ یہ بات تو بالکل واضح ہے کہ میدانِ عمل میں عورت کا مرد کے شانہ بشانہ چلنا قومی انحطاط اور معاشرتی خرابیوں کا باعث بنتا ہے۔ تاریخی اعتبار سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ قدیم روم و یونان کی تہذیب و تمدن میں انحطاط کا باعث یہی چیز بنی کہ عورت اپنی مخصوص جولان گاہ یعنی گھر کی چار دیواری سے نکل کر مردوں کے شانہ بشانہ چلنے لگی جس سے اخلاق بگڑے اور قوم کی مادی و معنوی ترقی ختم ہو رہ گئی۔ ویسے بھی اگر آپ غور فرمائیں تو آپ اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ عورت کا گھر سے باہر مصروف کار ہونا مردوں کی بے کاری، قومی نقصان، اخلاقی بے راہ روی اور خاندانی وجاہت کے خاتمے کا باعث بنتا ہے۔"

"اسلام عورت کو اس بات کی تلقین کرتا ہے کہ وہ ہر اس عمل سے دور رہے جو اس کی طبیعت کے بالکل منافی ہے۔ مثلاً کاروبارِ حکومت چلانا، قاضی کے فرائض سرانجام دینا، پبلک ڈیلنگ کے کسی عہدہ پر فائز ہونا طبعًا اس کے فرائض میں شامل نہیں ہے۔ اگر وہ ان امور کی طرف توجہ دے گی تو لازمًا اس کو ان امور

سے کنارہ کش ہونا پڑیگا جو اسکی اصل ذمہ داری ہے اس سے لازمی طور پر معاشرتی نظام میں بگاڑ پیدا ہوگا۔ رسُول اکرمؐ نے فرمایا " لَن یُّفلِحَ قَومٌ وَلَّوْا اَمرَھُم اِمرَءَۃً " (بخاری) وہ قوم ہرگز کامیاب نہیں ہوسکتی جو اپنی سربراہ کسی عورت کو بنائے۔ اگر عورت کے لئے یہ دروازہ کھول دیا جائے کہ وہ ہر میدانِ عمل میں مردوں کے ساتھ مصروف کار ہوسکتی ہے تو اسے قطعاً وہ اطمینان اور سعادت نصیب نہیں ہوسکتی جو اسلام اسے دینا چاہتا ہے۔ اسلام اس بات پر پابندی عائد کرتا ہے۔ کہ کوئی عورت اپنے گھر کو چھوڑکر باہر مصروفِ عمل ہو۔ تجربے سے یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ عورت اور مرد طبیعت کے اعتبار سے مساوی نہیں۔ جن ممالک میں مخلوط نظام رائج ہے۔ وہاں اس نظام کے بھیانک پہلو ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں۔ اور یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ عورت فطرتی اعتبار سے ان مردانہ فرائض کی متحمل نہیں ہوسکتی جو اس کے ناتواں کندھوں پر لاد دیئے گئے ہیں۔ جو لوگ آزادیٔ نسواں کے علم بردار ہیں وہ آزادی کے سُہانے خواب دکھلاکر مسلم ممالک میں بھی عورت کو گھر کی چار دیواری سے باہر نکالنے کی فکر میں ہیں۔ اور وہ یہ چاہتے ہیں کہ معاشرے میں اخلاقی بے راہ روی پیدا ہو اور انسانی معاشرہ بُرائیوں کا گہوارہ بن جائے۔

" مذکورہ بالا بحث میں ہم نے شرعی دلائل یا ایسے واقعاتی حقائق کا تذکرہ کیا ہے جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ عورت کا مرد کے شانہ لبشانہ میدانِ عمل میں شریک کار ہونا شرعاً اور اخلاقاً ناجائز ہے۔ حق کے متلاشی کے لئے تو اتنے ہی دلائل کافی ہیں۔ لیکن بعض لوگ شرق و غرب کے محققین اور معروف شخصیات کے نظریات سے کچھ زیادہ ہی متاثر نظر آتے ہیں۔ اور وہ انہیں کتاب و سُنّت اور مسلمان فقہاء و علماء سے زیادہ ترجیح اور اہمیت دیتے ہیں۔ ان کی تسلی و تشفی کے لئے ہم بعض معروف مستشرقین اور یورپین مفکرین کی رائے نقل کرتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ بھی اختلاط مرد و زن سے پیدا شدہ معاشرتی نقصانات کے سلسلہ میں ہمارے ہمنوا ہیں "

غیر مسلم مفکرین کی آراء

صاحبِ مضمون، شیخ عبدالعزیز بن بازؒ نے اپنے مضمون میں اس موضوع کے بارے میں بعض غیر مسلم مفکرین کی آراء کو بھی نقل کیا ہے۔ مضمون کا یہ حصہ بھی مطالعے کے لئے پیش ہے۔

ایک انگریز آتھر، لیڈی لوک کہتی ہے:

مرد و زن کا آزادانہ میل جول مرد کی تالیفِ قلبی کا باعث تو بنتا ہے لیکن عورت کو خلافِ فطرت زندگی بسر کرنے پر مجبور کرتا ہے۔ جس قدر معاشرے میں اجنبی مرد و زن کا اختلاط ہوگا، اسی نسبت سے زنا کی اولاد عام ہوگی۔ یہ مخلوط نظام موجودہ دور کی بلاءِ عظیم اور مصیبت کبریٰ ہے۔ آخر میں وہ کہتی ہیں کہ عورت کو اجنبی مردوں سے دُور رہنے کی تعلیم دو، اور اُسے یہ بات بتا دو کہ یہ آزادی تجھے بالآخر لے ڈوبے گی۔

ایک جرمن مفکر، شوپنہور کہتا ہے:

ہمارے معاشرے میں یہ ایک بہت بڑا خلل اور نقص پایا جاتا ہے کہ یہاں عورت مرد کے شانہ بشانہ شریکِ کار ہے۔ جس سے انسانی شرافت و وجاہت جاتی رہی اور عورت کو اپنی من مانی کرنے کی آسانی ہوگئی جس سے ہماری تہذیب و تمدن میں بگاڑ پیدا ہوگیا۔

لارڈ بیرون کہتا ہے:۔

اگر تم اس بات پر غور و فکر کرو کہ قدیم یونان کی تہذیب و تمدن کے انحطاط میں کس چیز کا گہرا دخل ہے تو آپ کو یہی بات نظر آئے گی کہ وہاں عورت کو خلافِ فطرت آزادی دی گئی تھی اور وہ کلیۃً گھریلو ذمہ داریوں سے کنارہ کش ہوگئی تھی اور اس نے آزادانہ طور پر اجنبی مردوں سے میل جول شروع کر دیا تھا۔

ایک انگریز مفکر سامویل سمایلس کہتا ہے:۔

جس نظام میں یہ بات لازمی قرار دی گئی ہے کہ عورت کارخانوں میں مردوں کے ساتھ مل کر کام کرے تاکہ ملکی ترقی میں وہ ہاتھ بٹا سکے۔ وہاں اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ گھریلو زندگی تباہ ہوگئی۔ اس نے گھر کے نظام کو تباہ و برباد اور افرادِ خانہ کو پارہ پارہ کر دیا

معاشرتی تعلقات و روابط میں کدورت پیدا کردی۔ یہ نظام بیوی کو اس کے خاوند سے چھین لیتا ہے اور اولاد کو اس کے والدین سے دُور کر دیتا ہے۔ اس سے عورت کے اخلاق و کردار میں گراوٹ پیدا ہو جاتی ہے۔ حقیقی طور پر عورت کی صرف یہی ذمہ داری ہے کہ گھر کے فرائض کو سرانجام دے۔ اپنا گھر سنوارے۔ اولاد کی تربیت کرے اور خاوند کی خدمت بجالانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرے۔ اگر کوئی عورت اپنے گھر سے باہر بھی معاشی و معاشرتی سرگرمیوں میں حصّہ لے گی تو اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ وہ اپنے بچوں کی طرف پوری توجّہ نہیں دے سکے گی اور خاوند کو آرام و آسائش پہنچانے کے لیے اس کے پاس خاطر خواہ وقت نہیں ہوگا جس سے ازدواجی محبت کا چراغ گل ہو جائے گا۔ ایسی عورت مرد کے لیے خوش مزاج بیوی کا رُوپ نہیں دھار سکے گی۔ بلکہ ایک عام رفیقِ کار کی حیثیت سے زندگی بسر کرے گی۔ ایسی صورتِ حال سے میاں بیوی کو قطعاً قلبی سکون و اطمینان نصیب نہیں ہو سکتا۔

لیڈی ڈاکٹر ایڈا الین کہتی ہے :۔

امریکہ میں عائلی بگاڑ اور معاشرے میں کثرتِ جرائم کا اصل سبب ہی یہ ہے کہ آمدن بڑھانے کے لیے بیوی نے اپنا گھر چھوڑ دیا۔ آمدن تو بڑھ گئی لیکن اخلاق پست ہو گئے۔ آخر میں وہ کہتی ہے کہ معاشرتی تجربات سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ جدید نسلِ انسانی کو اخلاقی بے راہ روی سے بچانے کی ایک ہی صورت ہے کہ عورت اپنے گھر کا نظام سنبھالے۔

امریکی کانگریس کا ایک رکن کہتا ہے :

عورت حکومت کا صحیح معنوں میں تعاون اسی صورت میں کر سکتی ہے کہ وہ صرف اپنے گھر کے نظام کو سنبھالے جو اس کی ایک خاندانی ریاست ہے۔

امریکی کانگریس کا ایک دوسرا رکن کہتا ہے :

اللہ تعالےٰ نے جب ایک عورت کو اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت دی ہے تو اس سے یہ مطالبہ نہیں کیا گیا کہ وہ نونہالوں کو چھوڑ کر باہر کام میں جُت جائے۔ بلکہ ان بچوں کی دیکھ بھال اس کا اوّلین فریضہ ہے۔

جرمن مفکر، شوپنہور کہتا ہے :۔

بغیر کسی نگران کے عورت کو آزاد چھوڑ دو۔ پھر ایک سال کے بعد اس کے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ
شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۙ
وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ○

پارہ ۲۲ سورہ الاحزاب رکوع ۵ آیت ۴۵، ۴۶

O Prophet ! truly We have sent thee
as a Witness, a Bearer of glad
tidings, and a Warner, and as
one who invites to Allah's (Grace)
by his leave and a lamp spreading light.

Karachi Port Trust The Port of Pakistan

KPT-2-79 RIO(K)PID Ravi-Delmon Ltd.

مؤقر دینی جرائد کا ردِّ عمل

ملک کے متعدد موقر معروف دینی جرائد نے خواتین کے مظاہرے "الہدیٰ" کی بندش کے اعلان اور "پردہ" کے مسئلہ پر حالیہ بحث و نزاع کے بارے میں جن خیالات کا اظہار کیا ہے۔ اُن میں سے چند قارئین کرام کی معلومات کے لئے پیش ہیں (ادارہ)

ماہنامہ البلاغ کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جمادی الاخری ۱۴۰۲ھ

ذکر و فکر

خواتین کا مظاہرہ

حمد و ستائش اس ذات کیلئے جس نے اس کارخانۂ عالم کو وجود بخشا اور درود و سلام اُس کے آخری پیغمبر پر جنہوں نے دُنیا میں حق کا بول بالا کیا۔

مغرب پرستی اور غیروں کی ذہنی غلامی انسان سے کیسی کیسی مضحکہ خیز حرکتیں کراتی ہے؟ اس کی ایک جھلک ۸ اِمارچ کو کراچی کی بعض خواتین کے مظاہرے میں نظر آئی۔ یہ مُظاہرہ جس کا انداز یہ بتاتا تھا کہ ان خواتین پر (خدانخواستہ) مصائب کا کوئی پہاڑ ٹوٹ پڑا ہے، حکومت کے کسی اقدام، کسی سرکاری منصوبے، یا کسی سرکاری شخصیت کے کسی اعلان کے خلاف نہیں تھا، بلکہ

محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے ایک انٹرویو کے خلاف تھا جو شاید دو تین سطروں میں اخبار میں شائع ہو گیا تھا۔ ڈاکٹر صاحب موصوف نے اس انٹرویو کے دوران شاید کسی سوال کے جواب میں یہ قرآنی حقیقت واضح فرمائی تھی کہ عورت کا اصل مقام اور اس کی خدمات کا اصل مرکز اس کا گھر ہے، ان کے انٹرویو کا حاصل یہ تھا کہ ضرورت کے بغیر عورت کو ملازمت نہیں کرنی چاہیے، اور اگر کسی خاتون کے معاشی حالات کے تحت ملازمت ضروری ہی ہو تو اسے تدریس اور طب کے شعبوں کو اختیار کرنا چاہیے، اور جن شعبوں میں مردوں کے ساتھ اختلاط ناگزیر ہو وہاں خواتین کی ملازمت شرعاً درست نہیں، لہٰذا اسلامی حکومت کو چاہیئے کہ وہ ایسی خواتین کی پنشن مقرر کر دے۔ تاکہ وہ ایسی ملازمت سے بے نیاز ہو سکیں۔

اگر کوئی شخص کسی دوسرے کے بارے میں یہ کہے کہ اُن کی عزت و احترام کا تقاضا یہ ہے کہ انہیں ملازمت اور نوکری کی زحمت دینے کے بجائے حکومت کی طرف سے ان کا وظیفہ مقرر کر دیا جائے تو عقل کا تقاضا تو یہ ہے کہ وہ دوسرا شخص اس تجویز پر مسرور اور شکر گذار ہو، اور اگر کسی وجہ سے شکر گذار نہ ہو تو کم از کم اس تجویز پر ناراض ہونے یا بقائمی حواس اس کو اپنی توہین قرار دینے کا تو دُور دُور کوئی موقع نظر نہیں آتا۔ لیکن مذکورہ خواتین نے اس دو سطری تجویز پر نہ صرف برہمی کا اظہار فرمایا، بلکہ اس کو خواتین کی دُشمنی اور توہین قرار دیکر اس کے خلاف سڑکوں پر مظاہرہ بھی ضروری سمجھا، اور "شدتِ احساس" کی انتہا ہے کہ محترم گورنر سندھ کی بیگم صاحبہ بھی یہ محسوس کئے بغیر نہ رہ سکیں کہ ظلم و جور کی وہ منزل آ پہنچی ہے جہاں خود اُن کے "علمِ جہاد" بلند کئے بغیر کام نہیں چلے گا، لہٰذا انہوں نے اپنے مقام و منصب سے بے نیاز ہو کر اور اپنے الفاظ میں "مصلحت پسندی" کو خیر باد کہہ کر بہ نفسِ نفیس اس مظاہرے میں شرکت فرمائی اور اس طرح اپنے بقول ملک کی اُن خواتین کی نمائندگی کا حق ادا فرمایا جن کو ان بیگمات کے محلوں کے سائے میں جھانکنے کی بھی اجازت نہیں ہے۔

ملک میں نہ جانے کتنی معصوم خواتین روزانہ اغوا ہوتی رہتی ہیں، نہ جانے کتنی خواتین کو ہوس کا نشانہ بنایا جاتا ہے، اور نہ جانے کتنی خواتین طرح طرح کے ظلم و ستم کا شکار ہوتی رہتی ہیں، لیکن ان معزز بیگمات نے اس قسم کے کسی انسانیت سوز واقعے کے خلاف کبھی سڑکوں پر تشریف لانے کی ضرورت محسوس نہیں فرمائی ــــ البتہ ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے انٹرویو کی یہ دو سطری خبر ان کی غیرت و حمیت کے لئے ایسا چیلنج بن گئی کہ اس کے لئے جہد و عمل اور بیان و خطابت کا سارا زور صرف کر دیا گیا۔

بات دراصل یہ ہے کہ جو خواتین اس مظاہرے میں شریک ہوئیں، یا جنہوں نے اس کی حمایت کی، زیادہ تر یہ اس مراعات یافتہ طبقے کی بیگمات ہیں جن کے تمام امورِ خانہ داری کی انجام دہی کیلئے ماشاء اللہ گھروں میں ملازم موجود ہیں، اور جن کیلئے مردوں کے "شانہ بشانہ کام کرنے" کا مطلب جلسوں کی صدارت، نمائشوں کا افتتاح، تقریبات میں شرکت یا کچھ باعزت مناصب کا حصول ہے۔ ایسی فارغ البال خواتین تقلیدِ مغرب کے جوش میں عام طور سے یہ بھول جاتی ہیں کہ وہ اس ملک کی جن ننانوے فیصد خواتین کو گھروں سے باہر آنے کی دعوت دینا چاہتی ہیں، اُن کیلئے "مردوں کے شانہ بشانہ کام کرنے" کا مطلب اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ وہ آٹھ گھنٹے مزدوری اور کلرکی کرکے اپنے افسروں کی ناز برداری کی محنت اٹھائیں، اور پھر گھر میں آکر کھانا پکانے، گھر کی صفائی اور بچوں کی پرورش کا انتظام کریں، اور شب و روز محنت کی اس دوہری چکی میں پسنے کا فائدہ یہ حاصل ہو کہ ان کے مردان کی معاشی کفالت کی ذمہ داری سے آزاد ہو جائیں۔

"مردوں کے شانہ بشانہ کام کرنے" کا نعرہ چونکہ مغرب میں اس زور و شور سے اُٹھا تھا کہ اسکے خلاف کوئی بات زبان سے نکالنا مغرب کی شریعت میں "کفر" قرار پاگیا، اور جو بات وہاں مسلّم قرار دیدی گئی ہو، ہمارے مغرب زدہ طبقے کے نزدیک اس کے غلط ہونے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا، اسلئے اس طبقے نے اس نعرے کو جوں کا توں قبول تو کرلیا، لیکن اس پہلو پر سوچنے کی زحمت کبھی گوارا نہیں فرمائی کہ خود مغربی ممالک میں اس نعرے پر عمل کرکے عورت کا کیا حشر بنا ہے؟ وہ کس طرح ملازمت اور خانہ داری دونوں کا بوجھ اُٹھا رہی ہے؟ اور اُس کی بھاری اکثریت کو کس طرح ہوٹلوں اور ریستورانوں میں ویٹریس، دکانوں پر سیلز گرل، دفتروں میں کلرک اور ہوائی جہازوں میں ہوسٹس بناکر عملاً یہ باور کرایا گیا ہے کہ اسے عزت اور آزادی کا مطلوبہ مقام مل گیا ہے۔ اگر وہ اپنے گھر میں رہکر گھر کا انتظام کرتی تو یہ اس کے لئے "ذلت" اور اس پر "ظلم" تھا، لیکن اگر وہی ــ بلکہ اس سے بھی زیادہ نچلے ــ کام وہ ہوٹلوں، ریستورانوں اور دفتروں میں انجام دے تو وہ "عزت"، "آزادی" اور "انصاف" ہے!

پھر اس طبقے نے کبھی اس پہلو پر بھی غور نہیں فرمایا کہ مرد و زن کے آزادانہ اختلاط کے نتیجے میں جو آتش گیر ماحول پیدا ہوا ہے، اس نے اخلاقی اور معاشرتی اعتبار سے مغربی معاشرے پر کیا قیامت ڈھائی ہے؟ اس کا اثر خاندانی نظام پر کیا پڑا ہے؟ جرائم کی شرح اس سے کس درجہ متاثر ہوئی ہے؟ عریانی و فحاشی کا کیا سیلاب اُمڈا ہے؟ حیا و عفت کا کیا بیج مارا گیا ہے؟ ان سوالات میں سے ہر سوال کے جواب میں دُنیا کے روح فرسا تجربوں پر مشتمل پوری پوری کتاب لکھی جاسکتی ہے، اور اگر کسی شخص نے ہر

قیمت پر تقلید مغرب کی قسم ہی نہ کھا رکھی ہو تو یہ تجربات اس کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہو سکتے ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ اب تک ہماری ان اونچے درجے کی خواتین کو ان کی اعلیٰ تعلیم بھی وہ خود اعتمادی عطا نہیں کر سکی جو پروپیگنڈے کے زور پر پھیلائے ہوئے نعروں کو حقائق کی کسوٹی پر جانچنے کی صلاحیت رکھتی ہو' اُن کو تو شعوری یا غیر شعوری طور پر ایک ہی سبق یاد ہے، اور وہ یہ کہ "اگر عزت اور آزادی چاہتے ہو تو زندگی کے ہر شعبے میں مغرب کے پیچھے پیچھے چلے آؤ"۔

اور یہی وہ دل میں بیٹھا ہوا سبق ہے جو ان کو اپنے معاشرے کے حقیقی مسائل کی طرف متوجہ کرنے کے بجائے اس قسم کے مصنوعی مسائل کیلئے احتجاجی بینر اٹھانے پر مجبور کرتا ہے۔

پھر یہ تو اس مسئلے کا سماجی پہلو تھا جو ایک سچے مسلمان کیلئے ثانوی حیثیت رکھتا ہے لیکن ایک مسلمان کیلئے سب سے اہم بات یہ ہے کہ اُس کا کوئی قول و فعل' اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ارشادات کے منافی نہ ہو۔ عورت کے صحیح مقام اور اُس کے اصل دائرۂ کار سے متعلق قرآن و حدیث کے احکام بالکل واضح ہیں، سورۂ احزاب میں قرآن کریم کا یہ ارشاد ہے کہ:-

وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُوْلٰى۔

"اور تم اپنے گھروں میں قرار سے رہو، اور پچھلے زمانۂ جاہلیت کی طرح بناؤ سنگھار کرکے باہر نہ نکلو۔"

یہ مختصر ارشاد ہی یہ ثابت کرنے کے لئے کافی ہے کہ قرآن کریم کے نزدیک عورت کا اصل مقام اُس کا گھر ہے، اور یہ بات اس فطری تقسیم کار کے عین مطابق ہے کہ مرد کمائے اور عورت گھر کا انتظام کرے۔ ضرورت کے مواقع پر اسلام نے بیشک عورتوں کو حجاب کے ساتھ گھر سے باہر نکلنے کی اجازت دی ہے، لہٰذا پردے کے تقاضوں کی رعایت رکھتے ہوئے ضرورت کے وقت اس کے لئے ملازمت اور تجارت وغیرہ بھی جائز ہے، لیکن بلا ضرورت خواتین کو ملازمت پر آمادہ کرنے کی مہم چلانا یا ایسی ملازمتیں اختیار کرنا جن میں مردوزن کا بے حجاب اختلاط ہو' اسلامی احکام کے دائرے میں کہیں فٹ نہیں ہوتا۔

ہمارے معاشرے کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ جب تقلید مغرب کے تحت کسی کام کا داعیہ کسی کے دل میں پیدا ہو جاتا ہے تو وہ اجتہاد و فتویٰ کی مسند پر بھی بلا تکلف براجمان ہو جاتا ہے، اور یہ دعویٰ کر

بھی اپنا حق سمجھتا ہے کہ قرآن و سنت کے احکام کو چودہ سو سال کے عرصے میں اس کے سوا کسی نے صحیح نہیں سمجھا۔ چنانچہ اس موقع پر بھی مظاہرے کے دوران اور اس کے بعد اسی قسم کے دعوے کئے گئے۔ لیکن جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے قرآن و حدیث کے احکام کو ہدایت یابی کیلئے پڑھنے کی توفیق بخشی ہو، وہ اس کے سوا کیا نتیجہ اخذ کرسکتا ہے کہ عورتوں کی بے حجابی اور مرد و زن کے بے محابا اختلاط کا اسلام میں کوئی جواز نہیں۔ لہٰذا ایک ایسے ملک میں جس کا خمیر ہی اسلام کے نام پر اٹھا ہے، واضح اسلامی احکام کے خلاف اس طرح کا مظاہرہ پوری ملت کیلئے شرمناک ہے۔

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ملک کی خواتین میں بھاری اکثریت اُن خواتین کی ہے جو اسلامی احکام کے مقابلے میں مغرب کے بچھائے ہوئے دام میں پھنسنے کے لئے تیار نہیں، چنانچہ مذکورہ خواتین کے مظاہرے کے جواب میں انہوں نے اپنے بیانات کے ذریعے خواتین کے اصل جذبات کا اظہار کردیا ہے جو اسلامی احکام کے عین مطابق ہیں۔

ہم مظاہرہ کرنے والی خواتین سے دردمندانہ گذارش کرتے ہیں کہ خدا کے لئے وہ اپنے طرزِ فکر اور طرزِ عمل پر نظرِ ثانی کریں۔ اسلام عورتوں کے واقعی حقوق اور ان کے احترام و عزت کا سب سے بڑا محافظ ہے، اُن کی عزت، اُن کا وقار، اُن کی آزادی، صرف اُس راستے پر چلنے میں ہے جو سرورِ دو عالم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کیلئے تجویز کردیا ہے، اُس راستے کو چھوڑ کر وہ غیروں کا راستہ اختیار کرینگی تو محرومی، ذلت اور اخلاق باختگی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوگا۔

وما علینا الا البلاغ

محمد تقی عثمانی

۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۲ھ

بقیہ ص ۱۲۰

پاکستان کی مسلمان عورت خیز و خلاقِ جہانِ تازہ شو کا نعرہ بلند کرتے ہوئے اپنے بھائیوں اور اور بیٹوں سے تعاون کی طلب گار ہے۔ خدا کرے کہ پاکستان کی عورت صحیح لائحہ عمل تیار کرنے میں کامیاب ہو جائے۔

ماهنامہ البینات کراچی

جمادی الاخریٰ ۱۴۰۲ھ

بصائر و عبر

از قلم: مولانا محمد یوسف لدھیانوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

کراچی میں قرآن سوزی کے واقعہ کے بعد قرآن کریم کی بے حرمتی کے متعدد واقعات پشاور، لیاقت پور، ملتان اور ڈیرہ اسماعیل خان میں پیش آئے، اخبارات کے مطابق کہیں قرآن کریم کو کاٹ کر اس میں بم رکھا گیا۔ اور کہیں قرآن کریم کے نسخے گندگی اور کوڑا کرکٹ کے ڈھیروں پر پھینکے گئے۔ نعوذ باللہ۔ استغفر اللہ ——— واقعات سے متأثر ہو کر حکومت کو قرآن کریم کی بے حرمتی کے انسداد کے لئے قانون وضع کرنا پڑا چنانچہ اس جرم کے مرتکب افراد کے لئے عمر قید کی سزا کا قانون نافذ کیا گیا۔

اس جرم کے انسداد کے لئے حکومت کا اقدام نہ صرف لائق تحسین ہے، بلکہ ایک ناگزیر ضرورت بھی لیکن اس جرم کے لئے جو سزا تجویز کی گئی ہے وہ جرم کے تناسب سے بہت نرم اور ناکافی ہے، ایسے خبیث لوگ تو اس لائق ہیں کہ ان کو سزائے موت دی جائے، اور چوراہے میں سولی پہ لٹکایا جائے۔ ہمیں معلوم نہیں کہ حکومت نے کن مصالح کی بنا پر ایسے لوگوں سے رعایت روا رکھنا ضروری سمجھا ہے۔

اس سے قطع نظر کہ قرآن کریم کی بے حرمتی کرنے والوں کے لئے جو سزا

تجویز کی گئی ہے وہ کافی ہے یا نہیں ؟ قرآن کریم کی بے حرمتی کے یہ واقعات ملت اسلامیہ کے لئے لمحۂ فکریہ ہیں، یہ تو ظاہر ہے کہ قرآن کریم کی بے حرمتی کسی ایسے شخص سے سرزد نہیں ہوسکتی جس کے دل کے کسی گوشہ میں ایمان کی ادنیٰ رمق بھی موجود ہو۔ یہ فعل کسی سرپھرے ہوئے بد باطن ہی کا ہوسکتا ہے جس کا مقصود مسلمانوں کو مشتعل کرنا ہو، توجہ طلب امر یہ ہے کہ چونتیس سال میں اس قسم کے واقعات پیش نہیں آئے، لیکن اب ایسے دل آزار واقعات کا ایک تانتا بندھ گیا ہے۔ آخر اس کا سبب کیا ہے ؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ قدرت کی طرف سے ہمیں کوئی تنبیہ ہو، واقعہ یہ ہے کہ ہم نے قرآن کریم کے حروف و الفاظ اور اس کے مقدس اوراق کا تو اہتمام کیا (بلا شبہ یہ اہتمام بھی ہمارا اہم ترین فرض ہے) لیکن اپنی شامت اعمال کی وجہ سے ہم نے قرآن کریم کے قائم کردہ حدود کو پامال کرنے اور اس کے احکام کی بےحرمتی کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھارکھی۔ بلکہ یہ کہنا کوئی مبالغہ نہ ہوگا کہ اجتماعی و انفرادی سطح پر ہمارا معاشرہ احکام قرآن سے بغاوت و سرتابی پر آمادہ نظر آتا ہے ——— قرآن کریم سودخواروں کے خلاف اعلان جنگ کرتا ہے لیکن ہماری پوری کی پوری معیشت سود ہی پر چل رہی ہے، قرآن کریم ظالموں کے بارے میں اعلان کرتا ہے "الا لعنۃ اللہ علی الظالمین" لیکن ہمارا معاشرہ اور معاشرے کے تمام طبقات ظلم پر کمربستہ ہیں۔ قرآن حکیم صنف نازک کو حیا و ستر کی تعلیم دیتا ہے، اور ان کے لئے حجاب اور گھروں میں قرار کے احکام دیتا ہے۔ لیکن ہمارے ہاں اس حکم کا مذاق یہ کہہ کر اڑایا جاتا ہے کہ:

"ہماری چاردیواری پاکستان ہے، اور ہمارا پردہ اسلام ہے!"

الغرض قرآن کریم کا کونسا حکم ہے جس کی صحیح صحیح تعمیل ہمارے معاشرے میں ہورہی ہو، بلکہ جسے دقیانوسی نہ کہا جاتا ہو۔ شاید

ان واقعات میں قدرت کی جانب سے یہ تنبیہہ ہو کہ جو قوم اپنی نااہلی
کی وجہ سے احکام قرآن کی حرمت قائم نہیں رکھ سکتی وہ الفاظِ
قرآن کا احترام بھی قائم رکھنے کی اہل نہیں۔بہر حال قرآن کریم کی
بے حرمتی کے یہ واقعات ہماری شامت اعمال کا خوفناک وبال ہے،
اللہ تعالیٰ ہم پر رحم فرمائے۔ اللّٰھم انا نعوذ برضاک من سخطک
وبمعافاتک من عقوبتک۔

ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے ایک ٹیلی وژن انٹرویو میں اس خیال کا
اظہار کیا تھا کہ شرعی پردہ کے ساتھ عورتوں کے لئے دفاتر میں مردوں
کے ہمدوش کام کرنا ممکن نہیں۔ اس لئے تعلیم اور طب کے علاوہ دیگر
شعبوں میں عورتوں کی ملازمت صحیح نہیں۔ انہوں نے مشورہ
دیا تھا کہ باقی شعبوں میں جو خواتین بر سر کار ہیں ان کو پنشن پر
اپنے گھروں میں واپس بھیج دینا چاہیئے ـــــــ ڈاکٹر صاحب کا یہ
بیان نصف انسانیت کی توہین وتذلیل کے لئے نہیں، بلکہ ان کے
تقدس واحترام کی حفاظت کے پیش نظر تھا۔ لیکن اس زمانہ میں دوسری
چیزوں کی خواہ کتنی ہی افراط ہو مگر عقل وفہم کا بالکل ہی قحط ہے۔
یوں بھی عورتیں بے چاری فہم سے زیادہ جذبات سے کام لیا کرتی ہیں۔
چنانچہ اپوا کی بیگمات ـــــــ جن کا تعلق ہمارے اونچے گھرانوں سے ہے
اور جو ایک خاص طبقہ کی نقیب ہیں ـــــــ اس پر بُرا مان گئیں،
انہوں نے یہ سمجھا کہ کمانے کی ذمہ داری مردوں پر ڈال کر اور خواتین
کو اس ناروا بوجھ سے سبکدوش کرنے کا مشورہ دے کر ان کی
اہانت وتذلیل کی گئی ہے۔ چنانچہ ـــــــ اسّی پچاسی عورتیں
مظاہرہ کرتی ہوئی ٹی وی اسٹیشن پر پہنچ گئیں۔ انہوں نے ڈاکٹر اسرار
صاحب کے خلاف احتجاج کیا۔ اور ان کا ٹی وی پروگرام "الہدیٰ" بند کر

کا مطالبہ کیا، کراچی ٹی وی کے جنرل منیجر جناب برہان الدین صاحب نے ان کے مطالبہ کو شرفِ پذیرائی بخشا، اور ٹی وی اسٹیشن پر ڈاکٹر صاحب کا داخلہ بند کرنے کا اعلان فرمایا۔ کئی دن تک اخبارات میں دو طرفہ بیانات شائع ہوتے رہے، بالآخر صدر مملکت نے ایک پریس کانفرنس میں یہ کہہ کر اس ناخوشگوار بحث کو ختم کیا کہ ڈاکٹر اسرار احمد کوئی اتھارٹی نہیں۔ میں اتھارٹی ہوں۔ عورتوں کو برابر ملازمتیں دی جائیں گی۔

یہ چھوٹا سا واقعہ اپنے اندر عبرت و بصیرت کے بہت سے پہلو رکھتا ہے۔ ان سب کی تفصیل کا موقع نہیں۔ البتہ اہل فہم کے لئے چند امور کی طرف اشارہ کر دینا مناسب ہوگا۔

۱ــــ خواتین کے ستر و حجاب کے مسئلہ کا تعلق حیا سے ہے۔ اور اہل عقل جانتے ہیں کہ حیا ہی انسانیت کا جوہر اور نسوانیت کی زینت ہے، اسی سے انسان اور حیوان کے درمیان امتیاز قائم ہے۔ یہ نہ ہو تو انسان، انسان نہ کہلائیں بلکہ انہیں انسان نما جانور کہنا مناسب ہو، اسی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے، حیا کو ایمان کا عظیم ترین شعبہ قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے:

الایمان بضع وسبعون شعبۃ	ایمان کے کچھ اوپر ستر شعبے
اعلاھا قول لا الٰہ الا اللہ	ان میں سب سے اعلیٰ "لا الٰہ الا اللہ"
وادناھا اماطۃ الاذیٰ عن	کہنا ہے اور سب سے ادنیٰ راستہ
الطریق۔ والحیاء شعبۃ	سے تکلیف دہ چیز کا ہٹانا ہے۔
من الایمان (متفق علیہ مشکوٰۃ ص۱۲)	اور حیا ایمان کا عظیم الشان شعبہ ہے۔

حیا ہی کی صفت ہے جو انسان کو ناشائستہ چیزوں سے روکتی ہے، صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مروی ہے:

ان مما ادرك الناس من کلام النبوة الاولیٰ اذا لم تستحی فاصنع ما شئت۔ (مشکوٰۃ صہ۲۳۱)	لوگوں نے پہلی نبوت کے کلام سے جو جملے محفوظ کئے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ "جب تم میں حیا نہ رہے تو جو چاہو کرو۔"

اسلام نے مسلم خواتین کی عفت وعصمت اور غیرت وحیا کی حفاظت کے لئے نہ صرف اجنبی مردوں کے ساتھ ان کے اختلاط کو ممنوع قرار دیا ہے۔ بلکہ بغیر ضرورت کے ان کے نکلنے کو بھی ناپسند فرمایا ہے۔ اورجب انہیں گھر سے باہر قدم رکھنے کی ضرورت پیش آئے تو اس کے لئے مستقل احکام صادر فرمائے ہیں ــــ الغرض حجاب اور ستر کا مسئلہ عورتوں کی توہین وتذلیل نہیں بلکہ ان کے اعلیٰ ترین اوصاف کی حفاظت وبقا کا ایک فطری نظام ہے، ہمارے جدید طبقہ میں اس مسئلہ کو صحیح نقطۂ نظر سے سمجھنے کی کوشش نہیں کی گئی اورتہذیب مغرب کے افسون نے اسے عورتوں کے لئے ایک قید اور ناروا پابندی کے عنوان دے کر خاتون مشرق کو اسکی نسوانیت کے تقاضوں سے ہٹادینا چاہا۔ تہذیب مغرب کی اسی افسوں گری کا کرشمہ ہے کہ عورت کو پردہ سکرین پر لاکر اس کی توہین وتذلیل کی جارہی ہے۔ عورت کی تصویر کو تجارتی مال کی نکاسی کا ذریعہ بنایا جارہا ہے۔ اورکوئی چیز عورت کی تصویر کے بغیر فروخت نہیں ہوتی، کلبوں اور ہوٹلوں وغیرہ میں عورت کے دامن تقدس کو بوالہوسوں کا کھلونا بنایا جارہا ہے۔

تعلیم گاہوں میں لڑکوں اور لڑکیوں کو ایک ساتھ بٹھایا جارہا ہے۔ یہ اور اس نوعیت کی بیسیوں چیزیں عورت کی توہین وتذلیل کے زمرہ میں آتی ہیں، مگر چونکہ تہذیب مغرب کا مفتی ان تمام امور کے جواز واستحسان کا فتویٰ دیتا ہے۔ اس لئے اپوا کی بیگمات کو کبھی ان کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے کی

توفیق نہیں ہوئی۔ بس ایک حجاب وستر کا مسئلہ ہے جسے یہ معزز خواتین، عورتوں کے خلاف ایک سازش سمجھتی ہیں۔

——— ان بیگمات کا سب سے قوی استدلال یہ ہے کہ عورتوں پر رزق کے دروازے کیوں بند کئے جا رہے ہیں؟ لیکن ان کا یہ خیال غلط فہمی و غلط اندیشی پر مبنی ہے، سوائے ان شاذ و نادر صورتوں کے، جن میں عورت کی کفالت کا بار اٹھانے والا کوئی نہ ہو۔ اسلام عورت کے نان و نفقہ اور اس کی روزمرہ کی ضروریات کی ذمہ داری خود اس کے کندھوں پر نہیں۔ بلکہ مرد کے کندھوں پر ڈالتا ہے۔ جب تک وہ باپ کے گھر ہے اس کی کفالت باپ کے ذمہ ہے۔ اور شوہر کے گھر میں ہو تو اس کے مصارف شوہر کے ذمہ ہیں، صاحبِ اولاد ہو تو اس کی ذمہ داری اولاد پر عائد کی گئی ہے ——— بہت ہی شاذ و نادر صورتیں ایسی پیش آسکتی ہیں جن میں عورت کو کسبِ معاش کے لئے خود در در کی ٹھوکریں کھانی پڑیں۔ لیکن اسلام نے ان استثنائی صورتوں کا بھی اطمینان بخش حل پیش کیا ہے تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں۔ کسبِ معاش کے بجائے عورت کے ذمہ "انسانیت سازی" کی خدمت رکھی گئی ہے۔ یعنی اولاد کی اصلاح و تربیت ——— کہتے ہیں کہ کسی شخص نے حضرت رابعہ بصریہ رحمہا اللہ سے بطور طنز کہا کہ عورت کبھی نبی نہیں ہوئی۔ انہوں نے برجستہ فرمایا "صحیح ہے ہم نبی بنا نہیں کرتی، بلکہ جنا کرتی ہیں" ——— مردم گری اور انسانیت سازی عورت کا ایک عظیم الشان منصب تھا۔ جس نے "جنت ماؤں کے قدموں تلے" رکھ دی ——— عورت اپنے اس منصب پر جس قدر ناز کرتی کم تھا، لیکن تہذیب مغرب کے افسوں نے یہاں بھی گل کھلائے۔ اس نے میراثی کے ہاتھی کی طرح کھانے کمانے کا ڈھول بھی عورت ہی کے گلے میں باندھ دیا، اور یہ کہہ کر کہ خود کماؤ اور خود کھاؤ، اس کی کفالت کے بوجھ سے مرد کو چھٹی دلا دی ——— یہ عورت پر بدترین ظلم ہے، جس کا

دروازہ اسلام نے پہلے دن بند کر دیا تھا، عورت کمانے کے لئے باہر نکلی تو اس کے گھر کا سارا نظام تلپٹ ہو کر رہ گیا۔ اولاد ماماؤں کے سپرد ہوئی۔ اور خانہ داری نوکروں کے ہاتھ آئی، اس طرح "تدبیر منزل" کا سارا نظام درہم برہم ہو کر رہ گیا۔ نہ میاں بیوی کے درمیان الفت واخلاص کا رشتہ رہا نہ اولاد کی تعلیم و تربیت کا کوئی معیار رہا۔

الغرض یہ سمجھنا غلط ہے کہ اسلام عورت کو عضو معطل بنا کر اسے گھر میں بٹھا دیتا ہے، ہاں! یہ کہنا بجا ہے کہ عورت کا دفتر، اس کا کارخانہ اور اس کی فیکٹری اس کا گھر قرار پائی، اور "اشیاء سازی" کے بجائے "انسانیت سازی" کی عظیم الشان خدمت اس کے سپرد کی گئی۔ جو سب سے بلند و بالا خدمت ہے۔ اور جس پر عورت دنیا میں بھی تحسین کی مستحق ہے اور آخرت میں بھی ــــــ جب تک عورت اپنے اس "خاص کارخانے" میں ملازم اور اپنے اس "دفتر خاص" میں مصروف عمل رہی، تاریخ شاہد ہے کہ اس نے بڑے بڑے انسان تیار کئے۔ جن پر انسانیت کو بجا طور پر ناز اور فخر ہے ــــــ امام ابو حنیفہؒ۔ امام غزالیؒ، شاہ عبدالقادر جیلانیؒ، سلطان الاولیاء شاہ نظام الدینؒ، مجدد الف ثانیؒ، شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ ایسے لاکھوں سپوت کن ماؤں کی گود میں پروان چڑھے؟ یہ وہ مقدس اور پاکباز مائیں تھیں جنہوں نے کبھی اپنے گھر کے صحن سے باہر قدم نہیں رکھا۔ بلکہ اپنے گھر میں بیٹھ کر "انسانیت گری" کا نامہ انجام دیا، کیا ان کے اس عظیم کارنامہ کو کوئی شخص نظر حقارت سے دیکھنے ــــــ کی جرأت کر سکتا ہے؟ نہیں! بلکہ ان کا یہ کارنامہ انسانیت کے ماتھے کا جھومر ہے۔ رہتی دنیا تک تاریخ ان کے اس کارنامے کو یاد رکھے گی۔

ع ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

یہ وہ پاکباز مائیں ہیں جن کی عظمت کے آگے جنید بغدادیؒ کے زہد و عبادت، افلاطون کی حکمت و دانائی اور رستم کی شجاعت و بہادری کا سر خم ہے۔ لیکن

افسوس کہ جب سے تہذیب مغرب نے "انسانیت کی ماں" کو انسان سازی کے کارخانے سے استعفٰی دلاکر. چند ٹکوں کے لالچ میں اسے دفتروں میں کلرک بنادیا تب سے انسان گری کا کارخانہ ویران ہوگیا۔ اور بڑے انسانوں کی پیداوار بند ہوگئی، نسل جدید کا بغور مطالعہ کرو، جو چشم بددور مہذب اور تعلیم یافتہ خواتین کی گود میں پروان چڑھی ہے۔ کیا ان میں کوئی قدآور شخصیت نظر آتی ہے؟ یہ تھا وہ بدترین ظلم "جو آزادئ نسواں" کے خوشنما عنوان سے جدید عورت پہ ڈھایا گیا کہ انسانیت کی اتالیقی کا کام ——— چھین کر اسے دفتروں میں جوت دیا گیا اور بھولی بھالی عورت کو باور کرایا گیا کہ اسے اس کے حقوق دلائے جارہے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ مرد اور عورت انسانی گاڑی کے دو پہیے ہیں، اگر گاڑی کے دونوں پہیے ایک ہی سمت میں جڑ دیے جائیں تو گاڑی کیسے چلے گی۔ مرد اور عورت کے دائرہ کار میں قدرت نے فطرتی تقسیم رکھی ہے۔ دونوں کے لئے الگ الگ میدانِ عمل تجویز کیا ہے، دونوں کی جسمانی ساخت سے لے کر احساسات وجذبات تک میں تفاوت رکھا ہے۔ اور ہر ایک کی صلاحیت اور فطری استعداد کے مطابق اس کے ذمہ فرائض عائد کئے گئے ہیں۔ اگر اس فطری اصول سے انحراف کیا جائے گا تو نہ صرف تدبیر منزل کی گاڑی جام ہوجائے گی، بلکہ ہر شعبۂ زندگی میں ابتری و بدنظمی پھیل جائے گی جس کا مشاہدہ آج کھلی آنکھوں کیا جا سکتا ہے ——— یہاں اس سے بحث نہیں کہ عورتوں کو گھر سے باہر کام کاج کی کہاں تک اجازت ہے۔ اور یہ کہ اس کے کیا حدود ہیں ——— یہاں صرف یہ عرض کرنا ہے کہ کام کاج کے لئے عورت کا گھر سے باہر نکلنا ایک ناگزیر ضرورت اور ایک مجبوری تو ہوسکتی ہے۔ لیکن اسے کسی طرح بھی لائق فخر روایت قرار نہیں دیا جاسکتا، اللہ تعالٰی نے اسے فطرتاً کسب معاش کے لئے نہیں، بلکہ "انسانیت سازی" کے لئے تخلیق فرمایا ہے۔

یہ دیکھ کر بہت ہی صدمہ ہوا کہ اس واقعہ میں اہل علم حضرات کی جانب سے مختلف اور متضاد قسم کے بیانات سامنے آئے ہیں۔ بعض بیانات میں تو مصلحت اندیشی اور اصول فراموشی کا رنگ صاف جھلکتا دکھائی دیا۔ اہل علم کا منصب خدا ور رسول کے احکام کی ترجمانی ہے۔ ان کا فرض ہے کہ ہر قسم کے اغراض و مصالح۔ خوف و طمع، اور مخلوق کی داد و بے داد کے اندیشہ سے بالاتر ہوکر احکام الہیہ کی وضاحت و تشریح کریں۔ یہ تو بجا ہے کہ بات طریقہ و سلیقہ سے کہی جانی چاہیئے۔ اور کسی کی دل آزاری کا اسلوب اختیار نہیں کرنا چاہیے۔ لیکن ابنائے زمانہ کے ساتھ مماشات اور انکے احساسات و خیالات ڈھل کر بات کرنا اہل علم کی شان سے فروتر ہے۔ وہ خدا اور رسول کے ترجمان ہیں انکا فرض ہے کہ کسی دینی مسئلہ کی تشریح خدا اور رسول کے منشا کے مطابق کریں۔ حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہم نے صحیح فرمایا ہے:

"مدرسہ کا کام یہ ہے کہ وہ ایسے باضمیر باعقیدہ، ایسے باحوصلہ ایسے باہمت فضلاً پیدا کرے جو اس ضمیر فروشی، اصول فروشی اور اخلاق فروشی کے دور میں روشنی کے مینار کی طرح قائم رہیں کہ وہ کہیں نہیں جاتا اپنی جگہ کھڑا رہتا ہے۔ راستہ بتاتا ہے۔ جیسے قبلہ نما، کہ آپ کہیں ہوں وہ آپ کو قبلہ بتا دے گا۔ ہندوستان میں بتائے گا۔ پل پر رکھیں تو بتائے گا۔ یہ عالم کا کام ہے کہ وہ ہر زمانہ میں قبلہ نما ہے۔" (تعمیر حیات لکھنؤ)

اگر خدانخواستہ ہمارے اسلاف نے دینی مسائل میں مصلحت کوشی اور اصول فروشی کو اپنا شعار بنا لیا ہوتا تو اب تک اس دین کا حلیہ مسخ ہو چکا ہوتا۔ اور اسلام، خدا و رسول کے احکام کا نام نہ ہوتا، بلکہ مختلف عناصر کے جذبات و خواہشات کا مجموعہ بن کر رہ جاتا۔

اسلام میں عورت کے حقوق متعین ہیں اس کا حق ہے۔ کہ وہ ش

سے اپنے نان ونفقہ کا مطالبہ کرے ۔ لیکن اسلام کی کونسی دفعہ ایسی ہے کہ شوہر والی عورت کو کسب معاش کی بھٹی میں جھونک دیا جائے اور شوہر کو اس کے نان ونفقہ کی ذمہ داریوں سے سبکدوش کر دیا جائے ۔ بعض حضرات نے عورتوں کی موجودہ بے حجابی وبے راہ روی کو سند جواز عطا کرنے کے لئے یہ استدلال فرمایا ہے کہ خواتین غزوات میں شرکت کرتی تھیں زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں اور انہیں پانی پلاتی تھیں مگر کیا ان حضرات نے اس پر بھی غور فرمایا کہ جس وقت کی وہ بات کر رہے ہیں اس وقت کیا حجاب اور ستر کے احکام نازل ہوئے تھے ؟ انہوں نے اس بات پر غور نہیں فرمایا کہ اگر کسی ایک آدھ غزوہ میں زخمیوں کی مرہم پٹی کرنے اور جاں بلب مجاہدین کو پانی پلانے کی رضاکارانہ خدمت انجام دی تو اس سے یہ کیسے لازم آیا کہ عورتوں کو کسب معاش کے لئے دفتروں اور بازاروں میں بھی مارے مارے پھرنا چاہیئے —— انہوں نے اس پر بھی غور نہیں فرمایا کہ ان پاکباز ، عفت مآب اور مقدس صحابیات کے شاذو نادر واقعات کو موجودہ دور کی عریانی وبے حجابی کے جواز میں پیش کرنا ذہن وفکر کی سلامتی کی علامت ہے ؟ ان حضرات کو ایسے استدلال کرنے سے پہلے سو بار سوچنا چاہیئے تھا کہ فقہائے امت نے بالاجماع یہ فتویٰ کیوں دیا ہے کہ جمعہ جماعت میں عورتوں کی شرکت مکروہ ہے ؟ اور ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کیوں فرماتی تھیں :

لو ادرك رسول الله صلى	اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
الله عليه وسلم ما احدث	اس چیز کو دیکھ لیتے جو عورتوں
النساء لمنعهن	نے آپ کے بعد ایجاد کی ہے
المسجد كما منعت	تو انہیں مسجد میں آنے سے
نساء بنی اسرائیل ۔	منع کر دیتے جیسا کہ بنی اسرائیل

(صحیح بخاری صـ۱۲۰ ج۱ مؤطا امام مالک صـ۶۹) کی عورتوں کو ممانعت کردی گئی تھی.

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیوں فرماتے ہیں کہ عورت کا اپنے گھر میں نماز پڑھنا مسجد نبوی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا) میں پڑھنے سے بہتر ہے۔ اور گھر کے کمرہ میں اس کا نماز پڑھنا صحن میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔ اور پچھلے کمرہ میں نماز پڑھنا اگلے کمرے میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے (مشکوٰۃ صـ۹۶) اور حق تعالیٰ شانہٗ امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کو کیوں ارشاد فرماتے ہیں:

وقرن فی بیوتکن	اور قرار پکڑو اپنے گھروں میں
ولا تبرجن تبرج	اور نہ دکھلاتی پھرو جیسا کہ دکھانا
الجاهلية الاولىٰ۔	دستور تھا پہلے جہالت
(الاحزاب آیت ۳۳)	کے وقت۔

بہر حال یہ باور کرانا کہ خواتین اسلام کو بھی اسی طرح کسب معاش کے لئے سرگرداں پھرنا چاہیئے جس طرح مرد پھرتے ہیں. اس حکمت الٰہیہ کو باطل کرنا ہے جو عورتوں کے مخصوص احکام سے متعلق ہے۔ اور دور جدید کی بے باکی وعریانی کی سند میں حضرات صحابیات کے ایک دو واقعات پیش کرنا ان تمام احکام کی تنسیخ ہے جن کا تعلق حجاب و ستر سے ہے ——————

بلڈنگ ہارڈویر کے سامان کیلئے ہمیں خدمت کا موقعہ دیجئے
موسیٰ ہارڈویر اسٹور
۱۱ نشتر روڈ (برانڈرتھ روڈ) لاہور، فون: ۶۴۰۵۵

ھفت روزہ المنبر فیصل آباد

سرکاری مناصب، احتجاجی مظاھرہ اور اِسلامی نظام میں عورت کی ذمّہ داریاں

یہ خطرہ تو حقیقت بنا دکھائی دے رہا تھا کہ واجب الاحترام، خواتین کو، جس تیز رفتاری سے ”مردوں کے شانہ بشانہ“ لانے کا عمل جاری ہے اس سے خواتین کی اپنی دنیا میں جو ایک طوفان اٹھتا دکھائی دینے لگا ہے، مستقبل میں یہ شدید ملّی انتشار کا باعث بن جائے گا۔ اور اب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے ”خواتین کا بنیادی دائرہ کار ان کے گھر ہیں“ کے اسلامی مؤقف پر، اس جنسِ لطیف نے مظاہروں تک کا نیا میدانِ کار اختیار کیا ہے تو گویا ملّی انتشار کا عملاً آغاز ہو گیا ہے۔

پچھلے چند ماہ میں، خواتین کے تیور خاصے تیکھے ہو چکے تھے اور اس کا اظہار برملا ہونے لگا تھا کہ عورت، گھر کی چار دیواری میں پابند رہنا، اپنے حقوق کے خلاف ظلم سمجھنے لگی ہے، چنانچہ ——

۱۔ اپوا کی سرگرمیاں تیز ہوئیں، رعنا لیاقت علی خاں ربع صدی کے بعد پھر انہی نظریات کا پرچار کرتی دکھائی دینے لگی، جن کا اظہار انہوں نے، اپوا کے مرحلہ آغاز میں کیا تھا اور اس پر مولانا امین احسن اصلاحی ایسے، سیاسی ہنگاموں سے الگ تھلگ رہنے والے صاحبِ علم و فضل کو، ”پاکستانی عورت دوراہے پر“ لکھنا پڑی تھی اور اس کتاب میں مولانا ممدوح نے جو انتباہ، پاکستانی مسلمان مرد اور عورت دونوں کو کیا تھا، وہ انتباہ تو مرد و عورت دونوں کے لئے مفید ثابت نہ ہو سکا لیکن جس فتنے کی اطلاع دی گئی تھی وہ منصۂ شہود پر دکھائی دینے لگا۔

۲۔ اپوا کے بعض جلسوں میں ”عورت، مسلمان عورت“ اور اب اسلام کے نام پر بے حجابانہ مظاہروں میں مصروف، ”مسلمان“ ”قائد عورت“ نے یہاں

تک کہہ دیا کہ یہ بات کب تک ہم برداشت کریں گی کہ ہمیں باپ اور خاوند کی خدمت گزاری کی تلقین کی جاتی رہے۔

۳ - یہ ملی تاریخ کا المناک باب بھی، کھلتا دکھائی دینے لگا کہ "عورتوں" نے "خواتین یونیورسٹی" کی مخالفت شروع کر دی اور اس قسم کی تعلیم گاہوں کو، جس میں مردوں کا دخل، لڑکوں لڑکیوں کا اختلاط نہ ہو، اسے "نا قابل برداشت" کہنا شروع کر دیا گیا — اس عنوان پر متعدد مجالس میں اس "فکر لطیف" کا اظہار ہوا اور اس کا سلسلہ جاری ہے۔

۴ - وفاقی مجلس شوریٰ اور قومی سیرت کانفرنس، میں اس مرتبہ، عورتوں نے جس انداز سے شرکت کی اور بعض محترمات نے خالصتہً "نسوانی انداز" میں جس طرح ان حضرات سے، جنہوں نے عورت کو سیاسی مناصب پر فائز کرنے سے اختلافات کیا — اس کا سلسلہ پچھلے دو ماہ سے شروع تھا، مگر ٹی وی پر "الہدیٰ" پروگرام کے بارے میں محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے، اسلامی تعلیمات کے مطابق، جو موقف اختیار کیا، اس کے خلاف، خواتین کے ایک مؤثر گروپ نے، جن میں حکمران گروہ کے بعض افراد کی خواتین بطور قائد شریک تھیں، مظاہرہ کیا۔ اور اس پر جس کمزوری کا ثبوت، اطلاعات و نشریات سے متعلق بعض حلقوں نے دیا، اس سے اس فتنہ کی صحیح صورت سامنے آئی، جس سے رحمت ہر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے محفوظ رہنے کے لئے اس کی تلقین فرمائی تھی کہ عورتوں کو اس منصب و ذمہ داری تک محدود رکھو، جو ان کے خالق نے ان پر عائد کی ہے — اور انہیں قرآن مجید نے "وقرن فی بیوتکن" (اور تم وقار کے ساتھ اپنے گھروں میں بیٹھو!) سے تعبیر فرمایا۔

بات آگے بڑھانے سے قبل، پھر ایک مرتبہ اس حقیقت کا اظہار کہ اسلام نے عورت کو، جو مقام و مرتبہ عطا فرمایا، اگر عورت فی الواقعہ، عورت ہی رہنا چاہتی ہے — اور وہ عورت بن کر ہی اپنے ماں، بیٹی، بہو اور بیوی ہونے کا شرف و احترام کو "نعمتِ لازوال" یقین کرے اور اس کی حفاظت ہی کو اپنا سب سے بڑا کام اور اعزاز سمجھے — تو اسے "مردوں کے شانہ بشانہ" دفاتر سے کارخانوں اور مخلوط

اجتماعات سے ہاکی ٹیموں میں شرکت کے ہلاکت آفرین فکر وعمل سے یکسر مجتنب رہنا چاہیئے، وگرنہ ہوگا یہ کہ وہ نہ عورت رہے گی اور نہ مرد بن سکے گی۔

ارباب اختیار سے

اس کے ساتھ ہیں ارباب اختیار سے بھی بلاابہام یہ کہنا ہے کہ یہ باطل نظریہ کہ "عورت کا اعزاز" یہی ہے کہ اسے مردوں کی طرح، ائرہوسٹس، کلرک، افسر، آپریٹر وزیر، کونسلر بھی بنا یا جاتے اور پھر اس کی عزّت، احترام، وقار اور نسوانی شرم وحیاء کا جوہر بھی محفوظ رہے — یہ قطعاً ممکن نہیں۔

علاوہ بریں — اس پہلو پر بھی، ذمہ داری اور عنداللہ مسئولیت کے شعور کو بیدار کر کے سوچنا اور فیصلہ کرنا ہوگا کہ اگر اس ملک میں "اسلامی نظام" قائم کرنا فی الواقع، موجودہ حکمران گروہ کا مقصدِ عزیز ہے اور "اسلامی نظام" سے مراد وہی نظام ہے، جسے قرآن مجید نے انسانیت کے لئے واحد ذریعہ نجات کے طور پر پیش کیا اور جسے "محمد رسول اللہ والذین معہٗ" نے عملاً مدینہ منورہ میں قائم فرمایا تھا — تو اس اسلامی نظام میں، عورت کی حیثیت وہی ہے جو ماں بیٹی، بیوی، بہن اور بہو ہونے کے اعزاز کی صورت میں، اسے اس کے خالق و مالک نے عطا فرمائی اور حکومت کو اس سے انحراف کا کوئی بھی راستہ اختیار نہیں کرنا چاہیئے۔

علماء دین کی عظیم ذمّہ داری اور مسئولیت

اس سلسلے میں، ضرورت تو ہر پاکستانی مسلمان کو جھنجھوڑنے کی ہے لیکن، اس اضطراب انگیز صورتِ حال میں ہم بطور خاص، علماء دین کو، اس جانب متوجہ کرنا چاہتے ہیں کہ پاکستان فی الواقعہ اپنی ۳۴ سالہ زندگی کے جن ایام سے اس وقت گذر رہا ہے یہ انتہائی نازک اور انتہائی "اہم" دن ہیں۔

ایک جانب روس، کا آہنی ہاتھ پاکستان کی شاہرگ پر ہے، دوسری جانب امریکہ بہادر، اپنی روائتی، بزدلی اور توہم پرستی کا شکار ہے، تیسرا زاویہ کابل کی حکومت کا ہے جو ماسکو کا زیردست ہے، کابل کی حکومت، پاکستان کے اس "جرم" سے بدحواس ہوئی جارہی ہے کہ اس نے ایک جانب ۲۵ لاکھ بے بس

مہاجر افغانیوں کو پناہ دی اور دوسری طرف اس نے موجودہ، حکومت کو افغانستان کی ''جائز حکومت'' ماننے سے انکار کر دیا — اس دوسرے جرم پر کابل کا راج برہم اور وہ کچھ نہ کچھ کرنے کا راستہ، پاکستانی حدود کے اندر گھس آنے کے تسلسل سے کھولنا چاہتا ہے — ادھر چوتھا زاویہ اندرا گاندھی کے بھارت کا ہے اور روس کی مہیب فوجی قوت نے آج بھارت کو جس طرح اسلحہ کا ڈپو بنا دیا ہے، اس کی سنگینی اور خطرناک عزائم دونوں سے ہر باشعور شخص آگاہ ہے۔

یہ سب کچھ ایک طرف اور دوسری جانب اندرون ملک، سیاسی سرگرمیوں کا جو ماحول پچھلے دو اڑھائی ماہ سے، اشتعال پذیر ہے اور ''کالعدم'' سیاسی پارٹیوں کی ''کالموجود'' مجالس عاملہ و شوریٰ کے اجتماعات منعقد ہو رہے ہیں — اور ان جلسوں نیز سیاسی لیڈروں کے بیانات کو، ہمارے قومی اخبارات، شعلوں کی صورت میں ہر صبح، ہر گھر تک پہنچاتے ہیں، باہمی مقابلے کا شکار ہیں اور اس کے ساتھ اخبارات کے ذریعہ عریانی اور عورت کو بدراہ کرنے کا ماحول استوار کیا جا رہا ہے۔ اور اسے اخباری تشہیر کے اس ذلیل ترعمل سے کاروبار چمکانے کا وسیلہ بنا کر، خطرناک ترین جرم کا ارتکاب روز افزوں ہے۔

اس اعصاب شکن ماحول میں علماء کرام کو بیک وقت تین کام کرنے ہونگے

اوّل :— پاکستان کو ہر قسم کے اندرونی، انتشار، محاذ آرائی اور سیاسی ہنگامہ خیزی سے محفوظ رکھنا۔

دوم :— اخبارات نے جو قوت اور پوزیشن حاصل کر لی ہے، اسے نقصان پہنچائے بغیر، ان قومی جرائد کا رُخ فساد اخلاق اور سیاسی افراتفری کے بجائے، اصلاحِ اخلاق اور وحدتِ اُمت کی جانب موڑنا — اور

سوم :— اسلامی نظام کے قصر رفیع کی بنیادوں میں جو چند اینٹیں رکھی جا چکی ہیں اور جا رہی ہیں انہیں پختہ سے پختہ تر کرنے نیز اس محل کی تعمیر میں کام کو تیز رفتاری سے آگے بڑھانا۔

یہ تین کام ہیں جو علماء دین کے لئے عظیم چیلنج کی حیثیت رکھتے ہیں اور ہم قال اللہ و قال الرسول کے بلند مینار پر سے اس حیات آفرین عمل کو جاری

رکھنے والے، مخلص اصحاب علم وفضل سے توقع رکھتے ہیں کہ وہ اس چیلنج کو مردانہ وار لیکن حکیمانہ انداز سے قبول کریں گے اور عنداللہ ماجور ہوں گے ۔

اَللّٰهُمَّ اَلهِمنا رُشدَاُمورنا واجعلنا من الراشدین

والسّلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

(حرم کعبہ کی مقدس وپرانوار فضاؤں سے) عبدالرحیم اشرف

هفت روزه الاعتصام، لاهور

مظاہرۂ خواتین اور حکومت کا سکوت و اغماض

گزشتہ دنوں مسلمان خواتین کے سلسلے میں ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے ایک بیان پر جولے دے ہوئی، اس پر خاصی ناخوشگوار صورتِ حال پیدا ہو گئی، حالانکہ ڈاکٹر صاحب کا وہ بیان قرآن و حدیث کے عین مطابق تھا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ــــ عورتوں کا اصل دائرۂ کار گھر کی چار دیواری ہے۔ اس لیے عورتوں کا مردوں کے دوش بدوش دفتروں اور کارخانوں اور دیگر اداروں میں ملازمتیں کرنا شرعاً غیر صحیح ہے اور ایک اسلامی حکومت کا فرض ہے کہ مرد و عورت کے اس امتیاز اور حدودِ کار کو وہ ضرور ملحوظ رکھے جو اسلام نے دونوں صنفوں کے لیے متعین کی ہیں

لیکن ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی اس رائے کے خلاف اخبارات میں مغرب زدہ خواتین کی طرف سے جو بیانات شائع ہو رہے ہیں، انہیں دیکھ کر اور پڑھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ــــ قرآن کا مفہوم نہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھا جن پر قرآنِ کریم نازل ہُوا اور جس کی تبیین و تشریح آپ کی ذمہ داری بتلائی گئی وَاَنزَلنَا اِلَیکَ الذِّکرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیهِم (النحل-۴۴) نہ صحابہ کرامؓ نے سمجھا جن کے سامنے قرآنِ کریم نازل ہُوا اور جن کے اعمال و کردار سے ایک اسلامی معاشرہ تشکیل پذیر ہُوا۔

اور عہدِ رسالت مآبؐ و عہدِ صحابہ کرام رضؓ کے بعد ہم اسو سال سے اُمتِ مسلمہ جو کچھ سمجھتی آرہی ہے وہ بھی غلط ہے۔ قرآن کا مفہوم تو اب ان فیشن زدہ خواتین نے سمجھا ہے جن کے لیے سر پر دوپٹہ لینا بھی بار گراں ہے۔ اب یہ ہر شخص بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ قرآن کا وہ مفہوم صحیح ہے جو عہدِ رسالتمآبؐ سے لے کر آج تک علماء و فقہائے اُمت سمجھتے ہیں یا وہ مفہوم صحیح ہے جسے "اپوا" کی بیگمات پیش کر رہی ہیں؟

علاوہ ازیں "اپوا" کی ان بیگمات نے کراچی میں جس انداز میں مظاہرہ کیا ہے، اس سے اہلِ اسلام میں شدید اضطراب پیدا ہو گیا ہے۔

افسوس ہے کہ سنسر کی پابندی کی وجہ سے ہم اپنے جذبات کی پوری ترجمانی کرنے سے قاصر ہیں تاہم ہم روزنامہ "نوائے وقت" کا ایک ادارتی شذرہ ذیل میں نقل کر رہے ہیں جو اسی مظاہرۂ خواتین کے بارے میں لکھا گیا ہے۔ اخبار مذکور کے اداریہ نویس لکھتے ہیں :-

" اخباری اطلاعات کے مطابق خواتین کے ایک گروہ نے جس کی تعداد ۸۰ کے لگ بھگ تھی کراچی ٹیلی ویژن سٹیشن پر مظاہرہ کیا اور وفاقی کونسل کے ایک عالمِ دین رکن ڈاکٹر اسرار احمد کے ٹی وی سے ہفت روزہ پروگرام "الہدیٰ" کے خلاف احتجاج کیا۔ مظاہرہ کرنے والی ان خواتین نے اپنے ہاتھوں میں پلے کارڈ اور بینر اُٹھا رکھے تھے جن پر خواتین کو گھروں کی چار دیواری تک محدود رکھنے کے متعلق ڈاکٹر اسرار صاحب موصوف کے خیالات کی مخالفت کی گئی تھی۔

ایسے ہی مخالفانہ خیالات کا اظہار بیگم لیاقت علی خان، بیگم اصغری رحیم وغیرہ نے اخباری اطلاعات میں بھی کیا ہے۔ اول الذکر کے متعلق بہت عرصہ قبل ان کالموں میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ لیکن اب وہ عمر کے اس حصہ میں ہیں کہ ان کی بزرگی کے پیشِ نظر جواز کے باوجود مزید اظہارِ خیال کے بجائے خاموشی و تحمل ہی سے کام لینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ ویسے بھی یہ کالم اس مفصل بحث کے متحمل نہیں ہو سکتے کہ اسلام میں خواتین کے حقوق و فرائض کیا ہیں اور خواتین کے جس طبقے نے کچھ دن پہلے "اپوا" کے اجلاس میں بیگم لیاقت علی خان کی صدارت میں خواتین کی علیحدہ یونیورسٹی کے خلاف آواز بلند کی تھی، ان کا عام مطمحِ نظر کیا ہے؟

ہمیں جس بات نے کراچی میں خواتین کے اس مظاہرے کا نوٹس لینے پر مجبور کیا ہے، وہ متعلقہ اخباری اطلاع کا یہ حصّہ ہے کہ خواتین کے اس احتجاجی مظاہرہ کی قیادت گورنر سندھ اور مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر لیفٹننٹ جنرل ایس ایم عباسی کی بیگم صاحبہ کر رہی تھیں۔ خواتین کے حقوق و فرائض کے متعلق بیگم صاحبہ کے جو بھی خیالات ہوں، جب ایسے مظاہروں پر مکمل پابندی عائد ہے، تو یہ سوال ہر اعتبار سے جائز ہے کہ سندھ کی خاتونِ اوّل نے اس کا احترام کیوں ملحوظ نہ رکھا؟ تمام صوبائی حکومتوں کی طرف سے گاہے گاہے خبردار اور متنبہ کرنے کے انداز میں یہ اطلاع دی جاتی رہتی ہے کہ ہر قسم کے جلسوں، جلوسوں، مظاہروں وغیرہ پر پابندی عائد ہے۔ اس اطلاع کا باضابطہ اہتمام ابھی چند دن پہلے اس تعزیتی جلسے کے سلسلے میں بھی کیا گیا تھا جو کالعدم این۔ڈی۔پی والے ارباب سکندر خاں خلیل مرحوم کے سانحہ قتل پر اپنے رنج و غم کے اظہار کے لیے چوک یادگار پشاور میں کرنا چاہتے تھے اور اس انتباہ کی خلاف ورزی کی پاداش میں کئی گرفتاریاں بھی عمل میں لائی گئی تھیں۔ ایسے ہی معاملے کا اعادہ گزشتہ دن لاہور میں اساتذہ کے احتجاجی مظاہرہ کے سلسلے میں روا رکھا گیا، جنہیں سرکاری طور پر خبردار اور متنبہ کر دیا گیا تھا کہ جلوسوں مظاہروں پر پابندی عائد ہے اور وہ اس کی خلاف ورزی سے احتراز کریں۔ سوال یہ ہے کہ جس پابندی کی خلاف ورزی کا بڑا سخت اور فوری نوٹس پشاور اور لاہور میں لیا گیا۔ کراچی ٹیلی ویژن سٹیشن پر مظاہرہ کرنے والی خواتین کے معاملے میں اس کی خلاف ورزی سے کیوں چشم پوشی برتی گئی؟ کیا اس طرح یہ تاثر نہیں ہو گا کہ جن لوگوں کا تعلق قانون نافذ کرنے والوں سے ہو وہ بلاخوف قانون کو اپنے ہاتھ میں لے سکتے ہیں؟ اصولی طور پر اربابِ اختیار اور ان کے وابستگان کو قانون کا بے لاگ احترام کرنے میں سب سے آگے ہونا چاہیئے اور اگر معاملہ اس کے برعکس نظر آئے تو گلہ صرف قانون کی خلاف ورزی تک ہی محدود نہیں رہتا، اس شکایت تک بھی نوبت پہنچ جاتی ہے" توبہ فرمایاں چرا خود توبہ کمتر می کنند"

("نوائے وقت" لاہور)

بہرحال ہمارے خیال میں عورتوں کا مذکورہ مظاہرہ قرآن سے بغاوت کے مترادف ہے۔ اور اسلامی نظام کے نفاذ کی دعویدار حکومت کے دور میں قرآنی احکام کے خلاف

اس طرح کا اقدام اور اہلِ اقتدار کا اس پر سکوت یا اغماض کسی لحاظ سے بھی جائز اور مستحسن نہیں اور ہمیں ڈر ہے کہ کہیں ہم اس وعیدِ قرآنی کے مورد تو نہیں بن رہے؟

فليحذر الذين يخالفون عن امره ان تصيبهم فتنة او يصيبهم عذاب اليم۔

(الاعتصام، لاہور)

ہفت روزہ الاسلام، لاہور

خواتین کا نامناسب طرزِ عمل

کئی ماہ سے ملک کے مشہور دانشور ڈاکٹر اسرار احمد صاحب خطیب مسجد دارالسلام باغِ جناح لاہور، امیر تنظیم اسلامی، مدیر اعلیٰ ماہنامہ "میثاق" لاہور لاہور کے ٹیلی ویژن پروگرام "الہدیٰ" کے عنوان سے دینی احکام و مسائل اور درسِ قرآن پاک ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ ڈاکٹر صاحب موصوف ملک کی جانی پہچانی متعارف اور علمی شخصیت ہیں۔ موصوف کا امتیازی پہلو یہ ہے کہ وہ کسی فقہی نسبت کے بغیر خالص اسلامی اور دینی نقطہ نگاہ کی تبلیغ و اشاعت کے حامی و علمبردار ہیں۔ موصوف کا یہ ٹیلی ویژن پروگرام نہایت مستحسن، علمی، دینی، تبلیغی اور تحقیقی نقطہ نگاہ کا حامل تھا جسے تقریباً تمام حلقے استحسان کی نگاہ سے دیکھتے تھے ۔۔۔ موصوف کی دینی اور قرآنی خدمات کے پیشِ نظر ہی صدرِ پاکستان نے انہیں وفاقی کونسل کا رکن نامزد کیا تھا۔ گزشتہ دنوں ڈاکٹر موصوف نے ایک پروگرام میں عورتوں کے احکام و مسائل، حقوق و واجبات، فرائض اور ذمہ داریاں پیش کیں جو قرآنی اور دینی تعلیمات کا خلاصہ اور نچوڑ تھیں لیکن جدت پسند خواتین نے ڈاکٹر اسرار صاحب کے خلاف اسی ناکردہ گناہ کے جرم میں نہ صرف پریس میں محاذ آرائی شروع کر دی بلکہ سڑکوں پر نکل آئیں، تاکہ ٹیلی ویژن کے ذریعے

خواتین کے لیے اسلامی تبلیغ کے سلسلہ پر قدغن لگادی جائے اور اس دوران قابل صد احترام خواتین نے نہایت ہی نامناسب طرزِ عمل اختیار کر کے حکومت پر دباؤ ڈالنے کی مذموم مساعی کا آغاز کیا۔ یہ معلوم کر کے ہمیں بہت دُکھ ہوا کہ ان خواتین کے نامناسب طرزِ عمل میں ذمہ دار افسران کی بیگمات کو بہت دخل ہے جیساکہ میاں طفیل محمد، مولانا حامد میاں، مفتی محمد حسین نعیمی اور دیگر علماء کرام کے بیانات سے مترشح ہوتا ہے۔ ہم واشگاف الفاظ میں اپنی واجب الاحترام حکومت سے عرض کریں گے کہ اگر خواتین کے اس نامناسب طرزِ عمل سے متاثر ہو کر آپ نے اس مفید دینی پروگرام کو تبدیل کر دیا تو آئندہ دین کا کوئی معاملہ بھی خواتین سبوتاژ کر سکتی ہیں لہٰذا ڈاکٹر موصوف کا یہ پروگرام جاری رہنا چاہیئے اور سامعین کو اس سے استفادے کا موقع ملنا چاہیئے۔

(الاسلام، ۲ر اپریل ۱۹۸۲ء)

ھفت روزہ خُدّام الدین، لاھور

الھدیٰ

پاکستان ٹی۔وی سے "الھدیٰ" نامی پروگرام جو ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نشر کرتے ہیں ہمارے ملک کا مقبول ترین پروگرام ہے ہمیں بہت سے لوگوں سے ملنے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ اس پروگرام کی واقعی اہمیت ہے۔

ڈاکٹر صاحب مجلس شوریٰ کے ممبر بن گئے۔ شوریٰ کے اجلاس میں ان کی ایک تقریر کے بعض حصّوں پر ایک جماعت نے بڑی لے دے کی۔ اس کے بعد بعض اخبارات نے ان سے انٹرویو لیا۔ اس انٹرویو میں ڈاکٹر صاحب نے ایک سوال کے جواب میں یہ کہہ دیا کہ خواتین کو گھر کی چار دیواری میں رہنا چاہیئے۔ اس پر ملک میں لے دے شروع ہو گئی۔

"اپوا کی معزز اور شریف خواتین" نے ایک عدد جلوس نکال کر احتجاج کیا۔ ہمارا ماتھا ٹھنکا کہ اس دَور میں یہ جلوس؟ اور پھر اس میں گورنر کی اہلیہ بھی شامل ہیں۔

یاخدایہ کیاماجراہے؟ ان خواتین نے ٹی وی حکام سے ملاقات کی۔ ٹی وی حکام وفد میں گورنر کی اہلیہ کاشن کرچوکس ہوگئے اور انہوں نے ارشاد فرمایا کہ جناب یہ پروگرام تو پہلے ہی بند کر دیا گیا ہے۔

چلیے چھٹی ہوئی۔ پروگرام بند ہوگیا اور اس دور میں جبکہ اسلام کی باتیں بہت ہیں اور ریڈیو۔ وی کے لیے حکم ہے کہ جو وہاں آئے سر پر دوپٹہ اوڑھ کر آئے۔ اس ٹی۔وی پر شوریٰ کا ایک ممبر قرآن کی بات کہتا ہے تو چند "معزز خواتین" کے احتجاج پر دہ بند کر دیا جاتا ہے۔ فیا للعجب۔

اس صورتِ حال کے بعد ملک میں دوہرا ردِ عمل ہوا۔ اکثر و بیشتر لوگوں نے

جن میں ملک کے قابلِ احترام علماء رہنما اور مختلف تنظیمیں شامل تھیں، اس پر سخت غم و غصّے کا اظہار کیا۔ اس کو اسلام دشمنی قرار دیا۔ ان خواتین کے رویہ پر سخت احتجاج کیا اور لاہور کے بعض حضرات نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ ہم باقاعدہ "پے منٹ" کرکے اس پروگرام کو جاری رکھوائیں گے جبکہ ایک شرذمہ قلیلہ نے اپنے پرانے دکھوں کے پیشِ نظر ڈاکٹر صاحب کے طرزِ عمل کو انتہا پسندانہ کہا ہے۔ یہ نام نہاد مذہبی رہنما جنہوں نے یہ رویہ اختیار کیا، انتہائی نفرین کے مستحق ہیں۔

ہم انتظامیہ کے رویّہ پر سخت احتجاج کرتے ہیں۔ ٹی وی حکام کو عقل کے ناخن لینے کی تلقین کرتے ہیں اور جو نام نہاد مذہبی رہنما اس پر بغلیں بجا رہے ہیں انہیں خوفِ خدا کی تلقین کرتے ہیں کیونکہ آج ڈاکٹر صاحب کو اس المیہ سے دوچار ہونا پڑا، کل کسی دوسروں کو بھی اس قسم کی صورت حال پیش آسکتی ہے۔ دراصل ملک میں لادین عناصر جس طرح منظم ہو رہے ہیں اس کا سب کو سنجیدگی سے نوٹس لینے کی ضرورت ہے ورنہ کل کلاں یہاں خدا کا نام لینا جرم قرار پائے گا۔

(خدام الدین، لاہور)

عجز بہ قرآں ضیغمی روباہی است
فقر قرآں اصلِ شاہنشاہی است
فقر قرآں اختلاطِ ذکر و فکر
فکر را کامل [illegible]

پندرہ روزہ پاسبان - کوئٹہ

ہمارے خیالات

پروگرام "الہدیٰ" کو جاری رکھا جائے

پردہ کے بارے میں قرآن و سنت کا فرمان

صدر مملکت توجہ فرمائیں

پاسبان، کوئٹہ صوبہ بلوچستان کا ایک قدیم پندرہ روزہ دینی پرچہ ہے۔ اس کے ۴ اپریل کے شمارے میں شائع شدہ اداریہ کے چند اقتباسات پیش ہیں۔ (ادارہ)

"پاکستان کے اسلامی ملک میں مغربی کافرانہ افکار کی بے باکانہ یلغار دن بدن بڑھتی جا رہی ہے۔ کچھ دن ہوئے چند مغربی افکار کی حامل عورتوں نے حضرت مولانا ڈاکٹر اسرار احمد کے خلاف کراچی ٹی وی پر بغیر حق مظاہرہ کیا اور نعرہ بازی کی کہ عورتوں کو کھلے بندوں زیب و زینت کے ساتھ بازاروں، دفاتر، کلبوں و دیگر اداروں میں جانے سے نہ روکا جائے۔ اس سلسلہ میں انہوں نے اپنی صفائی میں اسلام کو استعمال کیا ہے اور مطالبہ کیا کہ جناب ڈاکٹر صاحب کو ٹی وی پر مواعظ حسنہ اور تفسیر قرآن کی اجازت واپس لی جائے۔ حالانکہ ڈاکٹر صاحب نے قرآن و سنت سے بیان دیا تھا کہ عورتوں کو مردوں کے ساتھ اختلاط اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا، گپیں اڑانا خواہ وہ دفاتر ہوں یا دیگر ادارے جائز نہیں۔ اللہ جل شانہٗ نے مردوں و عورتوں کے لیے الگ الگ دائرہ کار مقرر کر دیا ہوا ہے جو حجاب کی آیات نصِ قرآنی سے ثابت ہے۔"

"قرآن مجید میں صریحاً ارشاد فرمایا گیا ہے کہ اے پیغمبر کی بیویو! اپنے گھروں میں قرار پکڑو اور اپنی زیب و زینت کو ایامِ جاہلیت کی طرح نہ دکھاتی پھرو اور اگر کسی چیز یا بات کرنی ہو تو پردے میں کرو اور بات کرنے میں نرم لہجہ اختیار نہ کرو۔ یہ حکم ان کو ہو رہا ہے جو عفت و عصمت کا مرکز تھیں۔ اس حکم کے بعد امت کی قیامت تک

آنے والی عورتوں کے لیے کیا جواز باقی رہ جاتا ہے۔"

" یہ کہنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانہ میں عورتیں جنگوں میں جاتی تھیں اور زخمیوں کو پانی پلاتی تھیں۔ کیا وہ اس طرح زیب و زینت و بن ٹھن کے ننگے سر اور بال کٹوا کر بے حجاب جنگوں میں جاتی تھیں۔"

" کچھ عورتوں نے کہا ہے کہ علماؤں کی ایک جماعت نے مس فاطمہ جناح کی حمایت میں عورتوں تک کو لے کر بازاروں میں مظاہرے کیے۔ اس کا جواب یہ ہے (اس) جماعت نے یہ شدید غلطی کی تھی ...... اور اگر کوئی اسلام کا نام لے کر اپنی اغراض کو جائز قرار دے تو وہ بھی عنداللہ مجرم ہے۔"

" سوال یہ ہے کہ قرآن مجید اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حجاب کے بارے میں احکام ہیں یا نہیں تو اس کے لیے قرآن و سنت ہمارے سامنے ہے، جس میں عورتوں کو غیر مردوں کے سامنے ہونے سے صریحاً منع کیا گیا ہے۔ اشد ضرورت کے وقت وہ بھی چادر میں اپنے آپ کو ڈھانپ کر باہر کسی کام کے لیے جا سکتی ہیں۔"

"جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: المرأۃ العورۃ یعنی عورت سراپا پردہ کی چیز ہے۔ پھر فرمایا۔ کہ جب عورت باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کو لوگوں کے سامنے مزین کر کے دکھلاتا ہے اور مکروہ خیالات ڈالتا ہے۔" (مشکوٰۃ)

" ہمیں افسوس ہے کہ مسلمان کہلا کر قرآن و سنت کے احکامات کو تنگ نظری پر محمول کیا جاتا ہے اور جو قرآن و سنت کے احکام کو توڑ کر اپنی مرضی و منشا سے کام لیتا ہے اس کو ترقی پسند کہا جاتا ہے۔ ہمیں بتایا جائے کہ عورتوں کو کھلے بندوں برابری کے نام پر مردوں کی مجالس، دفاتر و دیگر اداروں میں ملازمتوں کا نام دے کر ایک شرعی حکم کی خلاف ورزی کرنا اور یہ کہنا کہ اس سے پاکستان ترقی کرے گا۔ اور اگر عورتوں کو ان کی مقرر کردہ شرعی پابندی کے حکم کی طرف واپس کیا گیا تو پاکستان پر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ جائیں گے۔ ہم نہیں سمجھتے وہ کیا مصیبت ہے جو پاکستان پر نازل ہو جائے گی بلکہ ہمارا دعویٰ ہے کہ عورتوں کو کفاروں کی طرح کھلے بندوں چھوڑنے سے پاکستان کو نقصان پہنچے گا۔ اس واسطے کہ اللہ و رسول کی نافرمانی سے اس کا غضب زود یا بدیر نازل ہو سکتا ہے۔"

" ہم صدر مملکت اور اُن کی حکومت سے کہتے ہیں کہ اسلامی احکام کے نفاذ میں جتنی دیر کی جائے گی پاکستان کے استحکام کے لیے بہتر نہیں ہوگا۔ سیدھا راستہ اللہ و رسول کی تابعداری و فرمانبرداری ہے۔ اس سے ہی ہمارا ملک عظمت و استحکام حاصل کر سکتا ہے اور سلامتی سے ہمکنار ہو کر دشمنان دین و پاکستان کا مقابلہ کر سکتا ہے۔"

ماهنامہ ترجمان الحدیث - لاہور

تصریحات

ٹیلی ویژن ہم تو دیکھتے نہیں اور نہ ہی دیکھنے کی تمنا ہے ۔ سنا تھا کہ اس کے پروگراموں میں کچھ اصلاحات ہوئی ہیں۔ اور اب "الہدیٰ" ایسے پروگرام بھی پیش کیے جارہے ہیں لیکن ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے نہ جانے کیا بات کہہ دی کہ "الہدیٰ" بند ہو گیا ۔ اس سلسلے کا عبرتناک پہلو یہ ہے کہ "تفریح" سے لے کر "الہدیٰ" تک کا سفر طے کرنے میں ہمیں کس قدر محنت کرنی پڑی۔ کتنی مدت صرف ہوئی ۔ اور انتظار کس درجہ صبر آزما تھا۔ لیکن "الہدیٰ" سے "تفریح" تک کا واپسی سفر اس قدر جلدی طے ہو گیا کہ احساس تک نہ ہو سکا۔ بس یوں کہ پلک جھپک دی جائے ۔ اِک شور اٹھا، اِک جلوس نکلا اور "منزل" سامنے آگئی۔ یا ذرا واضح الفاظ میں یوں سمجھیے کہ جب سے ٹیلی ویژن منظر عام پر آیا ہے جبھی سے اس کے ذریعے فحاشی کا پرچار جاری ہے ۔ اس دوران کتنے احتجاج ہوئے جو بے سود رہے، کتنی آوازیں اٹھیں جو صدا بصحرا ثابت ہوئیں اور کتنے مصلحین تھے جو جگر تھام لینے پر مجبور ہو گئے ۔ جواباً ایک ہی نظریہ کام کر رہا تھا کہ قوم سے اس کی تفریح کا حق چھینا نہیں جا سکتا۔ چنانچہ اس "تفریح" کا سلسلہ آج تک جاری ہے۔ ہاں اس کا جواز فراہم کرنے کے لیے "الہدیٰ" وغیرہ کے ذریعے کچھ دردِ دل رکھنے والوں کے دل بہلاوے کا سامان مہیا کر دیا گیا۔ لیکن نتیجہ کیا نکلا؟ ۔ قوم سے تفریح کا حق تو نہ چھینا جا سکا، لیکن "الہدیٰ" چھین لیا گیا ۔ قوم کے ان ہمدردوں سے پوچھیے کہ وہ قوم سے کیا نہ چھین سکے اور کیا چھین لینے میں کامیاب ہو گئے؟ ۔ لوگوں کو بے خدا بنا کر انہیں طاغوت آشنا کرنے والو! اس وقت کا انتظار کرو جب تمہیں رب العزت کے سامنے پیش ہو کر اپنے اعمال کے لیے جواب دہ ہونا پڑے گا ۔ اور یہ وقت بہت قریب ہے۔ بہت ہی قریب۔ فینبئکم بما کنتم تعملون - پھر دودھ کا دودھ پانی کا پانی نکھر کر

سامنے آجائے گا!۔

ریڈیو، ٹیلی ویژن بلاشبہ مؤثر ذرائع ابلاغ ہیں اور ان کے تعمیری پروگرام ملک کے لیے مفید ثابت ہوسکتے ہیں، لیکن اس کے ساتھ یہ بھی تسلیم کیجیے کہ ان کے تخریبی پروگرام قوم کے لیے زہرِ قاتل بھی ہیں — اس موقع پر ہمیں وہ بات یاد آرہی ہے جو ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے شائقین اس کا جواز پیش کرنے کے لیے اکثر و بیشتر لکھتے اور سناتے رہتے ہیں کہ شروع شروع میں علماء نے ریڈیو کے متعلق اس تاثر کا اظہار کیا تھا کہ "اس میں شیطان بولتا ہے"، لیکن جب ان علماء نے ریڈیو سے تلاوتِ کلامِ پاک سُنی تو وہ بھی اس کے جواز کے قائل ہوگئے — اور موجودہ حالات میں اگر اسی واقعہ کو بنیاد بنا کر حقیقتِ حال کا جائزہ لیا جائے تو یہ فیصلہ کرنا مشکل نہ ہوگا کہ اس میں شیطان بولتا ہے یا نہیں؟ اور علماء کا پہلا تاثر صحیح تھا یا غلط؟ — صبح صبح ریڈیو سے کلامِ پاک کی چند آیات کی تلاوت و تفسیر سے باقی سارے دن کی بیہودگیوں کے لیے سندِ جواز تو مہیا نہیں ہوجاتی، بلکہ اس میں تو اس مقدس کلامِ الٰہی کی توہین کا پہلو نکلتا ہے — کیا خیال ہے، اگر ریڈیو سے "ولا تقربوا الفواحش ما ظهر منها وما بطن" کہ (ظاہری اور باطنی فواحش کے قریب بھی نہ پھٹکو) آیتِ مقدسہ تلاوت کی جائے اور پھر اس کے فوراً بعد اسی ریڈیو سے فلمی گانوں اور ساز و آواز کا سمع خراش سلسلہ شروع ہوجائے جو رات گئے تک جاری رہے — الّا یہ کہ درمیان میں چند منٹوں کے لیے تلاوتِ کلامِ پاک یا کسی اصلاحی پروگرام کے ذریعے ان بے ہودگیوں کے لیے کچھ "تقریباتِ جواز" بھی منعقد کرلی جائیں تو کیا یہ کلام اللہ کی توہین اور اہلِ ایمان کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے مترادف نہیں ہے؟ — ہم واضح لفظوں میں یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ان پروگراموں کو ترتیب دینے والوں کی حیثیت ان لوگوں سے مختلف نہیں جن کے متعلق قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

"يُخَادِعُونَ اللَّهَ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَمَا يَخْدَعُونَ إِلَّا أَنفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ!"

کہ "یہ (اپنے زعمِ باطل میں) اللہ اور اس پر ایمان لانے والوں کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں، مگر درحقیقت وہ خود ہی اپنے فریب کا شکار ہو رہے ہیں!"

اندریں حالات ہم ریڈیو، ٹیلی ویژن کو دیکھنے سننے کے متحمل نہیں ہو سکتے اور اسی لیے ہمیں یہ معلوم نہ ہو سکا کہ ڈاکٹر اسرار صاحب نے "الہدیٰ" میں کیا کہہ دیا اور اس پر طوفان کیوں بپا ہوا؟ — لیکن اب جبکہ اخبارات کے ذریعے حالات کا علم ہو چکا ہے تو یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اگرچہ بقول صدرِ مملکت "ڈاکٹر اسرار احمد اتھارٹی نہیں ہیں" تاہم جو بات انہوں نے کہی ہے وہ بلاشبہ اتھارٹی ہے کہ عورتوں کا گھر میں رہ کر ہی اپنے معاشرتی و منصبی فرائض سرانجام دینا نہ صرف مناسب ہے بلکہ یہ قرآنی حکم بھی ہے:

وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاهلية الاولیٰ!"

کہ "عورتیں اپنے گھروں میں ٹھہری رہیں اور دورِ جاہلیت کی طرح بناؤ سنگار کرکے اور بن ٹھن کر (باہر نہ نکلیں)!"

لہٰذا یہ ہنگامہ دراصل ڈاکٹر صاحب کے خلاف نہیں، کلام اللہ کے خلاف احتجاج اور اللہ ربّ العزّت کے فرامین سے بغاوت ہے — تو پھر اسلام کا لیبل چپکائے رکھنا کیوں ضروری ہے اور اس خالقِ کائنات کی کائنات میں رہ جانا بھی کیوں گوارا کر لیا گیا ہے؟

— بات دراصل حقوق و فرائض کی نہیں ہو رہی، کہ اس کے لیے تو یہی کہہ دینا کافی ہے کہ خدا تعالےٰ اپنے بندوں پر مہربان ہیں - رؤف الرحیم ہیں، وما ربّك بظلام للعبيد، وہ اپنے بندوں پر ظلم نہیں فرماتے — اور اللہ ربّ العزّت نے جو جو پابندیاں مرد و زن پر عائد فرمائی ہیں وہ ہماری سمجھ میں آئیں نہ آئیں ہمارے حق میں مفید بھی ہیں اور حکمت سے بڑھ کر رحمت بھی! — اس وقت مسئلہ اخلاق و کردار اور خواہشاتِ نفسانی کو کنٹرول کرنے یا انہیں راہ دینے کا ہے — لہٰذا محترم خواتین تسلیم کریں یا نہ، وہ لوگ یقیناً ان کے ہمدرد نہیں کہ جنہوں نے عورت کو ایک کھلونا بنا رکھا ہے اور ان چھپے موتیوں کو سنگریزے سمجھ کر سڑکوں پر

اور گلیوں میں مردوں کے پاؤں کی ٹھوکروں میں پھینک دیا ہے، بلکہ ان کے ہمدرد وہ ہیں جو عورت کو ماں، بہن اور بیٹی کی حیثیت سے محترم، مقدس اور عزیز خیال کرتے ہوئے اُسے ایک باعزت مقام پر پُروقار دیکھنا چاہتے ہیں — لہٰذا جو لوگ عورت کے لیے اس کے اپنے گھر کو بہتر خیال کرتے ہیں اور اسے دفاتر میں بٹھا کر غیر مردوں کی پُرہوس نگاہوں سے بچانا چاہتے ہیں، ان کا مقصد انہیں گھروں میں مقید کرنا نہیں جیسا کہ بعض غلامانِ نفس پروپیگنڈا کر رہے ہیں۔ بلکہ ان کے پیشِ نظر عورت کا وہ تقدس اور احترام ہے جس کو وہ اپنی ماؤں، بہنوں، اور بیٹیوں کے لیے ضروری خیال کرتے ہیں — اور اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ انہیں عائشہ صدیقہ رض، خدیجۃ الکبریٰ رض اور فاطمۃ الزہرا رض (وغیرہن) عورتیں ہونے کے باوجود عظمتوں کے آسمان پر ایسے روشن ستارے دکھائی دے رہی ہیں کہ جو اپنے کردار و عمل سے صرف حوا کی بیٹیوں ہی کی نہیں آدم کے بیٹوں کی بھی تا ابد رہنمائی کرتی رہیں گی! — کیا عورت کے لیے یہی فخر کم ہے کہ اس نے پیغمبروں کو جنم دیا اور گودوں کھلایا ہے؟ — اور اگر بات مقام و مرتبہ ہی کی ہے تو سن لو کہ ایک بدکار مرد سے ایک صالحہ عورت ہزار درجہ بہتر ہے — لیکن جس راستہ پر آج کل کی مغرب زدہ خواتین چل نکلی ہیں یہ راستہ ان کے خدا کی طرف نہیں جاتا، بلکہ یہ انہیں ان ہولناک ویرانوں میں دھکیل دے گا جہاں سے واپس آجانا ان کے بس کی بات نہیں رہے گی — کہ فطرت سے بغاوت کا نتیجہ ہلاکت کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوتا۔ وما علینا الا البلاغ

(ترجمان الحدیث، لاہور)

بقیہ ص ۱۲۹

نتائج دیکھ لینا کہ فضل و شرف، عصمت و عفت اور ادب و تہذیب کی دھجیاں کس طرح بکھریں —

ڈاکٹر مصطفےٰ احسنی السباعی نے اپنی کتاب" المرأۃ بین الفقہ والقانون" میں ان تمام افکار و نظریات کو نقل کیا ہے۔

اگر ہم یورپین مفکرین کے خیالات و افکار کو تفصیلاً بیان کریں تو اس سے بات بہت لمبی ہو جائے گی۔ بات کو ذہن نشین کرنے کے لیے اتنا اشارہ ہی کافی ہے۔

خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ

(صحیح بخاری)

قرآن کیا چاہتا ہے؟

یہ کہ

- اس پر ایمان لایا جائے
- اسے پڑھا جائے
- اسے سمجھا جائے
- اس پر عمل کیا جائے
- اور اسے دوسروں تک پہنچایا جائے

منجانب

Rizwan Textile Industries

MANUFACTURERS, IMPORTERS & EXPORTERS

RAILWAY ROAD, KASUR - PAKISTAN

Phones: Office : 484
Mills : 490, 936
Lahore : 853395, 853542

CABLE : RIZWANTENT
Bankers : HABIB BANK LT

THE ORIGINAL
Coca-Cola
Have a Coke and a smile.
"COCA-COLA" AND "COKE" ARE THE REGISTERED TRADE-MARKS WHICH IDENTIFY THE SAME PRODUCT OF THE COCA-COLA COMPANY.
paragon

افکار و آراء

ملک کے چند مقتدر علمائے دین اور اہل دانش و بینش کے "پردہ" "الہدیٰ" اور خواتین کے مظاہرے پر تاثرات وخیالات

دارالعلوم جامعہ نعیمیہ لاہور کے ناظم اور وفاقی کونسل کے رُکن

مفتی محمد حسین نعیمی کے تاثرات

مارشل لار حکومت میں خواتین کا احتجاجی جلوس تخریب کاری میں داخل ہے۔
موجودہ حکومت اپنے قانون کی خلاف ورزی خود کرا رہی ہے۔
صوبائی گورنر کی اہلیہ کا خلافِ قانون جلوس کی قیادت ایک سنگین جرم ہے خواتین کے حقوق و فرائض کا تعین اسلام نے بہتر طریقہ پر کر دیا ہے خواتین کا تقدس جتنا اسلام نے قائم رکھا ہے کسی دوسرے نظام میں ہرگز موجود نہیں ہے۔ خواتین اپنے حقوق جو اسلام نے ان کو دیئے ہیں انکا مطالبہ کرتی ہیں۔
جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے خواتین کے فرائض بتلائے تھے ضرورت یہ ہے کہ خواتین کو اپنے فطری اور دینی فرائض ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔
حقوق کا معاملہ فرائض کی ادائیگی کے بعد ہوتا ہے۔
ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے خلاف خواتین کے احتجاج کی وجوہات سیاسی ہیں الہدیٰ کا پروگرام بند کرانے والے بھی اس سازش میں شریک ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اس طرح کے مزید دینی پروگرام مستقل طور پر ذرائع ابلاغ میں پیش کئے جائیں۔

مفتی محمد حسین نعیمی ناظم دارالعلوم جامعہ نعیمیہ لاہور

اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن اور ممتاز عالم دین

مفتی سیاح الدین کاکاخیل سے

نمائندہ جسارت کراچی کے انٹرویو کا ایک اقتباس

عورت کا اصل مقام اسکا گھر ہے، وہ بچوں کی جسمانی اخلاقی اور روحانی پرورش کی ذمہ دار ہے

س : مفتی صاحب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے خواتین کے بارے میں جو کچھ کہا تھا اور اب اپنی تقریروں میں تفصیلات بیان کر رہے ہیں کیا آپ اس بارے میں کچھ فرمائیں گے کہ شرعی مسئلہ کی حیثیت سے ڈاکٹر اسرار صحیح کہہ رہے ہیں۔ یا احتجاجی مظاہرہ کرنے والی خواتین کا موقف درست اور قرآن و سنت کے مطابق ہے۔

ج ۔ ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے جو کچھ اُس وقت کہا اور پھر اُس کے بعد اب تک اخبارات میں ان کی طرف سے جو کچھ آیا ہے اور میں نے پڑھا ہے وہ بالکل درست ہے۔ قرآن و حدیث اور اجماعِ سلف کو پیشِ نظر رکھ کر ایک مسلمان وہی کچھ سمجھتا ہے اور یہی کچھ کہہ سکتا ہے اور جن خواتین نے اس حق گوئی پر احتجاجی مظاہرہ کیا یا جو مغرب زدہ مرد اور خواتین اس قسم کے مظاہرے بجا سمجھتی ہیں وہ حدود اللہ کو یقیناً توڑنے والی ہیں۔ اُن کے پیشِ نظر قرآن و حدیث نہیں بلکہ یورپ و امریکہ کی مادہ پرستانہ تعلیمات اور وہاں کا عمل ہے۔ قرآن کی رو سے عورت کے لئے مستقل طور پر اس کا مقام اس کا گھر ہے وہ چراغِ خانہ ہے شمع محفل نہیں اس سے اس کا اپنا گھر روشن ہونا چاہیئے۔ گھر کو چھوڑ کر غیر محرم مردوں کی محفل کو روشن کرنا اُس کا دائرہ کار نہیں ہے وہ گھر کی مالکہ ہے۔ اُس کے ذمہ اصل کام یہ ہے کہ وہ گھر کو سنبھالے شوہر کے لئے اُسے گھر کو اس

رح آباد رکھنا چاہیئے کہ وہ کام کاج سے تھکا ماندہ آکر اس گھر میں سکون پاسکے
س کی ذمہ داری یہ ہے کہ بچوں کی تعلیم و تربیت کرے۔ ان کی جسمانی اخلاقی اور
وحانی پرورش کا خیال رکھے۔ بچوں کی سادہ فطرت کو کسی خاص رُخ کی طرف موڑنے
کا کام بھی آغازِ طفولیت میں ماں ہی کیا کرتی ہے یہ جو کہا جاتا ہے کہ بچے کے لئے
پہلا مدرسہ ماں کی آغوش ہے بالکل درست ہے ہاں کسی ضرورت کے موقع
پر ایک عورت گھر سے نکل کر کہیں آجا سکتی ہے۔ مگر ایسے مواقع کے لئے قرآن مجید
نے اُس کو صاف و صریح ہدایات دی ہیں کہ وہ بن ٹھن کر باہر نہ نکلے اور حضورؐ
کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آپؐ اپنی بیویوں کو اپنی صاحبزادیوں کو اور تمام مومنین
کی عورتوں کو یہ کہہ دیجئے کہ باہر نکلتے وقت لمبی لمبی چادریں اپنے اوپر لٹکا لیا کریں
جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ وہ سر کو چہرے کو اور سینے کو اچھی طرح ڈھانپ لیں
کسی غیر مرد سے ضرورت کے موقع پر گفتگو بھی اس انداز کی ہو کہ اس میں ذرا بھر
بھی کسی قسم کی لچک نہ پائی جائے اور اگر ضرورت کے موقع پر کوئی چیز لینی دینی ہو تو
پردے کے پیچھے سے چیز کا لین دین کرے۔ احادیث میں اس کی مزید تفصیلات
پائی جاتی ہیں۔ پردہ کے مسئلہ پر ایک جامع کتاب جس میں روایت و درایت
دونوں طرح سے خوب واضح کر کے سمجھایا گیا ہے، مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی
رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "پردہ" ہے جس میں مسئلے کے تمام گوشے خوب اچھی
طرح واضح کئے گئے ہیں۔ (ماخوذ جسارت ۲۸ اپریل ۸۲ء)

مکتوب مولانا عبدالقادر صاحب آزاد

خطیب بادشاہی مسجد۔ لاہور

محترم قیم صاحب تنظیم اسلامی۔ سلام مسنون! مزاج گرامی!

آپ کا والا نامہ موصول ہوا۔ تیس چالیس ہزار افراد نے جس جوش و خروش
سے یہ قرارداد بادشاہی مسجد میں پاس کی وہ منظر دیدنی تھا۔ میں نے اس سے

قبل آٹھ روز تک اخبار نہیں دیکھا چونکہ میں اپنے نجی تبلیغی دورہ پر میانوالی کے دیہات میں گیا ہوا تھا۔ جمعہ کی صبح اخبار میں یہ خبر دیکھی سخت صدمہ ہوا۔ اور دینی جذبہ اور اپنی اسلامی ذمہ داری کے تحت مجھے یہ تقریر اور قرارداد عوام کے سامنے پیش کرنی پڑی۔ اپنی افتاد طبع کی وجہ سے عرصہ دراز سے فقیر اخبارات سے کٹا ہوا ہے۔ بات ذمہ داروں تک پہنچ گئی اخبارات میں نہ پہنچا سکا نہ بھیجنے کا ارادہ ہے ہر رات ایک تقریر ملک کے کسی کونے میں کرنا قسمت میں لکھی ہے اور ہر تقریر میں راقم الحروف یہ قرارداد پیش کر رہا ہے میرا اسلام ڈاکٹر صاحب کو پہنچا دیں۔ خداوند قدوس سے دعا ہے کہ وہ ان کی تبلیغی مساعی کو شرف قبولیت بخشے اور انہیں پیش از پیش خدمت کی توفیق مرحمت فرمائے آمین۔

سید محمد عبدالقادر آزاد

مکتوب خواجہ محمد بشیر بٹ ایڈووکیٹ ہائی کورٹ

ڈاکٹر اسرار احمد اور پروگرام الہدیٰ

ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے اخباری انٹرویو کے خلاف کچھ خواتین کے احتجاج پر اس اہم پروگرام سے ڈاکٹر صاحب کو علیحدہ کرنے کی اطلاعات نہایت تشویشناک اور افسوسناک ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے اس پروگرام کے ذریعہ پچھلے ایک سال میں قرآن پاک کی تعلیمات کا نہایت ہی بلیغ اور سائنٹیفک انداز میں درس دیا ہے۔ ان کا پروگرام اندرون ملک اور آس پاس بھی مقبول ہے خصوصاً پڑھے لکھے لوگ نہایت شوق اور انہماک سے باقاعدگی سے اسے دیکھتے ہیں اور اس سے فیض یاب ہوتے ہیں ڈاکٹر صاحب نے ٹی وی پر کوئی متنازعہ بات نہیں کہی۔ اُن کا پروگرام پہلے سے ریکارڈ ہوتا ہے اور ٹیلی ویژن والے اسے چیک کر کے ٹیلی کاسٹ کرتے ہیں۔ لہٰذا ٹی وی پروگرام سے اُن کی علیحدگی کا

کوئی جواز نہیں - اخباری انٹرویو کا جواب متعلقہ حلقوں نے اخباری بیانات کے ذریعہ دے دیا ہے - اسلیئے ٹیلیویژن کے ارباب بست وکشاد کو چاہیئے کہ وہ ڈاکٹر صاحب کو ٹیلی ویژن کے ذریعہ اسلامی نظام کے مطابق درسِ قرآن جاری رکھنے دیں. کیونکہ پروگرام الہدیٰ اور ڈاکٹر صاحب لازم وملزوم ہو گئے ہیں جس طرح پروگرام نیلام گھر کے لئے باوجود کچھ لوگوں کے اعتراضات کے طارق عزیز صاحب کو لازم وملزوم سمجھا جاتا تھا - اور یہ پروگرام چھ سال کے طویل عرصہ تک چلا گیا - اس میں شک نہیں کہ ملک میں ڈاکٹر صاحب کے علاوہ بھی بہت بڑے بڑے عالم دین موجود ہیں جو بریلوی، دیوبندی - اہل حدیث مکاتب فکر اور فقہ جعفریہ سے تعلق رکھتے ہیں مگر ڈاکٹر صاحب کا اپنا اچھوتا اور منفرد انداز بیان ہے جو عالمانہ اور فاضلانہ ہونے کے ساتھ ساتھ دلنشیں اور اس میں فرقہ وارانہ خیالات اور تعصب کا شائبہ تک نہیں - ڈاکٹر صاحب کی ٹی وی سے علیحدگی سے یقیناً اسلام دوست عوام میں مایوسی پیدا ہوگی جن کی ملک میں غالب اکثریت ہے اور موجودہ حکومت جو ملک میں اسلامی نظام اور تعلیمات کی ترویج کی داعی ہے کے لئے یہ فیصلہ نہایت بدنامی کا باعث ہوگا -

ڈاکٹر صاحب نے اپنے اخباری انٹرویو میں جو بات کہی کہ اسلامی معاشرہ میں خواتین کا اصل مقام گھر کی چار دیواری ہے تو یہ کوئی غلط بات نہیں - اس کا یہ مطلب نہیں کہ خواتین ذاتی - خاندانی یا قومی ضروریات کے تحت گھر سے باہر نہیں نکل سکتیں - اگر خواتین گھر سے باہر کوئی کام سرانجام دیں تو پھر بھی خاندان اور معاشرہ کی تعمیر میں اُن کے بنیادی فرائض کے لحاظ سے اُن کا اصل مقام گھر ہی ہوگا. عہدِ رسالتؐ اور عہدِ خلافت میں خواتین نے ضرورت کے وقت گھر سے باہر بھی خدمات سرانجام دی ہیں - مگر اُن کی فطری ذمہ داریوں کے لئے اُن کا اصل مقام گھر کی چار دیواری ہی رہا - ایک خاتون کا سب سے بڑا اعزاز ماں ہونے کا اعزاز ہے - اسلام میں عورت کا مقام بطور بیٹی بہن اور بیوی کے بھی افضل ہے - اسلام نے عورت کو جائیداد کی ملکیت کا حق دیا اُسے باپ کے خاندان کے علاوہ خاوند اور اس اولاد سے بھی وراثت کا حق دیا ہے -

اسلام نے عورت کو حق المہر دیا جسے خاوند کے ترکہ پر
تجہیز و تکفین کے اخراجات کے بعد پہلا بار قرار دیا گیا اُسے حق نان نفقہ بھی دیا گیا یہ
وہ حقوق ہیں جو کسی اور مذہب نے عورت کو نہیں دیتے مگر اسلام نے عورت کو فطری
تقاضوں اور معاشرہ کی بھلائی کے لئے گھر داری اور بچوں کی مناسب نشوونما اور
تربیت کی ذمہ داری بھی سونپی ہے اِسی لئے گھر کو اُس کا اصل مقام قرار دیا ہے۔
کیا عورت کے لئے یہ کوئی کم اعزاز ہے کہ وہ ماں ہے جسے اسلام سب سے زیادہ اہمیت
دیتا ہے اور جنت کو ماں کے قدموں میں قرار دیتا ہے

حقیقت یہ ہے کہ دنیا میں انسانی رشتوں میں سب سے اہم اور پیارا رشتہ
ماں کا رشتہ ہے۔ پنولین نے کہا تھا کہ مجھے اچھی مائیں دو۔ میں آپ کو ایک اچھی
قوم دُوں گا۔

خواتین خاندان اور معاشرہ کی ضروریات اور قومی تقاضوں کے تحت گھر
سے باہر بھی اسلامی اخلاقی حدود کے اندر رہ کر اور حیادار لباس پہن کر کام
کر سکتی ہیں اور اسلام انہیں ہر وقت گھر چار دیواری میں مقید نہیں کرتا۔ مثلاً:
لڑکیوں کی تعلیم کے لئے خواتین اساتذہ۔ عورتوں کے علاج معالجہ کے لئے
خواتین ڈاکٹر اور نرسیں۔ خواتین کے ملبوسات کی تیاری کے لئے خواتین
ماہرین ملبوسات، خواتین ملزموں کیلئے خواتین پولیس کا عملہ۔ خواتین کے مسائل،
افکار و خیالات کے اظہار کے لئے خواتین صحافی اور ادیب، خواتین کے عائلی
معاملات کے لئے خواتین وکلا۔ ریڈیو ٹیلیویژن کے بعض شعبوں
کے لئے اسلامی اخلاقی حدود کے اندر خواتین پر مشتمل عملہ۔ خواتین سے متعلق
سول ڈیفنس کی ضروریات کے لئے خواتین، رضا کار۔ گھریلو دستکاریوں، ہوزری
کھلونوں کی صنعت اور دیگر کئی شعبوں میں خواتین کی موجودگی ایک قومی ضرورت
ہے۔ جس سے کسی طرح مفر نہیں۔ نیز جب تک معاشرہ میں صحیح طور پر اسلامی نظام
مکمل طور قائم نہ ہو۔ جس میں ہر شخص کی بنیادی ضروریات کی ذمہ دار حکومت ہوتی
ہے اِس وقت تک بیوگان اور معذور اور نادار لوگوں کی خواتین کو مجبوراً اپنی معاشی
ضروریات پورا کرنے کے لئے گھر سے باہر بھی کام کرنا پڑے گا جو ایک اضطراری

ضرورت ہے مگر باوجود اس کے ایسی تمام ملازمت پیشہ اور کارکن خواتین کا اصل مقام اور بنیادی ذمہ داری اور فرائض کا محور و مرکز گھر ہی ہوگا۔ جہاں وہ گھرداری اور بچوں کی نشوونما اور تربیت کا اہم فرض ادا کر کے اپنے خاندان اور قوم کی نہایت اہم خدمت سرانجام دیں گی کیونکہ اچھے گھر اور اچھی اولاد سے ہی اچھا معاشرہ اور اچھی قوم وجود میں آتی ہے۔ (وماعلینا الا البلاغ)

خواجہ محمد بشیر بٹ ایڈووکیٹ ہائی کورٹ۔ سابق صدر ڈسٹرکٹ بار ایسوسی ایشن بٹ سٹریٹ بہاولنگر۔ **ماخوذ از چٹان۔لاہور**

مکتوب جناب شیر بہادر خاں پنی

محترمی السلام علیکم

"الہدیٰ" کی کامیابی اور مقبولیت پر ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہوں۔

مولانا ابوالکلام آزادؒ نے "الہلال" میں ایک دفعہ لکھا تھا۔ "درخت سب بوتے ہیں لیکن ہر شخص کے نصیب میں نہیں ہوتا کہ پھل بھی کھائے۔ بس نہایت مبارک ہے وہ ہاتھ جو تخم پاشی کے بعد اپنے دامن میں اس کے پھلوں کو بھی دیکھے"

آپ کے ہاتھ مبارک ہیں جن کی تخم پاشی کا نتیجہ سامنے ہے۔ اس پروگرام کی کامیابی اور اثر و رسوخ کا اندازہ ہر طبقہ کی طرف سے اظہارِ تعریف و توصیف سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔ ؎

یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں

بے شمار زبانیں، اس کی تعریف میں زمزمہ سنج اور بے شمار قلم اس کی توصیف کی تحریر میں مصروف کار ہیں اور ایسے زمانہ میں کہ اکبر کو کہنا پڑا تھا کہ

کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانہ میں!

یہ ایک معجزہ ہے، اور آوازۂ خلق کو نقارۂ خدا کہا گیا ہے۔ لہٰذا اس کو دربار خداوندی میں مقبولیت کا اعلان سمجھنا چاہیے۔ خدا نے آپ کی سعی کو اتنی

جلدی مشکور فرمایا ۔ مبارک ہو!

اگرچہ چند مستورات نے اپنی کج نظری و کج روی سے اعتراضات کئے تو یہ اُن کی بدنصیبی ہے ۔ آپ بیش از پیش ۔ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ ۔ پر عمل درآمد فرمائیں ۔

اُمید ہے مزاجِ گرامی بخیر ہوگا ۔

والسلام
طالب دُعا
شیر بہادر خاں پنی
دارالشفاء ، ایبٹ آباد

الہدیٰ کی بندش کے اعلان پر راغب مرادآبادی صاحب کا

فی البدیہہ قطعہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کیا ہدایت ہو الہدیٰ سے اُنہیں ذہنیت جن کی ہندوانہ ہے
سوچتے ہوں گے ڈاکٹر اسرار یہ زمانہ بھی کیا زمانہ ہے

راغب مرادآبادی ۱۳/۴/۸۲

قرآن ـــــ معیارِ حق و باطل اور

سُنّت ـــــ صراطِ مستقیم کا عملی نمونہ ہے

آزادیٔ نسواں

خواتین کے مظاہرہ پر منظر وارثی کی فکر انگیز پیغام کی حامل ایک نظم

شعلے کی طرح کیوں سرِ بازار نکل آئی
کس نے تجھے بھڑکایا ہے اے دخترِ اسلام
سر اپنا جھکاتی ہے تو اللہ کے آگے
اور ہاتھ میں پتھر کے صنم لیکے اٹھی ہے
کھائیں در و دیوار قسم تیری حیا کی
گردن میں مگر زلف کا خم لیکے اٹھی ہے
چادر بھی بدن پہ ہے لپٹی ہوئی لیکن
آزادیِ نسواں کا علم لیکے اٹھی ہے
یہ اپنی روایات کو تو نے کیا زندہ
یا میتِ آدابِ حرم لیکے اٹھی ہے
کردار پہ کیوں چھاپ ہو مغرب زدگی کی
جب فاطمہ و رابعہ بصری ہے ترا نام
اے دخترِ اسلام

لگتی ہے کلی کتنی بھلی شاخِ چمن پر
ہاتھوں میں پہنچ کر کوئی قیمت نہیں رہتی
جو شمع سرِ عام لٹاتی ہے اجالے
اُس شمع کی گھر میں کوئی عزت نہیں رہتی
تسلیم کہ پردہ ہوا کرتا ہے نظر کا
نظروں میں بھی برداشت کی قوت نہیں رہتی
مردوں کے اگر شانہ بشانہ رہے عورت
کچھ اور ہی بن جاتی ہے عورت نہیں رہتی
جھانک اپنے گریبان میں کیا ہو گیا تجھکو
حیرت سے تجھے تکتا ہے آئینۂ ایام
اے دخترِ اسلام

خود اپنی جڑوں پر ہی چلاتی ہے درانتی
بربادیِ احساس کو مانگ رہی ہے
کب بخشی گئی ہیں تجھے آزادیاں اتنی
جو حق ہی نہیں تیرا وہ تو مانگ رہی ہے
میں تو ترے ماتھے پہ پسینہ بھی نہ دیکھوں
مجھ سے مری غیرت کا لہو مانگ رہی ہے
ٹھنڈک کہا آنکھوں کی تجھے میرے نبی نے
دریا پہ کھڑے ہو کے سبو مانگ رہی ہے
وہ رتبۂ عالی کوئی مذہب نہیں دیتا
کرتا ہے جو عورت کو عطا مذہبِ اسلام
اے دخترِ اسلام

(ماخوذ از مشرق لاہور)

جنرل ٹائر
پاکستان
جنرل ٹائر
ٹرک ڈرائیوروں کے آزمودہ
بس ڈرائیوروں کے پسندیدہ
ٹی آر TR ، ایچ سی ٹی HCT اور ڈی سی ایل DCL —
ٹی آر TR ، ایچ سی ٹی HCT اور ڈی سی ایل DCL
ٹرک ڈرائیوروں کے آزمودہ ، بس ڈرائیوروں کے پسندیدہ
جنرل ٹائر
جنرل ٹائر اینڈ ربر کمپنی آف پاکستان لمیٹڈ
Prestige

خواتین کے مظاہرے، الہدیٰ کی بندش اور "پردہ" کے مسئلے پر ملک کے معروف

روزناموں کے اداریے تبصرے اور تراشے

ملک کے موقر روزنامہ جسارت کراچی کے دو اداریے

(۱) بسم اللہ ٹی وی پر تشریف لائیے

جمعرات کو کراچی میں بیگم اصغری رحیم صاحبہ کی قیادت میں ہمارے اونچے طبقے کی کچھ خواتین نے جن میں گذشتہ سال حج بیت اللہ سے مشرف ہونے والی گورنر سندھ کی اہلیہ بیگم یاسمین عباسی صاحبہ بھی بنفس نفیس شریک تھیں، ٹیلی ویژن اسٹیشن پر مظاہرہ کیا اور پروگرام "الہدیٰ" بند کرنے کا مطالبہ کیا جو ڈاکٹر اسرار احمد صاحب پیش کرتے ہیں۔ ان خواتین نے اسٹیشن منیجر کو اپنے جذبات واحساسات سے آگاہ کرتے ہوئے کہا کہ خواتین ان حقوق سے آگاہ اور واقف ہو گئی ہیں جو اسلام نے انہیں دیئے ہیں۔ اب انہیں کسی طور پر گمراہ نہیں کیا جا سکتا۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے اپنے ایک حالیہ انٹرویو میں طبّ اور تدریس کے سوا دوسرے تمام شعبوں سے خواتین کو الگ کرنے سے متعلق جو کچھ کہا ہے، اس پر ان خواتین نے شدید احتجاج کیا اور ڈاکٹر اسرار احمد کا اس دن کا پروگرام بھی پیش نہ کرنے پر اصرار کیا۔ اسٹیشن منیجر جناب برہان الدین حسن نے ان خواتین کو اطلاع بہم پہنچائی کہ جنرل منیجروں کی کانفرنس میں پہلے یہ فیصلہ ہو چکا ہے کہ آئندہ سہ ماہی سے "الہدیٰ" پروگرام بند کر دیا جائے گا اور اس کی جگہ "فہم قرآن" کے نام سے ایک نیا پروگرام شروع ہو گا جس میں صرف ایک مقرر کی بجائے مختلف علماء کو اظہارِ خیال کا موقع دیا جائے گا۔ انہوں نے خواتین کو بتایا کہ اس جمعرات کا پروگرام روکنا تو میرے اختیار میں نہیں البتہ آئندہ جمعرات کے بارے میں وہ لکھ کر بھیج دیں گے کہ اسے احتجاج کی وجہ سے بند کیا جا رہا

ہے اور یہ اعلان بھی کر دیا جائے گا کہ آئندہ سہ ماہی سے شروع ہونے والے پروگرام میں ڈاکٹر اسرار احمد شامل نہیں ہوں گے۔

ہمیں نہیں معلوم کہ یہ مظاہرہ خواتین نے خود اپنے طور پر احتجاج کی خاطر کیا ہے یا جنرل مینجروں کے اجلاس میں پہلے سے کیے گئے فیصلے کے نفاذ میں مدد دینے کے لیے اس کی ضرورت پیش آئی ہے لیکن اس سے اتنی بات ضرور واضح ہو جاتی ہے کہ جو پروگرام براہِ راست خود صدر ضیاء الحق صاحب سے خراجِ تحسین وصول کر چکا ہے جسے ملک کی کثیر آبادی بہت ذوق و شوق سے دیکھتی اور سنتی رہی ہے اور جو پاکستان میں اب تک پیش کیے جانے والے تمام دینی پروگراموں میں مقبولیت کے لحاظ سے سرِفہرست رہا ہے) اسے بھٹو دور کا ذہن و مزاج رکھنے والے ٹی وی حکام اور اپوا کی بے لگام خواتین اپنی سازش کا شکار بنانے میں کامیاب ہو گئی ہیں۔

ہم ملک کے اس مٹھی بھر طبقے سے تعلق رکھنے والے مرد و خواتین کے مخصوص ذہنی رجحانات اور ان کے ذوق و مشاغل کے حوالے سے کوئی بات نہیں کہنا چاہتے، ان کی زندگی اظہر من الشمس ہے البتہ مظاہرہ کرنے والی خواتین کی ترجمان بیگم اصغری رحیم صاحبہ نے اسلام سے آگاہی کا جو دعویٰ فرمایا ہے اس سلسلہ میں ان سے اتنا ضرور پوچھیں گے کہ آپ کے شعور کو جو تازہ روشنی عطا ہوئی ہے اس کا ذریعۂ علم کیا ہے؟

بیگم یاسمین عباسی صاحبہ نے معاصر عزیز "جنگ" کو خصوصی انٹرویو دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ "ہماری ہدایت کے لیے قرآن موجود ہے اس لیے لوگوں کی ذاتی تاویلات کے لیے ذرائع ابلاغ کو اپنا قیمتی وقت نہیں دینا چاہیے"۔ گورنر سندھ کی اہلیہ نے پُرزور الفاظ میں اس عزم کا اظہار کیا کہ "خواتین کے بنیادی حقوق میں مداخلت کرنے والے ایسے بیانات برداشت نہیں کیے جائیں گے۔ خواتین بار بار سڑکوں پر نکلیں گی جب تک اسلام کی عین روح کے مطابق انہیں انصاف نہیں مل جاتا اور خواتین مجھے ہمیشہ اپنے ساتھ پائیں گی۔"

بیگم صاحبہ اور ان کی ہمنوا بیگم اصغری رحیم کے نزدیک "اسلام کی عین روح" کیا ہے اور وہ انہوں نے کہاں سے کشید کی ہے ہمیں اس کا علم نہیں لیکن دونوں نے حوالہ اسلام اور قرآن کا دیا ہے۔ ہم ذاتی تاویلات تو کجا پیغمبر قرآن

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی تشریحات واحادیث، امہات المومنین کے طرزِ عمل، خلفائے راشدین کے دور میں خواتین کی زندگی اور ان سے متعلق فقہاء کی آراء سب کو چھوڑ کر صرف قرآن کی طرف رجوع کرتے ہیں جو بیگم یاکمین عباسی صاحبہ کے لیے بھی تسلیم شدہ کتابِ ہدایت ہے۔

قرآن کی سورۂ النور کی آیت نمبر ۳۱ میں ارشاد ہوتا ہے:-

" اور اے نبی! مومن عورتوں سے کہہ دو کہ اپنی نظریں بچا کر رکھیں اور شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنا بناؤ سنگھار نہ دکھاتی پھریں بجز اس کے جو خود ظاہر ہو جائے مگر صرف ان لوگوں کے سامنے ۔ شوہر، باپ، شوہروں کے باپ، اپنے بیٹے، شوہروں کے بیٹے، بھائی، بھائیوں کے بیٹے، اپنے میل جول کی عورتیں اپنے لونڈی غلام، وہ زیر دست مرد جو کسی اور قسم کی غرض نہ رکھتے ہوں اور وہ بچے جو عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے ابھی واقف نہ ہوئے ہوں — اور وہ اپنے پاؤں زمین پر مارتی ہوئی نہ چلا کریں جو زینت انہوں نے چھپا رکھی ہو اس کا علم لوگوں کو ہو جائے۔"

سورۂ احزاب کی آیات نمبر ۳۲، اور نمبر ۳۳ میں فرمایا گیا:-

" اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو، اگر تم اللہ سے ڈرنے والی ہو تو نرم و نازک انداز سے بات نہ کیا کرو کہ دل کی خرابی میں مبتلا کوئی لالچ میں نہ پڑ جائے بلکہ صاف سیدھی بات کرو، اپنے گھروں میں ٹِک کر رہو اور سابق دَورِ جاہلیت کی سی سج دھج نہ دکھاتی پھرو۔"

اسی سورہ کی آیت نمبر ۵۹ میں ارشاد ہوا:-

" اے نبی! اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور اہلِ ایمان کی عورتوں سے کہہ دو کہ اپنے اوپر اپنی چادروں کا پلّو لٹکا لیا کریں، یہ زیادہ مناسب طریقہ ہے تاکہ وہ پہچان لی جائیں اور ستائی نہ جائیں۔"

یہ ہے خواتین کے لیے اللہ کی قائم کردہ حدود، ان کی سرگرمیوں کے لیے اس کا متعین کردہ دائرہ عمل اور لباس و حجاب نیز زینت اور زیور وغیرہ سے متعلق ہدایات۔ اب ہم ان خواتین سے جو اپنے حقوق سے تازہ تازہ واقف ہوئی ہیں اور قرآن کو اپنی ہدایت کے لیے کافی سمجھتی ہیں یہ دریافت کرنا چاہیں گے کہ

انہوں نے اپنی اختیار کردہ جن "آزادیوں" کو اسلام کے عطا کردہ "حقوق" قرار دیا ہے، ان کے سلسلہ میں قرآن کریم کی کون سی سورتیں اور آیتیں اُن کا ذریعۂ ہدایت بنی ہیں؟ وہ ہماری رہنمائی فرمادیں، ہم کھلے دل سے اپنے جہل اور ان کی علمی بصیرت و تحقیق کا اعتراف کر کے کھلے پیٹ، کھلی کمر، کھلے سینے اور سولہ سنگھار کے ساتھ ان کا سڑکوں پر نکلنا، گھر میں ٹک کر نہ بیٹھنا، خاندان کے ان افراد کے علاوہ جن کی صراحت سورۂ نور میں کی گئی ہے عام مردوں کے ساتھ گھومنا پھرنا، انہیں اپنی سج دھج دکھانا، دفتروں، کارخانوں، ہوائی جہازوں اور دیگر مقامات پر ان کی جملہ خدمات بجالانا، مخلوط محفلوں میں چہچہانا، اور چادر ہی نہیں معقول لباس تک سے بے نیاز ہوجانا سب ان کے "بنیادی حقوق" میں شامل سمجھیں گے۔ اور ان مومنات کو ہرگز یہ مشورہ نہیں دیں گے کہ ذرا بھارت کی ان غیر مسلم عورتوں کے رویّہ پر بھی ایک نظر ڈال لو جو آج کل فحاشی اور برہنگی کے خلاف ملک گیر مہم چلائے ہوئے ہیں اور عریاں تصاویر تک کو بچارے کا لباس پہنا رہی ہیں یا ایران کی خواتین سے کوئی سبق حاصل کرو۔

خواتین نے ٹی وی والوں سے اپنے موقف کی وضاحت کے لیے وقت مانگا ہے۔ ہم صدر ضیاء الحق، وزیر اطلاعات اور ٹی وی کے حکام سے پُرزور سفارش کریں گے کہ جس طرح ڈاکٹر اسرار احمد قرآن سامنے رکھ کر اپنی "تاویلات" پیش کیا کرتے تھے اسی طرح بیگم یاسمین عباسی، یا بیگم اصغری رحیم یا اپوا کی کسی مستند عالمہ کو ہاتھ میں قرآن دے کر ناظرین کے سامنے بٹھائیے اور انہیں اسلام کے عطا کردہ "حقوق" کی قرآنی اسناد و تشریحات پیش کرنے کی اجازت دیجئے اور ان کے سامنے بھی سوالات کرنے کے لیے کچھ لڑکیوں اور لڑکوں کو بٹھائیے۔

ہمیں توقع ہے کہ اپوا کی بیگمات اپنے مطالبہ کے حق میں ہماری اس حمایت و سفارش کا خیر مقدم کریں گی، رہا ڈاکٹر اسرار احمد اور ان کے پروگرام "الہدیٰ" کا معاملہ سو وہ پہلے ہی طے ہوچکا ہے، صدر صاحب اپنے پسندیدہ پروگرام سے حقیقتاً کتنی دلچسپی رکھتے ہیں یہ وہ جانیں۔ ہم تو اب خاتون مفسّرات سے ہدایت پانے کے منتظر ہیں۔

(روزنامہ جسارت، کراچی)

ادار یہ روز نامہ جسارت کراچی

(نمبر۲) ذرا وضاحت فرما دیجئے

جمیت العلمائے پاکستان کے ڈپٹی سیکرٹری جنرل پروفیسر شاہ فرید الحق نے ڈاکٹر اسرار احمد کے ریمارکس کے جواب میں خواتین کے مظاہرے کو نامناسب قرار دیتے ہوئے کہا کہ پہلے تو یہ پوچھ لیا جائے کہ اسلام میں عورتوں کا اس طرح بے محابہ اور بے پردہ مظاہرہ کرنا شرعی طور پر جائز بھی ہے یا نہیں؟ ازاں بعد پروفیسر صاحب نے اس نکتے پر توجہ مبذول کرائی ہے کہ شجرہ دیکھ کر نامزد کیے جانے والے شوریٰ کے ارکین کے خلاف سرکاری خواتین کا مظاہرہ سمجھ سے بالاتر ہے۔ حکومت کے افراد کا اپنے ہی نامزد ارکین کے خلاف مظاہرہ دوسروں کے لیے تحریک کا باعث بن سکتا ہے۔ اگر اس راستے پر چلنا شروع کر دیا تو پھر اس سے جو بدامنی اور انتشار پھیلے گا اس کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

بلدیہ عظمیٰ کراچی کی چار خاتون کونسلر محترمہ زبیدہ خاتون، محترمہ فریدہ سعید، محترمہ ناصرہ الیاس اور محترمہ بلقیس صوفی نے اس امر پر سخت تعجب کا اظہار کیا ہے کہ مارشل لا کی موجودگی میں ایک جید اسکالر کے خلاف کس جرأت کے ساتھ یہ مظاہرہ کیا گیا ہے۔ کالعدم این۔ڈی۔پی کے مرکزی سیکرٹری اطلاعات جناب عابد زبیری نے کراچی ٹی وی پر گذشتہ روز بیگمات کے مظاہرے پر تعجب کا اظہار کیا۔ انہوں نے کہا کہ ایک طرف تو مظاہروں پر پابندی ہے جس کے تحت پولیس محض شک کی بناء پر کارروائی کر دیتی ہے اور لیڈروں کو نوٹس جاری کیے جاتے ہیں اور دوسری طرف خود گورنر کی بیگم مظاہرہ کر رہی ہیں۔

یہ ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے ایک بیان پر اپوائی بیگمات کے مظاہرے کے خلاف مختلف مکاتب فکر کے شدید ردِ عمل کا ایک پہلو ہے۔ یعنی ہر عام و خواص کے لب پر سوال یہ ہے کہ ملک میں مارشل لا نافذ ہے اور مارشل لا کے تحت ملک میں ہر قسم کے مظاہرے پر پابندی ہے۔۔۔

کہنے کو ایک بات یہ بھی کہی جا سکتی ہے کہ پابندی کا مقصود سیاسی مظاہرں پر پابندی ہے اور بیگمات چونکہ سیاسی مظاہرہ نہیں کر رہی تھیں اس لیے چشم پوشی کی گئی مگر ایم اے او کالج کے طلبا بھی تو کوئی سیاسی مظاہرہ نہیں کر رہے تھے مقتولین کے لواحقین سے اظہار ہمدردی سیاسی مسئلہ تو نہیں تھا کہ جس پر بیچاروں کو جلوس نہیں نکالنے دیا گیا اور دس طلبہ کو گرفتار کر کے جیل بھیج دیا گیا۔ ایم اے او کالج کے طلبا اور کراچی کی بیگمات سے سلوک میں فرق کی توجیہہ اگر ممکنہ طور پر یہ ہو کہ لاہور اور کراچی کے موسم اور مارشل لا میں فرق ہے تو ہم دوسری مثال پیش کیے دیتے ہیں کہ دو روز قبل ڈاؤ میڈیکل کالج کے طلبا پر محض اس شبہے اور غلط فہمی میں لاٹھی چارج کیا گیا اور اور آنسو گیس برسائی گئی کہ وہ شاید جامعات سے خارج کیے جانے والے طلبا کی حمایت میں جلوس نکالنا چاہتے تھے۔ ان طلبا نے تو کوئی سیاسی نعرے بھی نہیں لگائے تھے جبکہ بیگمات نے تو نعرے لگائے اور کتبے لہرائے جن میں یہ مطالبات شامل تھے کہ ڈاکٹر اسرار احمد کو نظریاتی کونسل اور شوریٰ کی رکنیت سے محروم کر کے ان اداروں سے خارج کیا جائے۔ کیا یہ مطالبات غیر سیاسی تھے؟

گورنر سندھ یہ فرمائیں کہ کیا خواتین کے اس مظاہرے کے جواب میں ٹیلی ویژن کی انتظامیہ کو دوسرے مکتبۂ فکر کے موقف سے آگاہ کرنے کے لیے بھی مظاہرہ کرنے کی اجازت ہوگی۔ اگر وہ اجازت دینے کو تیار ہوں تو اجازت دے کر دیکھیں روز ٹیلی ویژن پر ایک مظاہرہ ہوگا۔ اور اگر وہ اس قسم کے جوابی مظاہروں کی اجازت دینے کو تیار نہ ہوں تو یہ بتائیں کہ وہ جمعرات کو ہونے والے مظاہرے کے سلسلے میں کیا قانونی کارروائی کر رہے ہیں کہ جس میں ان کی بیگم صاحبہ بھی شامل ہیں۔

اپنی بیگم صاحبہ کے طرزِ عمل کو وہ محض اس قانون ہی کے حوالے سے نہ دیکھیں جو خود ان کی حکومت کا رائج کردہ ہے اور جس پر ہر شہری سے پابندی کرانا وہ اپنا فرض سمجھتے ہیں بلکہ اپنی بیگم صاحبہ کے طرزِ عمل کو وہ اپنی خاندانی روایت اور پس منظر

کے حوالے سے بھی پرکھیں۔ گورنر عباسی کے والد نواب صادق خامس عباس مرحوم یہ امتیازِ خاص رکھتے تھے کہ انہوں نے اپنی زندگی میں ریاست بہاول پور میں شرعی قوانین کے نفاذ و رواج کا اہتمام کیا اور پوری ریاست میں سختی سے پردے کا اہتمام کیا تھا۔ دربارِ بہاولپور کے کسی شہزادے اور رئیس کی یہ روایت نہیں رہی کہ ان کی بیگمات عامیانہ مظاہروں کے لیے سڑکوں پر آئیں۔ چنانچہ امیرِ جماعتِ اسلامی میاں طفیل محمد نے سیرت کانفرنس حیدرآباد میں اس مظاہرے پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے بجا طور پر کہا کہ بہاولپور کے نواب صادق عباسی مرحوم زندہ ہوتے تو اپنی بہو کو گھر میں بٹھاتے۔ یوں سڑکوں پر نہ گھومنے دیتے۔ ان تمام حوالوں کے ساتھ ہم جناب عباسی سے سوال کرتے ہیں کہ وہ اس سلسلے میں کیا کارروائی کر رہے ہیں! یہ لمحہ ایک طرف تو مارشل لا سے یہ سوال کر رہا ہے کہ کیا مارشل لائی ضابطوں کے احترام کے لیے مختلف شہریوں میں بلحاظ مرتبہ و حیثیت کوئی خطِ امتیاز کھینچا گیا ہے یا نہیں، اور یہی لمحہ عباسیوں سے ان کی انصاف پسندی کی روایات کے استقرار کا مطالبہ بھی کر رہا ہے — پہلے سوال کے جواب کا مسئول ہم صدر ضیاء الحق کو بھی ٹھہراتے ہیں اور ان کے جواب کے منتظر ہیں؟

(روزنامہ جسارت، کراچی)

مُلک کے مشہور دانشور اور روزنامہ حریت کراچی کے مستقل کالم نویس جناب سلیم احمد کی قلم سے۔

جھلکیاں

سلیم احمد

(۱)

ہمارے یہاں اب ایک طبقہ ایسا پیدا ہو گیا ہے جو مذہبی حوالوں کو چنداں اہمیت نہیں دیتا۔ ایک بات اسے آپ قرآن و حدیث کے حوالے سے بتایئے۔ وہ سُنے گا بھی نہیں یا سُنے گا تو پہلے سے تعصب کا شکار ہو جائے گا۔ اس طبقہ کی موجودگی میں ڈاکٹر اسرار احمد جیسے لوگوں کے لیے ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ اپنی بات کو مذہب کے علاوہ سے

نکال کر پیش کریں تاکہ گفتگو عقلی بنیادوں پر آگے بڑھ سکے۔ اس سلسلے کا ایک دوسرا پہلو اور زیادہ اُلجھا ہُوا ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ اسلام کسی ایک مسلمان کا نہیں ہر مسلمان کا ہے اور ہر مسلمان کو حق حاصل ہے کہ وہ اسلام سے جو کچھ سمجھتا ہے اسے بیان کرے۔ لیکن اس صورت میں اتھارٹی کا سوال پیدا ہو جاتا ہے اور یہ معلوم کرنا دشوار ہو جاتا ہے کہ اسلام کے سلسلے میں کس کی بات سند ہے۔ ایک زمانے میں یہ اتھارٹی علماء کو حاصل تھی لیکن اب یہ اتھارٹی علماء کے پاس بھی نہیں رہی کیونکہ ہر شخص جو قرآن کا اردو ترجمہ پڑھ سکتا ہے یہ حق مانگنے لگتا ہے کہ وہ اسلام کی جو تشریح چاہے کرے۔

ہمارے صلاح الدین صاحب نے جسارت کا اداریہ کھینچ مارا کہ بیگم اصغری رحیم اپنے مطالبہ کو اسلام کے حوالے سے کیوں پیش کرتی ہیں لیکن بیگم رحیم کو ان کے نقطۂ نظر کے اظہار سے کون روک سکتا ہے۔ آپ یہ بحث کر سکتے ہیں کہ ان کا نقطۂ نظر غلط ہے مگر بحث بحث ہی رہے گی۔ کسی فیصلے پر نہیں پہنچے گی۔ اب دیکھیے ہمارے صدر صاحب نے کہہ دیا ہے کہ اتھارٹی اسرار احمد نہیں ہیں بلکہ وہ ہیں اور ان کا پلڑا بھی بیگم اصغری رحیم کی طرف جھکتا معلوم ہوتا ہے۔ تو اس اتھارٹی کو چیلنج کرنے والا کون ہے۔ آپ زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اسلام کے بارے میں اتھارٹی نہ میں ہوں نہ آپ نہ ڈاکٹر اسرار احمد ہیں نہ صدر ضیاء۔ صرف اللہ اور اس کا رسولؐ اتھارٹی ہیں۔ لیکن پھر یہ پوچھا جائے گا کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کے قول پر کون اتھارٹی ہے اور ان کے بارے میں کس کی شرح کو مستند مانا جائے گا۔ تو یہ مسئلہ اسی طرح اُلجھا رہے گا۔ علماء کو بے دخل کر دینے کا یہی نتیجہ ہے۔ ہم سب اسی نتیجہ کا سامنا کر رہے ہیں۔

مسئلے کو سلجھانے کی ایک دوسری صورت قوت کا اظہار ہے۔ بیگم اصغری رحیم نے کچھ عورتوں کے ساتھ مظاہرہ کیا ہے۔ آپ ان سے دگنی عورتوں کے ساتھ مظاہرہ کیجئے۔ پھر وہ اس سے زیادہ عورتیں لائیں تو آپ ان سے زیادہ عورتیں لے آئیں۔ اس کی ایک صورت بیان بازی بھی ہے۔ بیگم اصغری رحیم کی حمایت میں چار بیان چھپیں تو آپ اس کے جواب میں چھ بیان چھپوا دیں۔ ان کی حمایت میں کسی ایک اخبار کا اداریہ چھپے تو آپ اس کے جواب میں دو اداریے چھاپ دیں۔ لیکن مذہبی حوالے ہوں یا عوامی حوالے کم از کم مجھے تو ان سے کسی مسئلہ پر کوئی نتیجہ خیز گفتگو چلتی نظر نہیں آتی۔ ان کے ذریعے دو طبقے ایک دوسرے سے

اپنے اختلافات کا اظہار کر سکتے ہیں۔ ایک دوسرے کے خلاف شور مچا سکتے ہیں۔ ایک دوسرے سے اپنی نفرت ظاہر کر سکتے ہیں لیکن ان کے درمیان افہام و تفہیم کی کوئی راہ نہیں نکل سکتی۔ افہام و تفہیم کی یہ راہ صرف اس گفتگو سے نکلتی ہے جس کی بنیاد عقلی دلائل پر ہو۔ بہت سے معاملات میں عقل حکم نہیں ہے لیکن معاملات کو موثر طور پر پیش کرنا اور ان کی حکمتوں اور پیچیدگیوں کو ظاہر کرنا۔ یہ عقل کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ ممکن ہے کہ کسی زمانے میں صرف کسی کی سند سے کام چل جاتا ہو۔ لیکن ہمارا زمانہ ایسا ہے کہ بڑی سے بڑی سند بیکار ہو گئی ہے۔ بچہ ابھی تختی پر اپنا نام لکھنا نہیں سیکھتا کہ سوال کرنا سیکھ جاتا ہے۔ اس زمانہ میں ہمیں افہام و تفہیم کے لیے نئے راستے تلاش کرنا پڑیں گے۔ ہمیں اب یہ سمجھ کر گفتگو نہیں کرنی چاہیئے کہ ہم قرونِ وسطیٰ میں رہ رہے ہیں اور معاملات کو صرف اتھارٹی کے زور پر سلجھا سکتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں اب صرف اسناد اور اقوال سے کام نہیں چلے گا ہمیں معاشرتی معاشی، نفسیاتی اور حیاتی تجزیوں میں اترنا پڑے گا اور مناظرہ بازی کی ذہنیت سے پیچھا چھڑا کر علمی اور تحقیقی طریقہ کار اختیار کرنا پڑے گا۔ ان ہتھیاروں سے لیس ہوئے بغیر ہم جدید ذہن کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔ مقابلہ تو در کنار شاید ان کی پوزیشن کو سمجھ بھی نہ سکیں۔

دیکھئے کتنی دلچسپ بات ہے کہ ڈاکٹر اسرار احمد اور ان کے خلاف مظاہرہ کرنے والی خواتین دونوں اسلام کے حوالے سے بات کر رہے ہیں حالانکہ دونوں کے نتائج بالکل مختلف بلکہ متضاد ہیں۔ ہمیں اس تضاد کو سمجھنا پڑے گا اور شور و غوغا کیے بغیر بتانا پڑے گا کہ اس تضاد کی بنیاد کہاں ہے؟

(۲)

پروفیشنل خواتین کے مشاعرہ میں کچھ شعراء نے ڈاکٹر اسرار احمد کے خلاف نظمیں پڑھیں اور ان کے خلاف نفرت و حقارت کے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے عورتوں کے حق میں تالیاں بجوائیں اور اسلام، خدا، رسولؐ، حضرت فاطمہؓ اور حضرت خدیجہؓ کا نام لے لے کر ثابت کیا کہ ڈاکٹر اسرار احمد کا موقف غلط ہے اور ایسے آدمی کو جو خواتین کو بھوکا مارنا چاہتا ہے، کوڑے مارے جائیں وغیرہ۔ اسی طرح ایک مشاعرے میں ایک شاعرہ نے چادر اور چہار دیواری کے خلاف ایک نظم پڑھ کر

بہت داد وصول کی تھی اور صاف کہا تھا کہ عورت اب ان دقیانوسی تصورات سے بہت آگے نکل آئی ہے۔ معاشرہ کے مشاہدات ہمیں بہت کچھ بتاتے ہیں اور جو لوگ معاشرہ کی حالت پر کسی طرح بھی غور و فکر کرنا چاہتے ہیں، ان کے لیے ان باتوں میں بہت کچھ غذائے ذہنی موجود ہے۔

ڈاکٹر اسرار احمد نے جو کچھ کہا ہے، اس کے پیچھے قرآن حکیم کی کچھ آیات ہیں جن کے بنیادی نکات یہ ہیں۔ شرمگاہوں کی حفاظت، ستر پوشی، زینت کو چھپانا، کوئی ایسی بات نہ کرنا جس سے مردوں کو ترغیب ہو یا وہ کسی اندیشۂ دُور دراز کا شکار ہوں، نگاہ اور دل کی عبادت، یہ فیصلہ کہ عورتیں اپنے جو حقوق مانگتی ہیں، وہ ان شرائط کی پابندی کے ساتھ مانگتی ہیں یا نہیں۔ اس کا فیصلہ عورتوں کے سوا اور کون کر سکتا ہے۔ لیکن ایک چیز کا بے لاگ مشاہدہ بھی ہوتا ہے۔ میرے خیال میں ہمارے معاشرے میں ایک سروے اس بات کا ضرور ہونا چاہیے کہ آیا عورتیں ان اسلامی اقدار کی پابندی کر رہی ہیں یا نہیں۔ کر رہی ہیں تو کس حد تک اور نہیں کر رہی ہیں تو کیوں۔ اور نہ کرنے کے کیا نتائج برآمد ہو رہے ہیں۔ ذاتی طور پر میں مخلوط تقریبات، شادی بیاہ کی محفلوں، دفتروں اور مشاعروں وغیرہ میں جو کچھ دیکھتا ہوں اس کے بیان کی ہمت اس لیے نہیں ہوتی کہ کل کوئی شاعر کہیں یہ نہ لکھ دے کہ یہ سب عورتیں تو جامہ نور پہن کر آتی ہیں، قصور سلیم احمد کی آنکھوں کا ہے کہ اُسے اُلٹا نظر آتا ہے۔

ایک شاعر نے اس بات پر بڑی داد وصول کی کہ حضرت فاطمہؓ محنت کش تھیں اور چکی پیستی تھیں اس لیے ڈاکٹر اسرار احمد نے خدانخواستہ ان کے خلاف موقف اختیار کیا ہے۔ حضرت فاطمہؓ اپنے گھر کی چکی پیستی تھیں اس کو ان کا پروفیشن قرار دینے کے لیے ہمارے شاعروں جیسی بصیرت چاہیئے۔ پھر تو اپنے بچے پالنا، اپنے گھر میں چولہا ہانڈی کرنا، اپنے کپڑے دھونا اور مصالحہ پیسنا یہ سب پروفیشنل سرگرمیاں ہو جائیں گی۔ چلیے یہ بھی ٹھیک ہے مگر پھر اسرار احمد پر اعتراض کیا ہے؟ اگر یہ سب کام محنت کشی ہیں تو اسرار احمد صاحب نے عورتوں کو اسی محنت کی طرف بلایا ہے۔

جس شاعرہ نے چادر اور چہار دیواری کے خلاف نظم لکھی تھی اس میں ایک خوبی تھی۔ اس نے جن جذبات کا اظہار کیا، اس میں اسلام یا خدا اور رسولؐ کا نام نہیں لیا اور نہ فاطمہؓ اور حضرت خدیجہؓ کی دہائی دی۔ اس نے اپنے سیدھے سادھے جذبات نظم کیے کہ وہ چادر اور چہار دیواری کے تصورات کے خلاف ہے۔ لیکن پردہ نشین خواتین کے مشاعرے میں تو یہ حرکت ہوئی کہ خلاف اسلام سرگرمیوں کی حمایت کے لیے اسلام کا نام لیا گیا۔ اور اسلام کی مقدس ترین کتاب کا نام لے کر ان خواتین کی حمایت کی گئی جن کی تصویریں ہی اگر چھاپ دی جائیں تو معلوم ہو جائے گا کہ وہ اسلامی معاشرت کی نمائندگی کس حد تک کرتی ہیں اور یہ سب کچھ چند تالیوں اور وقتی واہ واہ کے لیے۔ اتنے سستے مقاصد کے لیے اسلام کے اس استعمال پر اس کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے — کہ یہ ہمارے شاعروں ہی کو زیب دیتا ہے۔

الحمد للہ

علم و حکمتِ قرآنی کا حامل اور علمی اور تحقیقی مضامین پر مشتمل

ماہنامہ حکمت قرآن لاہور

(یکے از مطبوعات: مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور)

کا پہلا باقاعدہ شمارہ

جون ۸۲ء کو شائع ہو رہا ہے

★ میثاق کے سالانہ خریداروں کو پہلا شمارہ بطور ہدیہ پیش کیا جائے گا
★ توقع ہے کہ 'میثاق' کے قارئین 'حکمت قرآن' کی سالانہ خریداری کو قبول کر کے دعوت رجوع الی القرآن میں تعاون فرمائیں گے۔
★ سالانہ زرِ چندہ بیس روپے ہو گا۔ (ادارہ)

یہ بھی دیکھا وہ بھی دیکھ

یہ پاکستان ہے

کراچی ، ۸ ا ر مارچ (اسٹاف رپورٹر) کراچی ٹیلیویژن پر خواتین کے ایک مختصر سے گروہ نے آج یہاں مظاہرہ کیا اور اپنے مطالبات کے بارے میں ایک یادداشت بھی پیش کی ۔ جس میں کہا گیا ہے کہ ڈاکٹر اسرار احمد کو ٹی ۔ وی کے پروگرام الہدیٰ سے الگ کیا جائے اور یہ پروگرام کسی متوازن خیالات کے جید عالم کے سپرد کیا جائے ۔ اس کے علاوہ اسلامی نظریاتی کونسل اور مجلس شوریٰ سے انہیں علیحدہ کیا جائے یہ خواتین ڈاکٹر اسرار احمد کے حالیہ انٹرویو پر غم و غصہ کا اظہار کر رہی تھیں جس میں طب اور تدریس کے سوا دیگر شعبوں سے خواتین کو الگ کرنے اور انہیں پنشن دے کر گھر بٹھانے کی تجویز پیش کی تھی بعد ازاں مظاہرہ کرنے والیاں اپنی یادداشت پیش کرنے کے بعد پُرامن طور سے منتشر ہو گئیں ۔ دریں اثنا اپوا اور خواتین کی اٹھارہ دیگر تنظیموں کا اجلاس بیگم رعنا لیاقت علی خان کی زیر صدارت منعقد ہوا جس میں ڈاکٹر اسرار احمد کے انٹرویو کو انسانی حقوق کے منافی قرار دیا گیا اور ایک قرارداد بھی منظور کی گئی جس میں ڈاکٹر اسرار احمد کی ٹیلیویژن سے علیحدگی کا مطالبہ پیش کیا گیا ۔

یہ بھارت ہے

کراچی ۱۸ ا ر مارچ (جسارت رپورٹ) حیدرآباد دکن سے جاری ہونے والے روزنامہ "سیاست" نے اطلاع دی ہے کہ بھارت کے دو مختلف صوبوں خصوصاً صوبہ بہار میں ان دنوں خواتین کی مختلف سماجی تنظیموں نے عریانی اور فحاشی کے خلاف زبردست مہم چلا رکھی ہے ، جگہ جگہ جلسے جلوس اور مظاہرے ہوئے ہیں ۔ خواتین نے فحش کتابوں اور رسائل کے علاوہ دیواروں پر ہر قسم کے عریاں اشتہارات کے خلاف بھی اپنے غم و غصہ کا اظہار کیا ہے پٹنہ میں غیر مسلم عورتوں نے جن میں گھریلو عورتوں کے علاوہ ملازمت پیشہ اور فیشن ایبل خواتین بھی شامل ہیں ، عریاں سائن بورڈ اور ہورڈنگ مٹانے کی مہم چلا رکھی ہے وہ سیڑھی اور سفید و سیاہ رنگ ساتھ لیکر نکلتی ہیں اور بازاروں ، سینماؤں ، ہوٹلوں اور فیکٹریوں وغیرہ پر جہاں کہیں بھی ایسے اشتہارات نظر آتے ہیں ۔ مٹا ڈالتی ہیں بھارتی عورتوں کی یہ مہم جس میں غیر مسلم خواتین پیش پیش ہیں تیزی سے پورے ہندوستان میں پھیلتی جا رہی ہے اور اس کے خوشگوار اثرات ظاہر ہو رہے ہیں ۔

ماخوذ از روزنامہ جسارت کراچی ...

(روزنامہ جسارت کراچی ۱۲ مارچ ۸۴ء)

اسلامی شعائر کے خلاف مظاہرہ قابلِ مذمت ہے

خصوصی مراعات یافتہ طبقہ کی خواتین کے مطالبہ پر "الہدیٰ" پروگرام بند نہ کیا جائے

پروگرام دوبارہ شروع نہ کیا گیا تو خواتین مظاہرہ کریں گی

کراچی [illegible] مارچ (اسٹاف رپورٹر) متعدد رہنماؤں نے اپنے بیانات میں ڈاکٹر اسرار احمد کے خواتین سے متعلق بیان پر خواتین کے مظاہرہ اور ٹی وی پروگرام الہدیٰ کو بند کرنے کی مذمت کی ہے انہوں نے کہا کہ حقوق یافتہ طبقہ کی خواتین کے مطالبہ پر "الہدیٰ" پروگرام بند نہ کیا جائے انہوں نے کہا کہ اگر یہ پروگرام دوبارہ شروع نہ کیا گیا تو خواتین مظاہرہ کریں گی انہوں نے کہا کہ اسلامی شعائر کے خلاف مظاہرہ انتہائی قابل مذمت فعل ہے۔ مجلس شوریٰ کی رکن بیگم محمودہ سلطانہ نے کہا ہے کہ ہم ڈاکٹر اسرار احمد کی عزت کرتے ہیں اسی طرح دیگر علمائے دین بھی ہمارے لئے محترم ہیں اگر انہوں نے کوئی دینی یا شرعی مسئلہ بیان کیا ہے تو اس میں ہنگامے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی انہوں نے کہا کہ ہم اس طرح خواتین کے میدان میں آنے کے خلاف ہیں پاکستان فیڈریشن آف بزنس اینڈ پروفیشنل ویمنز کی سرپرست محترمہ عظمیٰ ظفر نے کہا ہے کہ دو دن قبل خواتین کی جانب سے ٹی وی اسٹیشن پر احتجاج سے انکا اور انکی تنظیم کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ پاکستان نوجوان اتحاد شعبۂ خواتین کی صدر اور انجمن خانہ دار خواتین کی سیکریٹری جنرل محترمہ عطیہ واحد نے ایک بیان میں کہا ہے کہ پاکستان کی تمام خواتین اسلام اور شعائر اسلام پر بھی جان سے قربان ہو سکتی ہیں انہوں نے کہا کہ لادین عناصر کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اسلام کے بجائے اسلام کے نام لیواؤں کو رسوا کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ شعائر اسلامی کے خلاف ہر محاذ اور گروپ کی مسلم خواتین مذمت کرتی ہیں۔ خواتین مجلس عمل اور مجلس فلاح خواتین کی صدر محترمہ قمر النساء قمر نے خواتین کے حقوق اور ذمہ داریوں سے متعلق مسئلہ پر ڈاکٹر اسرار احمد کی تقریر سے پیدا ہونے والی صورتحال پر باہم تصادم اور محاذ آرائی کو افسوسناک قرار دیا ہے انہوں نے کہا کہ جہاں تک خواتین کے اصل مقام کا تعلق ہے وہ گھر کی چار دیواری ہی ہے اور اس سلسلے میں واضح احکامات شرعی کی روشنی میں کسی قسم کے مظاہرے کا جواز نہیں ہے البتہ موجودہ معاشرتی حالات میں یہ بھی درست نہیں ہے کہ خواتین پر ملازمتوں یا دفاتر میں کام کرنے کے دروازے بالکل بند کر دیئے جائیں انہوں نے کہا کہ اس سلسلے میں بیانات اور جوابی بیانات کی مہم یا مظاہروں اور جوابی مظاہروں کی تحریک کا بھی کوئی جواز نہیں ہے اور نہ ہی نص قرآنی کی موجودگی میں کسی طے شدہ مسئلے کو اسلامی نظریاتی کونسل کو پیش کرنے کی ضرورت ہے۔

ملک بشیر احمد خان ایڈووکیٹ اور انصار برنی ایڈووکیٹ نے ایک بیان میں صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق سے مطالبہ کیا ہے کہ ملک کے تمام قوانین کو بالائے طاق رکھتے ہوئے ٹی وی اسٹیشن پر مظاہرہ کرنے والی خواتین کے خلاف تحقیقات کا حکم جاری کیا جائے انہوں نے کہا کہ ایک حدیث شریف کے مطابق پچھلی قومیں اس وجہ سے تباہ ہوئیں کہ اگر انکا بڑا جرم کرتا تھا تو اس کی چشم پوشی کی جاتی تھی اور اگر غریب جرم کرتا تھا تو دھر لیا جاتا تھا انہوں نے توقع ظاہر کی کہ موجودہ حکومت کے دور میں کسی کے ساتھ امتیاز نہیں برتا جائے گا۔ بزرگ صحافی جناب سردار علی صابری نے کہا ہے کہ چند فیشن زدہ عورتوں کا جو ہاتھوں میں بینر لئے دوپٹوں سے بے نیاز تھیں ٹی وی اسٹیشن پر مظاہرہ سخت قابل اعتراض اور کتاب و سنت کی تعلیمات کے خلاف ہے۔ انہوں نے کہا کہ ڈاکٹر اسرار احمد نے بالکل درست کہا ہے کہ طب، درس و تدریس اور اسی قسم کی بعض دوسری ناگزیر ضرورتوں کے علاوہ عورتوں کی جگہ گھر کی چاردیواری ہے۔ طورسم خان میموریل سوسائٹی کے سیکریٹری جنرل آغا حفیظ احمد نے ٹی وی پروگرام "الہدیٰ" کے بند کرنے کی یقین دہانی کرانے پر ٹی۔ وی کے جنرل منیجر برہان الدین حسن کی مذمت کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ صرف ۵ فیصد خواتین کے مقابلے میں ۹۵ فیصد گھریلو خواتین کے مطالبے کو رد نہیں کیا جا سکتا۔ جماعت غرباء اہلحدیث کے پریس سیکریٹری جناب حشمت اللہ نے کراچی ٹی وی اسٹیشن پر شعائر اسلام کے خلاف چند خواتین کے مظاہرے کی سخت مذمت کی ہے انہوں نے اپنے ایک بیان میں کہا ہے کہ محض چند خواتین کے دباؤ میں آ کر اسلامی تعلیمات پر مبنی پروگرام "الہدیٰ" کو بند کر دینا قابل مذمت فعل ہے انہوں نے وفاقی وزیر اطلاعات راجہ محمد ظفر الحق سے اپیل کی ہے کہ پروگرام الہدیٰ کی منسوخی کا فیصلہ فوراً واپس لے کر اس دینی پروگرام کو معمول کے مطابق دوبارہ شروع کرنے کا حکم صادر کریں۔

روز نامہ جسارت کراچی (۲۰ مارچ ۱۹۸۲ء)

ملک کے بنیادی نظریے پر یقین نہ رکھنے والوں کی جگہ واہگہ پار ہے: میاں طفیل

پاکستان مٹنے کے لئے نہیں بنا، اس کی سرحدیں مزید وسیع ہو سکتی ہیں

تحریک اسلامی کے کارکن اقامت دین کا فرض پورا کریں: سیرت کانفرنس سے تحریک اسلامی کے قائدین کا خطاب

حیدر آباد ۱۹ مارچ (نمائندہ جسارت) تحریک اسلامی کے قائد میاں طفیل محمد نے کہا ہے کہ جس شخص کو اس ملک کے بنیادی نظریے، اللہ اور اس کے رسولؐ کی شریعت سے کوئی محبت نہیں اس کی جگہ واہگہ کے اس پار ہے پاکستان پر صرف وہ لوگ حکومت کرنے کا حق رکھتے ہیں جو خدا اور رسولؐ کے قانون کو نافذ کرنے والے اور اس پر عمل کرنے والے ہوں۔ وہ آج یہاں دو روزہ سیرت کانفرنس کے اختتامی اجلاس سے خطاب کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ یہ ملک کروڑوں مسلمانوں کی جانی و مالی قربانیوں اور عصمت مآب ماؤں بہنوں کے صدقے میں قائم ہوا ہے۔ یہاں جو بھی خدا کے قانون اور شریعت کو نیچا دکھانے کی کوشش کرے گا اس کا حشر غلام محمد، اسکندر مرزا، یحییٰ اور بھٹو سے مختلف نہیں ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ مسلمانانِ پاکستان اس طرح کی مسلسل آٹھ حکومتوں کا حشر دیکھ چکے ہیں میاں طفیل نے ٹی۔ وی پر درس قرآن کے پروگرام کے خلاف چند بیگمات کے مظاہرے پر شدید غم و غصہ کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ یہ صورتحال نہ ہم برداشت کریں گے نہ قوم برداشت کرے گی۔

انہوں نے کہا کہ ہم اسلام اور صرف اسلام چاہتے ہیں۔ ہمیں کسی شخص سے نہ تو کوئی محبت ہے نہ نفرت۔ بلکہ محبت اور نفرت صرف اسلام کی۔

روز نامہ جنگ (۲۰ مارچ ۱۹۸۲ء)

اسلامی احکام کے خلاف مظاہرہ مسلمان خواتین کے شایان شان نہیں

ڈاکٹر اسرار کا بیان شرعی احکام کے مطابق ہے ۳۰ علماء کا مشترکہ بیان

کراچی ۱۹ مارچ (اسٹاف رپورٹر) وفاقی مجلس شوریٰ کے وائس چیئرمین اور ممتاز عالم دین قاری سعید الرحمٰن، مفتی احمد الرحمٰن، مولانا سلیم اللہ خاں، مولانا ذکریا، ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر، مولانا اسفند یار، مولانا سید محمد بنوری، مولانا اسعد تھانوی، مولانا خان محمد ربانی، مولانا محمد رفیع عثمانی، قاری شیر افضل، مولانا عبدالرحمٰن رحمانی، مولانا احمد تھانوی، مولانا عبدالرزاق عزیز سمیت ۳۰ علماء نے آج ایک مشترکہ بیان میں اسلامی تعلیمات کے خلاف خواتین کے ایک مخصوص گروپ کے ایجی ٹیشن پر سخت رنج و غم کا اظہار کیا ہے اور کہا ہے کہ مغرب کی نقالی میں اس حد تک آگے نکل جانا کہ اسلام کے متفق علیہ احکامات کی بھی پروا نہ کی جائے۔ کسی طرح مسلمان کہلانے والی خواتین کے لیے مناسب نہیں۔ ان علماء نے مقامی تاجر شیخ محمد حنیف کی قیام گاہ پر جہاں قاری سعید الرحمٰن کے اعزاز میں عشائیہ دیا گیا تھا، ایک مشترکہ بیان جاری کیا جس میں کہا گیا ہے کہ ایک طرف ملک میں اسلامی نظام کے قیام کے تذکرے ہو رہے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ حکومت اس سلسلے میں مخلصانہ اقدامات عمل میں لا رہی ہے لیکن دوسری جانب اعلیٰ تعلیم یافتہ بیگمات ایسے مظاہروں کی قیادت کر رہی ہیں جو کسی طرح ان کے شایان شان نہیں۔ ان علماء نے مزید کہا کہ ڈاکٹر اسرار احمد کا بیان شرعی احکامات کے عین مطابق ہے لہٰذا اسلامی نظام کے قیام کے لیے ضروری ہے کہ خواتین اپنے جائز حقوق کے ساتھ پردے اور حجاب کے احکامات کی پابندی کا عزم کریں، پردہ ان کے حقوق کی راہ میں ہرگز حائل نہیں

روزنامہ جسارت کراچی
(۲۰ مارچ ۸۲ء)

اسلامی شعائر کے خلاف مظاہرہ کرنے والی

پاکستانی خواتین کی نمائندہ نہیں : میاں طفیل

حیدرآباد، ۱۹ مارچ (نمائندہ جسارت) قائد تحریک اسلامی میاں طفیل محمد نے حیدرآباد میں آج ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے الٰہی پروگرام کے خلاف خواتین کے مظاہرے کے بارے میں کہا کہ اس کے متعلق ہم نے پبلک اسٹیج سے مکمل بات کی ہے یہ خواتین جو اسلامی شعائر کے خلاف مظاہرہ کرنے نکلی ہیں پاکستانی خواتین کی نمائندہ نہیں ہو سکتیں البتہ کچھ محلات کی نمائندہ ہوں گی۔

روزنامہ جنگ، لاہور

(۲۱ مارچ ۸۲ء)

اللہ کو یہی منظور تھا

لاہور ۲۰ مارچ (نمائندہ جنگ) مجلس شوریٰ کے رکن ڈاکٹر اسرار احمد نے ایک انٹرویو میں کہا ہے کہ اگر مختلف اطراف سے دباؤ کے تحت ٹیلی ویژن پر میرا پروگرام بند کر دیا گیا تو میں یہ سمجھوں گا کہ اللہ کو یہی منظور تھا میرے گھر میں تو ٹیلیویژن بھی نہیں اور نہ ہی میں ٹیلی ویژن دیکھتا ہوں اگر یہ پروگرام بند ہو جاتا ہے تو مجھے کوئی تردد نہیں مجھے اس بات کی بحث نہیں کہ کون میری بات سے خوش ہے اور کون نہیں میرے سامنے جو بات آتی ہے میں اپنے فہم اور علم کے مطابق اس کا جواب دیتا ہوں انہوں نے کہا کہ الہدیٰ اگر بند ہو جاتا ہے تو میں اس پر بھی خوش ہوں اس لئے کہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ بھی اللہ کی طرف سے ہے!

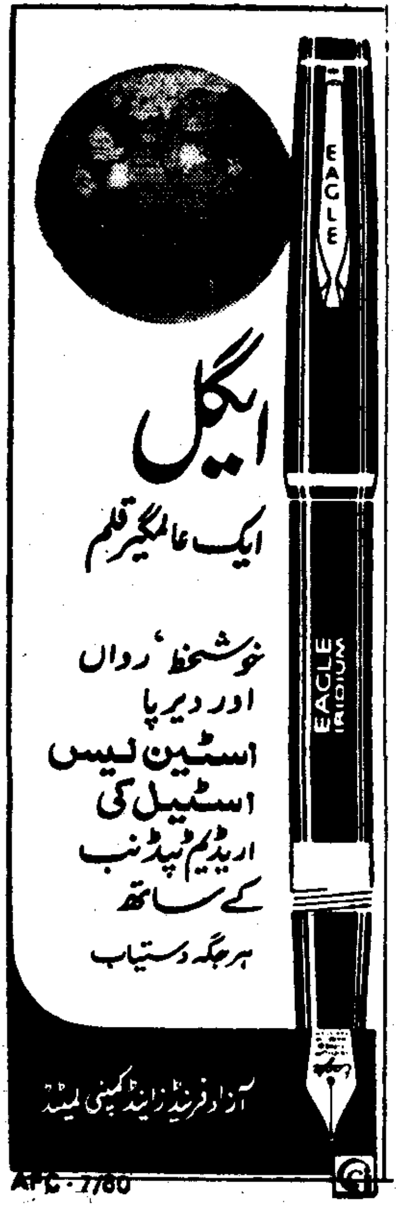

روزنامہ جسارت، کراچی (۲۱ مارچ ۱۹۸۲ء)

برقعہ پوش خواتین کونسلروں نے میئر کو یادداشت پیش کی

میئر ۱۴ تنظیموں کی یہ یادداشت آج گورنر کو پیش کر دیں گے

کراچی۔ ۲۰ مارچ (اسٹاف رپورٹر) بلدیہ عظمیٰ کراچی کی تین خاتون کونسلروں محترمہ زبیدہ صلاح الدین صاحبہ، ناصرہ الیاس صاحبہ اور فریدہ سعید صاحبہ کی قیادت میں آج خواتین کی ۱۴ تنظیموں کی عہدیداروں نے میئر کراچی جناب عبدالستار افغانی سے ان کے دفتر میں ملاقات کی اور انہیں گورنر سندھ لیفٹیننٹ جنرل ایس ایم عباسی کے نام ایک یادداشت بھی اس درخواست کے ساتھ پیش کی کہ وہ ان کی جانب سے گورنر کو یہ یادداشت پیش کر دیں۔ یہ خواتین آج گورنر سندھ کو یادداشت پیش کرنے کے لئے پہلے گورنر ہاؤس گئیں لیکن جب معلوم ہوا کہ گورنر سندھ صوبائی اسمبلی بلڈنگ میں صوبائی کونسل کے اجلاس میں ہیں تو وہ سندھ اسمبلی گئیں لیکن گورنر اس وقت وہاں سے بھی جا چکے تھے۔ چنانچہ ان خواتین نے میئر کراچی جناب عبدالستار افغانی کے دفتر میں ان سے ملاقات کی اور گورنر سندھ کے نام یادداشت انہیں پیش کر دی۔ میئر کراچی یہ یادداشت کل گورنر سندھ کو پیش کر دیں گے۔ یادداشت میں کہا گیا ہے کہ ہم خواتین کونسلر اور خواتین کی ۱۴ تنظیموں کی نمائندہ عہدیداران جناب گورنر سندھ ایس ایم عباسی سے مودبانہ طور پر اپیل کرتی ہیں کہ جن نام نہاد مسلمان خواتین نے ٹی وی کارپوریشن کے سامنے قرآنی پروگرام "الہدیٰ" کے خلاف مظاہرہ کرنے کی جسارت کی تھی ان کے خلاف جلد کارروائی کی جائے۔ کیونکہ ان خواتین نے قرآنی احکامات کی شدید بے حرمتی کی ہے۔ یادداشت میں مزید کہا گیا ہے کہ یہ مظاہرہ موجودہ حکومت کی اسلامی نظام نافذ کرنے کی پالیسی اور مارشل لاء ضوابط کی بھی خلاف ورزی ہے جس پر فوری کارروائی ہونی چاہئے تھی لیکن ہم حیران ہیں کہ ابھی تک یہ کارروائی نہیں ہوئی ہے انہوں نے گورنر سے امید ظاہر کی کہ محب اسلام اور محب پاکستان گورنر ہماری اس اپیل کی روشنی میں فوری احکامات جاری کریں گے

روزنامہ جنگ (۲۰ مارچ ۱۹۸۲ء)

چند مغرب زدہ عورتیں لاکھوں کروڑوں پردہ دار خواتین کی نمائندگی نہیں کرتیں

ٹی وی پروگرام "الہدیٰ" جاری رکھا جائے۔ بلدیہ کی منتخب خواتین کونسلرز کی طرف سے مظاہرے کی مذمت

کراچی ۱۹ مارچ (اسٹاف رپورٹر) بلدیہ کراچی کی چار کونسلر خواتین بیگم زبیدہ صلاح الدین، بیگم فریدہ سعید، بیگم ناصرہ الیاس اور بیگم بلقیس صدیقی نے ایک مشترکہ بیان میں ان ساٹھ ستر فیشن زدہ خواتین کی شدید مذمت کی ہے جنہوں نے گذشتہ روز کراچی ٹیلیویژن سنٹر کے سامنے مظاہرہ کر کے ڈاکٹر اسرار احمد کے پروگرام "الہدیٰ" کو روکنے کا مطالبہ کیا اور ان کی اس تجویز پر کہ ملازمت پیشہ خواتین کے لئے کچھ شعبے مخصوص کر دیئے جائیں اپنی برہمی کا اظہار کیا تھا۔ کونسلر خواتین نے کہا ہے کہ یہ چند فیشن زدہ عورتیں لاکھوں کروڑوں پردہ دار خواتین کی ترجمانی نہیں کرتیں جو اپنی زندگیاں اسلامی تعلیمات کے مطابق گزارنے کی متمنی ہیں۔ پاکستان کی بقا کا انحصار اس بات پر ہے کہ مرد اور عورتیں اپنے اپنے دائرہ کار میں رہتے ہوئے وطن عزیز کے لئے کام کریں اور مغرب زدہ خواتین کو اس بات کی ہرگز اجازت نہیں دینی چاہئے کہ وہ قرآن کی تعلیمات کو اپنی مرضی کے مطابق توڑ مروڑ کر پیش کریں۔ خواتین کونسلرز نے اپنے مشترکہ بیان میں ٹیلی ویژن کارپوریشن کے ذمہ دار حکام سے پرزور اپیل کی ہے کہ وہ ڈاکٹر اسرار احمد کے پروگرام "الہدیٰ" کو جسے لاکھوں کروڑوں خواتین نہایت توجہ اور شوق سے سنتی ہیں ہرگز بند نہ کریں اسلامی نظام کے سلسلے میں ملک میں جو پیش رفت ہوئی ہے یہ پروگرام اس کی ایک اہم کڑی ہے لہٰذا اس کو جاری رکھا جائے اور ان لوگوں کی سختی سے حوصلہ شکنی کی جائے جو اس پسندیدہ پروگرام کی مخالفت کر رہے ہیں۔ ان خواتین کونسلرز نے جو برقعے پہنے ہوئے تھیں نمائندہ جسارت کو بتایا کہ اگر پردہ دار خواتین نے ان مغرب زدہ عورتوں کے جواب میں ٹیلیویژن اسٹیشن پر مظاہرہ کا فیصلہ کیا تو اس میں ساٹھ ستر بیگمات نہیں بلکہ سینکڑوں اور ہزاروں عورتیں شریک ہوں گی۔

روزنامہ جسارت کراچی (۲۰ ؍ مارچ ۸۲ء)

اسلام میں عورت کے احکامات سربراہ مملکت اور مزدور کی بیوی کے لیے یکساں ہیں

شعائرِ اسلامی کے خلاف خواتین کے مظاہرہ پر شدید عوامی ردِعمل

بے نمائندہ خواتین نہیں۔ بجیا، شاہدہ نفیس اور بیگم عطیہ کے بیانات!

کراچی ۹ ؍ مارچ (اسٹاف رپورٹر) مجلس شوریٰ کے ارکان ملک کے ممتاز دانشوروں اور خواتین نے ڈاکٹر اسرار احمد کے پروگرام الہدیٰ کے خلاف پاکستان ٹیلی ویژن پر گورنر سندھ کی اہلیہ کی قیادت میں پاکستان ٹیلی ویژن پر مظاہرے کی شدید مذمت کی ہے۔ وائس چیئرمین مجلس شوریٰ قاری سعید الرحمٰن نے گورنر سندھ کی اہلیہ کی قیادت میں ٹیلی ویژن سینٹر کے سامنے عورتوں کے مظاہرے پر شدید حیرت و افسوس کا اظہار کیا ہے۔ انھوں نے کہا کہ عورتوں کا یہ فعل اسلامی تعلیمات کے بالکل منافی ہے کیونکہ اسلام نے عورتوں کے لئے جس طرح حقوق متعین کئے ہیں اس طرح حدود بھی قائم کر دیئے ہیں اور ہر مسلمان عورت کو ان حدود کی پابندی کرنی ہوگی چاہے وہ سربراہ مملکت کی اہلیہ ہی کیوں نہ ہو۔ ممتاز دانشور اور نقاد جناب سلیم احمد نے ڈاکٹر اسرار احمد کے بیان کو اصولی اعتبار سے درست قرار دیتے ہوئے خواتین کے مظاہرے کو افسوسناک قرار دیا ہے۔ انھوں نے کہا کہ ڈاکٹر اسرار احمد نے اسلام کا ایک اصول بیان کیا تھا اور اصولوں پر اختلاف علمی بنیاد پر ہونا چاہیے اور اس کے خلاف مظاہرہ وغیرہ کرنا ٹھیک بات نہیں ہے۔ انھوں نے بیگم یاسمین عباسی کے خواتین کے جلوس کی قیادت کرنے پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ ایک ایسی حکومت جو اسلامی نظام نافذ کرنے کی علمبردار ہے اس حکومت کے ایک گورنر کی اہلیہ کا جلوس کی قیادت کرنا ظاہر کرتا ہے کہ گورنر کی اہلیہ اپنے شوہر کے عہدے کی پرواہ نہیں ہے۔ ٹیلی ویژن کی معروف ڈرامہ نگار اور مصنفہ محترمہ فاطمہ ثریا بجیا نے کہا ہے کہ ڈاکٹر اسرار احمد کے خلاف مظاہرہ کرنے والی خواتین ، اکثریت کی نمائندگی نہیں کرتیں انہوں نے نمائندہ جسارت سے ٹیلی فون پر گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ اپوا اور دیگر خواتین کی تنظیموں نے ڈاکٹر اسرار احمد کا بیان سمجھنے میں غلطی کی ہے کیونکہ ڈاکٹر صاحب نے ایسے اسلامی معاشرے کے پس منظر میں عورتوں کو گھروں میں واپس جانے کی ہدایت کی ہے جہاں عورتوں اور بچوں کی کفالت کی ذمہ دار اسلامی حکومت ہوتی ہے انہوں

کا مظاہرہ ہوتا ہے اور بعض خوبصورت باتیں غیر مناسب وقت اور غیر مناسب حالات میں کہہ دی جاتی ہیں جس سے ان خوبصورت باتوں کا اثر زائل ہو جاتا ہے۔ فاطمہ ثریا بجیا نے کہا ہمارے موجودہ معاشرے میں بعض گھرانے ایسے ہیں جسے صرف عورتیں چلا رہی ہیں اور ملازمت کرنے پر مجبور ہیں۔ بجیا نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ ڈاکٹر اسرار احمد کی شخصیت قابل احترام ہے اور ان کے خلاف مظاہرہ کرنے والی عورتوں کی تعداد بے حد محدود ہے اور وہ عورتوں کی اکثریت کی نمائندگی نہیں کرتیں۔

جامعہ کراچی میں شعبۂ عربی کی سابق چیئرمین اور ریڈیو ، ٹی وی پر مذہبی پروگراموں کی معروف مقررہ بیگم عطیہ خلیل نے اپوا اور دیگر خواتین کی انجمنوں کی جانب سے مظاہرے کی شدید مذمت کی ہے۔ انھوں نے کہا کہ فیشن پرست اور تہذیب مغرب کی دلدادہ خواتین اسلام کے نام پر بھی وہی آزادیاں حاصل کرنا چاہتی ہیں جو مغرب نے عورتوں کو دی ہوئی ہے گورنر سندھ کی اس جلوس کی قیادت پر حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ خواتین کانفرنس میں ان کا رویہ غیر تسلی بخش تھا۔ انہوں نے قرآن و حدیث سے مثالیں پیش کرتے ہوئے کہا کہ عورتوں کے لیے پردے کو کہا گیا ہے خواہ وہ عورت نبی کی بیوی ہی کیوں نہ ہو یا سربراہ مملکت یا مزدور کی۔ انہوں نے کہا بات یہ ہے کہ ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت اسلامی نظام کے خلاف راہ ہموار کی جا رہی ہے۔

خواتین مجلس عمل کی صدر شاہدہ نفیس صدیقی نے کہا ہے کہ خواتین کے حقوق کے نام پر ٹیلی ویژن اسٹیشن کے سامنے مظاہرہ کرنے والی خواتین کو درحقیقت خواتین کے مسائل کا علم ہی نہیں ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ یہ مظاہرہ حکومت کی دو رخی پالیسی کا شاہکار ہے۔ ایک ایسی حکومت کا جو ایک طرف تو لڑکیوں کی ہاکی ٹیم بیرون ملک بھیجنے پر پابندی عائد کرتی ہے اور دوسری طرف اسی حکومت کے گورنر کی اہلیہ مظاہرے کی قیادت کرتی ہیں۔ شاہدہ نفیس نے ڈاکٹر اسرار احمد کے بیان کا ذکر

تنظیم اسلامی کے جملہ رفقاء و احباب اور ہمدردوں اور بہی خواہوں کیلئے بالخصوص اور
اقامتِ دین سے دلچسپی رکھنے والے تمام لوگوں کے لئے بالعموم

اسلامی انقلابی جدّوجہد کے ضمن میں

تنظیمی اور تحریکی مسائل پر

ڈاکٹر اسرار احمد امیر تنظیمِ اسلامی

کی ان تقاریر کا مطالعہ نہایت مفید ہے جو

رُودادِ تنظیمِ اسلامی

حصّہ اوّل و دوم

میں شامل ہیں :

مرتّبہ : جمیل الرحمٰن

سائز ۲۲×۸/۸ ، سفید کاغذ، آفسٹ کی عمدہ طباعت
حصّہ اوّل : صفحات ۲۰۸ ، قیمت -/۱۰ = حصّہ دوم : صفحات ۲۸۸ ، قیمت -/۱۵

مرکزی مکتبہ تنظیمِ اسلامی : ۳۶-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور-۱۴

ضمیمہ ”میثاق“ ماہ مئی ۸۲ء

وفاقی کونسل عرف مجلسِ شوریٰ کی رکنیت سے

ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کا استعفاء

اور کونسل کے اجلاس میں

ڈاکٹر صاحب کی تقریر!

پرچہ پریس میں جا ہی رہا تھا کہ وفاقی کونسل (مجلس شوریٰ) کے سیکرٹیریٹ سے ڈاکٹر صاحب کی اُس تقریر کا مسوّدہ موصول ہو گیا جو موصوف نے کونسل کے اجلاس میں ۱۴ر اپریل ۸۲ء کو کی تھی جس میں کونسل کی کاروائی کے ضمن میں ترجیحات کی تعیین پر اپنی بے اطمینانی کا اظہار کیا تھا — کونسل کی کارگزاری کے ضمن میں اپنی اس بے اطمینانی اور بعض دوسرے اسباب کی بنا پر ڈاکٹر صاحب کونسل میں اپنی شمولیّت کے بارے میں اضطراب محسوس کر رہے تھے — چنانچہ انہوں نے دورانِ اجلاس متعدد بار صدر جنرل محمد ضیاء الحق صاحب سے ملاقات اور گفتگو کی کوشش کی جو بوجوہ کامیاب نہ ہو سکی۔ چنانچہ اجلاس کے بعد انہوں نے بذریعہ ٹیلیگرام صدر صاحب سے انٹرویو مانگا جس کے نتیجے میں ۵ر مئی کو لاہور میں ملاقات ہو گئی جس میں صدر صاحب سے مفصّل گفتگو ہو گئی — اور الحمدللہ کہ صدر صاحب نے ڈاکٹر صاحب کو کونسل کی رکنیت سے مستعفی ہونے کی بخوشی اجازت دیدی۔ چنانچہ ۶ر مئی کو تحریری استعفاء ارسال کر دیا گیا۔ ان صفحات میں ڈاکٹر صاحب کا استعفاء اور ان کی کونسل تقریر کا کچھ حصّہ شائع کیا جا رہا ہے (جمیل الرحمٰن)

اِستعفاء

۷ رمئی ر ۱۹۸۲ء

محترم و مکرم جنرل محمد ضیاء الحق صاحب

چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر و صدر پاکستان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مَیں آپ کا بے حد ممنون ہوں کہ آپنے پرسوں (بتاریخ ۵ رمئی ۸۲ء) گورنر ہاؤس لاہور میں مجھے شرف ملاقات بخشا اور میری معروضات کو ہمدردی اور توجہ سے سُنا اور مجھے وفاقی کونسل (مجلس شوریٰ) سے مستعفی ہونے کی پوری خوش دلی سے اجازت دیدی — بنا بریں تحریر ہٰذا پیش خدمت ہے:

جیسے کہ زبانی بھی عرض کر چکا ہوں، میرے استعفے کے بنیادی اسباب دو ہیں:

ایک یہ کہ آپ نے کونسل کے پہلے اجلاس میں جو افتتاحی تقریر کی تھی، اس میں بھی اس میں شمولیت کو حکومت میں شمولیت کے مترادف قرار دیا تھا اور پھر دوسرے اجلاس کی افتتاحی تقریر میں آپنے مزید آگے بڑھکر کونسل کے قیام کو سیاسی عمل کا آغاز قرار دیدیا — اس ضمن میں اس سے قطع نظر کہ آپ کی جانب سے ایسا کیا جانا صحیح ہے یا غلط، میرے لئے اصل مسئلہ یہ ہے کہ میں نے اپنے لئے یہ طے کیا ہوا ہے کہ میں مروجہ مفہوم میں عملی سیاست کے میدان سے کنارہ کش رہونگا اور اس کا اعلان بھی میری جانب سے بارہا ہوا ہے لہٰذا میرے لئے اس پوزیشن کو قبول کرنا ممکن نہیں ہے۔

دوسرے یہ کہ کونسل کی ہیئتِ تشکیلی اور پھر اس کی کاروائی کیلئے پارلیمنٹری قواعد و ضوابط کے جوں کے توں قبول کر لئے جانے سے اسکی اصل حیثیت مجلس شوریٰ کے بجائے نامزد پارلیمنٹ کی ہوگئی ہے۔ چنانچہ اس میں مفید کام کی رفتار بے حد کم اور وقت کا صرف بے حد زیادہ ہے۔ جسکی بنا پر میرے دعوتی و تبلیغی اور تعلیمی و تدریسی مشاغل پر نقصان دہ اثرات مترتب ہو رہے ہیں، جس کو میں زیادہ دیر تک برداشت نہیں کر سکتا — بنا بریں یہ تحریری استعفا حاضر خدمت ہے۔

فقط والسلام

۴

وفاقی کونسل کے اجلاس میں

ڈاکٹر اسرار احمد کی تقریر

محترم صدر مجلس میں سب سے پہلے آپ کی خدمت میں اور آپ کی وساطت سے تمام حاضرین مجلس کی خدمت میں ہدیہ سلام مسنون پیش کرتا ہوں۔ اس کے بعد میں آپ کا تہہ دل سے ممنون ہوں کہ آپ نے مجھے اظہارِ خیال کا موقع عنایت فرمایا۔ خصوصاً اس لئے کہ میں نے بروقت اپنا نام نہیں دیا تھا۔ ساتھ ہی میں یہ بھی گزارش کروں گا کہ مجھے اظہار خیال کے لئے قدرے کھلا وقت دیجئے اس سلسلے میں میرا ایک استحقاق بھی ہے جو مجروح نہیں بلکہ قائم ہوا ہے اور وہ اس لئے کہ میں نے اس پورے سیشن کے دوران تا حال ایک سیکنڈ بھی اس ایوان کا نہیں لیا ہے۔

میں اس سیشن جو خاموش رہا ہوں تو بہت سے احباب نے اس کے بارے میں مجھ سے استفسار بھی کیا ہے۔ میں مناسب خیال کرتا ہوں کہ اس وقت اس کی بھی مختصر وضاحت کر دوں اس لئے کہ یہ معاملہ پرسنل ایکسپلینیشن کی نوعیت کا ہے۔ میری اس مسلسل خاموشی کی دو وجوہات ہیں۔

ایک یہ کہ اس وقت ایک خاص مسئلہ میں میری حیثیت پورے ملک میں نزاعی یا مختلف فیہ (CONTROVERSIAL) سی بن گئی ہے۔ میں موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس کے ضمن میں بھی وضاحت کرنا چاہتا ہوں اور آپ کی وساطت سے تمام احباب اور پوری قوم کی خدمت میں گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ میری قطعاً کوئی نیت اس مسئلہ کو اٹھانے کی نہ تھی۔ مجھے خوب معلوم ہے کہ ہمارے معاشرے میں خرابیاں بہت سی ہیں اور ان کی اصلاح تدریجاً ہی ہو سکتی ہے۔ چنانچہ ایک مسئلے کو ایک مہم کے طور پر اٹھانا میرے نزدیک غلط بھی ہے اور مضر بھی۔ البتہ یہ لازمی ہے کہ اگر کہیں کوئی سوال کیا جائے تو دین کا جو تھوڑا بہت فہم کسی شخص کو حاصل ہے اس کے لئے صحیح جواب اور اظہار خیال ضروری ہو

ہمیں ان کا شعور اور اعتراف ہو اور ہم اصلاح کی جانب بتدریج بڑھ رہے ہوں تو کوئی مایوسی یا پریشانی کی بات نہیں ہے لیکن خدانخواستہ اگر ہم نے دین کی تعلیمات کو توڑنا اور مروڑنا شروع کر دیا تو اس سے تو وہ فریم آف ریفرنس (FRAME OF REFERENCE) ہی ختم ہو جائے گا جس کے حوالے سے ہمیں اصلاح کی طرف پیش قدمی کرنی ہے - بہرحال فی الوقت میں صرف یہ وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ پردے وغیرہ کے مسئلے کو مہم بنا کر اٹھانا قطعاً میرے پیشِ نظر نہ تھا -

میری خاموشی کا دوسرا سبب جو مسئلہ زیر بحث سے براہ راست متعلق بھی ہے وہ یہ ہے کہ میں ایک شدید بے اطمینانی محسوس کر رہا ہوں کہ ہم نے اس ایوان کی کارگزاری میں وہ شکل اختیار کر لی ہے کہ جیسے گھوڑے کو گاڑی کے آگے باندھنے کی بجائے گاڑی کو گھوڑے کے آگے باندھنے کے مترادف قرار دیا جائے تو ہرگز غلط نہ ہوگا - ہماری جو ترجیحات (PRIORITIES) تھیں ان میں سب سے پہلے یہ تھا کہ ہم غور کریں گے کہ اس ملک کو اسلامی خطوط پر اور اس معاشرے کو اسلام کے راستے پر لانے کے لئے ہم عمل کو کس طرح تیز کریں - اس ضمن میں آپ نے ایک سب کمیٹی بھی بنائی تھی - لیکن اس پورے سیشن کے دوران تا حال ہمیں یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ اس کی سفارشات ہمارے سامنے آئیں گی یا نہیں ؟ حالانکہ یہ معاملہ ہمارے نزدیک اوّلین ترجیح (PRIORITY NO ONE) کا ہے - اس ضمن میں میری یہ بھی گزارش ہے کہ معاشرے میں اسلام کو رائج کرنے کے لئے یقیناً قانون اسلامی کی تنفیذ بھی ایک اہم قدم ہے لیکن میرے نزدیک اس سے اہم تر یہ ہے کہ اسلام کے نظریات اور اقدار کے مطابق ذہن اور فکر اور اخلاق و اعمال کی تطہیر اور تعمیر نو ہو - اگر ہم نے ان چیزوں کی طرف سے توجہ ہٹا کر صرف قانون سازی کی طرف ساری توجہات مرتکز کر دیں تو ہو سکتا ہے کہ ہم ایک بُعد اور فاصلہ (GAP) پیدا کر دیں کہ قانون تو ہم بنانے چلے جائیں لیکن اس کے لئے مناسب ماحول موجود نہ ہو اور اس طرح شدید خطرہ پیدا ہو جائے کہ بجائے فائدہ کے ہمیں نقصان اٹھانا پڑے اور ہماری اس غلط حکمت عملی سے اسلام بدنام ہو جائے - اس پہلو سے میرے نزدیک ان ترجیحات (PRIORITIES) کو سامنے رکھنا بہت ضروری ہے - اس کے بعد دوسری چیز جو ہمارے نزدیک بہت

کہ ہمیں اس ملک کے لئے ایک اسلامی جمہوری نظام کا ڈھانچہ تیار کرنا ہے لیکن اس پورے سیشن کے دوران قطعاً اس کا بھی کوئی ذکر تا حال سننے میں نہیں آیا۔ میرے نزدیک اس مسئلے کی خصوصی اہمیت اس اعتبار سے بھی ہے کہ یہ ایوان جیسا کہ میں نے پہلے سیشن میں بھی عرض کیا تھا کہ ایک عارضی انتظام ہے اور ملک و وطن کے لئے کوئی مستقل انتظام ہمیں جلد از جلد سوچنا ہے۔ بہر حال ان وجوہات کی بنا پر مجھے شدید بے اطمینانی ہے اور میں اس ضمن میں یہ کہنا چاہوں گا کہ چودھری محمد اکبر صاحب نے دو دن قبل جو باتیں کہی تھیں اگرچہ وہ اپنی علالت کی وجہ سے ان کو صحیح طور ادا نہیں کر سکے لیکن میرے نزدیک وہ بہت اہم بھی تھیں اور کلیتہً درست بھی! میں انہیں خراج تحسین ادا کرتا ہوں کہ اپنی صحت کی خرابی کے باوجود وہ اپنا قومی اور ملی فریضہ ادا کرنے کے لئے اس ایوان میں آتے ہیں حالانکہ ان کے لئے چلنا تک دوبھر ہے۔ اور وہ اپنے خیالات کا اظہار بھی اپنے اوپر شدید سختی جھیل کر ہی کر پاتے ہیں۔ بہر حال میں ان کے ان خیالات کی پوری تائید کرتا ہوں۔ (تالیاں)

ایک بات اور بھی میں عرض کرنا چاہتا ہوں اور وہ اس لئے کہ حق شفعہ کے قانون کے زیر غور مسودے کے بارے میں بالخصوص اور اسلامی قانون کے ضمن میں بالعموم بہت سے احباب نے با اصرار فرمائش کی کہ میں بھی اظہار خیال کروں۔ میں وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ اسلامی قانون پر اتھارٹی تو بہت دور کی بات ہے میں تو ماہر یا ایکسپرٹ ہونے کا بھی مدعی نہیں ہوں۔ واقعہ یہ ہے کہ میں عالم دین ہونے کا قطعاً مدعی نہیں ہوں۔ میں صرف خادم دین ہوں اور علوم دینی میں سے بھی میری اصل دلچسپی قرآن مجید ہے اور قرآن مجید میں سے بھی اس کے فلسفہ حکمت اور اس کی اخلاقی اور ایمانی تعلیمات میرا اصل موضوع ہیں۔ تاہم جب یہ مسئلہ سامنے آ ہی گیا ہے تو شفعہ کا جو مسودہ قانون اس وقت زیر بحث ہے اس کے بارے میں اپنے تاثرات اور خیالات ظاہر کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ اس ضمن میں اگرچہ میں پہلے دو دن کی بحث کے دوران یہاں موجود نہ تھا تاہم احباب سے جو کچھ ان دو دنوں کی بحث کے بارے میں سننے میں آیا اور پھر

ڈیڑھ دن میں جو کچھ میں نے خود سنا ہے اس سے مجھے یہ اندازہ ہوا کہ ایک طرف تو ہمارے ہاں یہ تشویشناک صورت پیدا ہو رہی ہے کہ ایک جانب علماء اور دوسری جانب وکلا کے مابین محاذ آرائی (CONFRONTATION) اور طبقاتی تقسیم (POLARISATION) کا سا سماں بندھ رہا ہے اور دوسری طرف اس مسئلہ پر ہمارے عوام کی جانب سے شدید تشویش کا اظہار ہوا ہے چنانچہ ہمارے ایک معزز رکن نے تو بڑا ثقیل لفظ بھی استعمال کر دیا تھا جسے کارروائی سے حذف (EXPONSE) کیا گیا۔ تو یہ تو یقیناً ٹھیک ہے اور وہ لفظ ہرگز استعمال نہیں ہونا چاہیئے تھا۔ لیکن وہ شدید تشویش جو اس کے ذریعے سامنے آرہی ہے اس کو نظر انداز کر دینا صحیح نہ ہوگا۔ تیسری جانب اس مسئلہ کے ضمن میں اجتہاد ایسے اہم لیکن مشکل موضوع پر بھی بحث بڑی شد و مد سے چھڑ گئی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ ایک بڑی ٹیکنیکل بحث ہے کہ کس کو اجتہاد کا حق ہے؟ اجتہاد کی حدود (LIMITATIONS) کیا ہیں۔ اجتہاد کی شرائط کیا ہیں۔ یہ تو ہمیں بہت ہی سنجیدگی سے سوچنا ہوگا کہ ہم اجتہاد کرنے کی اہل بھی ہیں یا نہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہمیں علمائے کرام کا یہ حق تسلیم کرنا ہوگا کہ اسلامی قانون کے ماہر وہی ہیں۔ انہوں نے علومِ دینی کی تحصیل میں پوری پوری زندگیاں کھپائی ہیں۔ لہٰذا ان معاملات میں ہمیں چاہیئے کہ ہم ان کے سامنے زانوئے تلمذ طے کریں اور ان سے رہنمائی حاصل کریں۔

اسی بحث کے دوران میرے نزدیک جو اہم ترین بات سامنے آئی ہے وہ فقہی مسلکوں کے اختلاف سے متعلق ہے اور چونکہ اس ملک میں اگر ہم اسلامی قانون کو فی الواقع نافذ کرنا چاہتے ہیں تو میرے خیال میں اس راہ کی اہم ترین رکاوٹ یہی فقہی اور مسلکی اختلاف کا مسئلہ ہے۔ اس ضمن میں جو بات بھی سامنے آئے اس پر سنجیدگی سے غور ہونا چاہیئے۔ اس سلسلے میں اس وقت میری مراد اس نکتے سے ہے جو علامہ سید محمد رضی صاحب کی تقریر سے سامنے آیا۔

اُمّتِ مُسلمہ اپنی چودہ سولہ تاریخ کے دوران

کس طرح دو بار عروج اور دو بارہ زوال سے دوچار ہوئی

موجودہ احیائی مساعی

کن کن گوشوں میں جاری ہیں، اور ان کے ضمن میں

ڈاکٹر اسرار احمد

کا وہ نقطۂ نظر کیا ہے جس کے مطابق سعی وجہد کے نتیجے میں

مرکزی انجمن خدّامُ القرآن لاہور، اور

تنظیمِ اسلامی

کا قیام عمل میں آیا؟ ان سب سوالات کے جواب کیلئے ڈاکٹر صاحب کی تالیف

سرافگندیم

بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا

کا مطالعہ مفید رہے گا جس میں ڈاکٹر صاحب کے مختصر سوانح حیات بھی شامل ہے

• بڑا سائز • آفسٹ پیپر • عمدہ طباعت • دیدہ زیب کور • صفحات ۱۳۶ •

قیمت -/۷ (محصول ڈاک علاوہ)

مرکزی مکتب تنظیم اسلامی، ۶۰-۳۶ کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور

لاہور میں

ڈاکٹر اسرار احمد

کے مستقل دروس وخطابات کا پروگرام:

(۱)

خطاب جمعہ مسجد دارالسّلام

(باغ جناح) میں جو ٹھیک ساڑھے گیارہ بجے شروع ہو جاتا ہے

(۲)

قرآن اکیڈمی ۳۶ کے ماڈل ٹاؤن

میں درس قرآن ہر جمعہ کو بعد نماز مغرب

جس میں ابتداء سے سلسلہ وار درس قرآن جاری ہے اور آجکل چوبیسویں پارے
میں سورۂ حٰمٓ السجدۃ زیر درس ہے، درس کے بعد سوالات کے جوابات دیئے جاتے ہیں

(۳)

مسجد شہداء - ریگل چوک

میں ہر ہفتہ کو عصر تا مغرب درس قرآن

جس میں مطالعۂ قرآن حکیم کا منتخب نصاب (جو ٹی وی پروگرام "الہدیٰ" میں بھی بیان ہو رہا ہے) سلسلہ وار زیر درس ہے، یہاں بھی بعد نماز مغرب سوال جواب کی نشست منعقد ہوگی۔

نوٹ: ان تمام پروگراموں میں (بشمول مسجد شہداء)
خواتین کی شرکت کے لئے پردے کا اہتمام ہوتا ہے۔

ٹھیکیدار حضرات

متوجہ ہوں ـــ !

کنسٹرکشن اور مائننگ سے متعلق جملہ مشینری کے لیے ہم سے رجوع کریں

HONDA GENERATORS	ھنڈا جنریٹر
MIXER MACHINES	مکسر مشین
FLOOR GRINDING MACHINES	فلور گرائنڈنگ مشین
WATER PUMP	واٹر پمپ
VIBRATORS	وائبریٹرز
AIR COMPRESSORS	ایئر کمپریشر

AND ALL KIND OF MINING MACHINERY

اور ھر قسم کی مائننگ مشینری

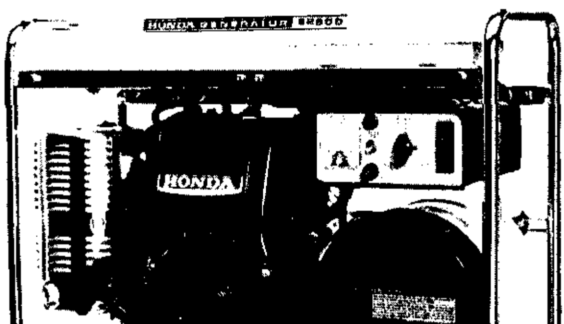

البدر مشینری اسٹور

گارڈی ٹرسٹ بلڈنگ ، 42- تھورنٹن روڈ ، لاھور

فون : 55445

Regd. L No. 7360

MONTHLY "MEESAQ" LAHORE

Vol. 31 MAY 1982 No. 5

قدرتی گیس کا ضیاع روکیئے

ہمارے توانائی کے وسائل محدود ہیں ہم توانائی کے ضیاع کے متحمل نہیں ہو سکتے

گیس بچا کر
قومی معیشت کو
مستحکم بنائیے

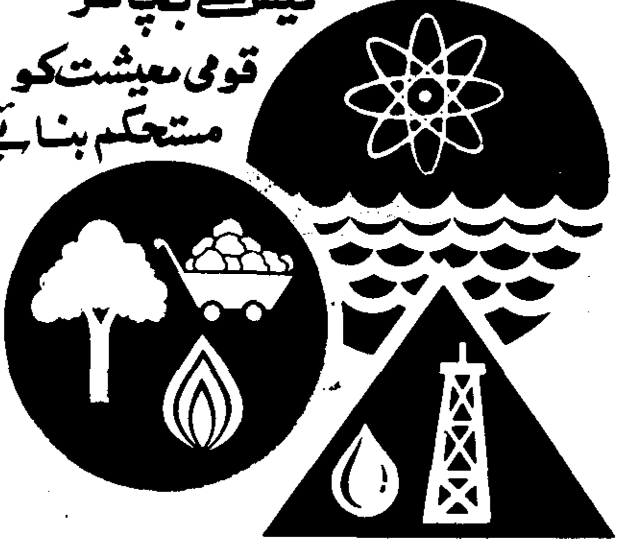

ہمارے ملک میں توانائی کے وسائل کی کمی ہے۔ توانائی کی ضروریات کثیر زرمبادلہ صرف کر کے پوری کی جاتی ہیں۔ ہماری صنعت، تجارت، زراعت کے شعبوں میں توانائی کی مانگ روز بروز بڑھتی جا رہی ہے۔ آپ کی بچائی ہوئی توانائی ان اہم شعبوں کے فروغ میں کام آئے گی۔

قدرتی گیس بہت زیادہ
قیمتی ہے،
اسے ضائع نہ کیجئے

سوئی ناردرن گیس پائپ لائنز لمیٹڈ

SNGPL. 4/80

paragon